مکتوبات شیخ الاسلام

باسمہ تعالیٰ شانہ

مکتوباتِ شیخ الاسلام

حصہ سوم

مرتبہ

مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی

پاکستان میں ملنے کا پتہ:-
نور کتب خانہ۔ نو بہار سٹریٹ۔ اچھرہ۔ لاہور

شائع کردہ
مکتبہ دینیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور

قیمت [redacted] مجلد [redacted]

باسمہٖ تعالیٰ

مکتوباتِ شیخ الاسلام

حصہ سوم

یعنی

قطب الارشاد۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
قدس اللہ سرہ العزیز و نوّر مرقدہ کے مکاتیب گرامی

جو

روحانی افادات، گراں مایہ علمی نکات، سیاسی رست وخیز کے
اہم حقائق اور انکشافات کا بیش بہا مجموعہ ہے

مرتبہ

مولانا نجم الدین اصلاحی

شائع کردہ

مکتبۂ دینیہ دیوبند۔ ضلع سہارنپور

مکتبۂ دینیہ

اپنے خریدار صاحبان کی خیراندیشی اور اُن کے لئے سہولتیں مہیا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے
اور یہ اس کا خصوصی امتیاز ہے

ترتیب وہندہ مکاتیب ... ... حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی۔ سدھاری۔ اعظم گڈھ

مطبوعہ ... ... الجمعیۃ پریس۔ فراشخانہ دہلی

کاتب ... ... وزیر دولہ رام پوری

قیمت

مجلد پانچ روپے آٹھ آنے۔ غیر مجلد چار روپے آٹھ آنے

پہلی بار ایک ہزار ———— شوال ۱۳۷۸ھ۔ اپریل ۱۹۵۹ء

یہ کتاب

حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کی دیگر تصانیف۔ مکتوبات جلد اول و دوم
حضرت موصوف کے ملفوظات اور جملہ علوم و فنون کی عربی، فارسی، اردو کتابیں

ملنے کا پتہ

مکتبۂ دینیہ۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور

فہرست مضامین

مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مع حواشی و فوائد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

نغاں کہ گشت بنو شندۂ سخن خاموش
دگر چگونہ تسلی کنم من ایں لب و گوش (فراہی رح)

مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مرتب ہو کر بیشتر حصہ کتابت کے لئے دلی پہونچ چکا ہے۔ کئی بار ارادہ کیا کہ دیباچہ لکھکر کام ختم کردوں اور چوتھی جلد کی تیاری میں مصروف ہوجاؤں۔ مگر خلاف اُمید قلم آگے بڑھنے سے رُک جاتا تھا۔ اپنی سُستی و کاہلی سمجھ کر دل کو مطمئن کرلیا کرتا تھا کہ ابھی جلدی کیا ہے لکھ لوں گا اسی لیت و لعل اور حیص بیص میں ستمبر ۱۹۵۷ء کے اندر یہ سُننے میں آیا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رح علیل ہیں۔ خط لکھکر حالات معلوم کئے اور عیادت کی تیاری میں لگ گیا۔ اطمینان بخش خطوط آتے رہے مگر پھر بھی دل نہ مانا اور رخت سفر ۱۶ ر ستمبر کو باندھکر روانہ ہوگیا۔ دیوبند پہونچکر بعد ظہر زیارت سے مشرف ہوا کافی مطمئن ہونا پڑا کیونکہ بظاہر کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کسی قسم کا دبدھا ہوتا۔ دس یوم قیام کرکے ۲۰ ر ستمبر کو واپس ہوا۔ واپسی میں جناب حاجی شیخ ولی محمد صاحب جونپور، جناب حاجی محمد سعید صاحب لاری، جناب مولانا ابوالحسن صاحب حیدری وغیرہم احباب ساتھ تھے راستہ بھر اسی تصوّر کے ساتھ سفر ختم ہوا کہ ابھی ہمارے حضرت انشاءاللہ اچھے ہوکر چند سال اور ہم گم گشتگان راہ ہدایت کی ہدایت فرماتے رہیں گے اور ابھی یہ دریائے معرفت پورے جوش کے ساتھ بہتا رہے گا۔ باوجود ہر طرح اطمینان ہوجانے کے یہ انتظام کرکے دیوبند سے آیا تھا کہ ہفتہ میں دو بار حالات ملتے رہیں۔ چنانچہ ملتے رہے۔ ۵ ر نومبر کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خود نوشت والا نامہ آیا اُس نے اور بھی شبہات کو دُور کردیا جو اسی جلد میں درج

ہے۔ کلی اطمینان ہو گیا۔ ناچیز نے ایک عریضہ کے ذریعہ ایک اہم شبہ کا حل معلوم کرنے کی درخواست بھی حسب دستور پیش کر دی۔ دفعۃً نومبر کے آخری ہفتہ میں پھر خبر پہونچی کہ دوبارہ دورہ پڑ گیا ہے اور یہ سلسلہ قائم ہے سخت بے چینی ہوئی۔ بقول غنی کشمیری ؎

مدتِ شادی و غم نیست برابر بجہاں
گریۂ شمع شبے خندۂ صبح است دمے

اسی اثناء میں یکم دسمبر ۱۹۵۷ء کو حضرت مہتمم صاحب دیوبند نے مئو تشریف لیجاتے ہوئے سدھاری پر عصر کی نماز ادا فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دریافت کئے۔ فرمایا کہ دورہ پڑ گیا ہے نقاہت عمر کا تقاضا ہے۔ چند ہی دن پہلے خواب دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ سامنے رکھا ہوا ہے ایسے لوگوں کا ہجوم ہے کہ جن کو کبھی دیکھا نہیں تھا جس کا ذکر بابو سراج الحق صاحب سدھاری سے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں سے ہیں کر دیا تھا مہتمم صاحب کے بیان سے طبیعت میں کھٹک سی پیدا ہوئی۔ صبح کو جوابی خط لکھا۔ جواب کا منتظر ہی تھا کہ مولوی محمد مسلم اعظمی کا خط ۵ دسمبر بعد ظہر ملا کہ نقاہت بہت بڑھ گئی ہے دعا کی ضرورت ہے۔

اپنا یہ دستور رہا ہے کہ جب بھی کوئی ایسا تردد لاحق ہوا جو بظاہر لاینحل تھا تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی یا نماز نفل پڑھکر مدد چاہی یا بزرگان دین کے حالات پڑھنے لگ گیا یا دیوان حافظ کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ بعد عصر کمرے میں آیا۔ دیوان حافظ لیکر دل بہلانے کی خاطر کھولا تو اسی غزل پر نظر پہلے گئی۔ ؎

بلبلے خون جگر خورد و گلے حاصل کرد بادِ غیرت بصدش حال پریشاں دل کرد

آگے بڑھا تو "کہ خود آساں بشد و کار مرا مشکل کرد" شعر بھی سامنے آیا اور جب اس شعر پر پہونچا

؎ آہ و فریاد کہ از چشم حسود مہ و مہر در لحد ماہ کماں ابروئے من منزل کرد

تڑپ اٹھا آنکھیں بہہ پڑیں کہ خدایا یہ کیا ہو رہا ہے دل کو بہتیرا سمجھایا مگر کسی طرح سکون نہ ملا۔

؎ دل بسے خوں بکف آوردہ ولے دیدہ بریخت
اللہ اللہ کہ تلف کردہ کہ اندوختہ بود

دیوان حافظ رکھ کر ریاض الصالحین پڑھنے لگا۔ شام ہونے آئی مگر آہ کیا خبر تھی کہ آج کا سورج بھی غروب ہوگا لیکن تنہا نہیں بلکہ اپنے ساتھ اسی یوم پنجشنبہ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کے اُفق مغرب میں ایک اور آفتاب شریعت طریقت بھی ڈوب رہا ہے، جو اُفق مشرق پر کبھی طلوع ہوا تھا۔ پوری رات جس طرح بسر ہوئی کون جان سکتا ہے۔ جمعہ کو بعد نماز فجر ریڈیو کے توسط سے ایک جانکاہ اور ہوشربا خبر سننے میں آئی کہ جس کے بارے میں آجتک سب کچھ ہو جانے کے باوجود یقین نہیں آرہا ہے اور دل ہے کہ بار بار جھٹلاتا رہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور دیر تک یہ شعر پڑھتا رہا۔ ؎

این صبح چہ صبح است کہ خوں شد جگر من

این شام چہ شام است کہ سنگ است و سر من

اُفتاں وخیزاں غریب خانہ راجہ پور سکرور پہونچکر بعد نماز جمعہ قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا گیا اور تعزیتی جلسہ کے بعد کارروائی اخبار کو بھیجدی گئی۔ اس کے بعد سدھاری واپس آکر کئی یوم تک پڑا رہا کہ جب جنازہ کے آخری دیدار سے بھی محرومی رہی تو اب رہی کیا گیا ہے۔ بقول شاعر۔ ؎

شرمندہ ام ازانکہ دریں تعزیت مرا — فرصت نہ شد کہ خدمت آں آستاں کنم

اما بعذر خواہی ایں شعلہائے آہ — قندیل وار جانب قبرش رواں کنم

بزرگوں میں سے مولانا مسعود علی صاحب ندوی اور اُستاذی مولانا شبلی صاحب ندوی سابق پرنسپل مدرسۃ الاصلاح سرائے میر تعزیت میں تشریف لائے اور احباب میں مولانا عبد الباری صاحب آصفگنج وغیرہم آتے رہے اور سمجھاتے رہے جس سے اس قابل ہو سکا کہ دیوبند کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ پورا راستہ انہیں کی یاد میں کٹا۔ کبھی اپنی حرماں نصیبی پر ہنسی آگئی اور کبھی اپنی بدقسمتی پر پھوٹ پھوٹ کر رو ئے مگر کسی نے اُن کے نئے آستانے کا پتہ نہیں بتایا کہ ع پیر چرخ کجا برد شیخ و رہبر ما۔

سہارنپور سے ٹرین روانہ ہوئی جس قدر دیوبند سے قریب ہوتی جاتی تھی اسی قدر دل پر ایک چوٹ سی لگتی جاتی۔ آخر کار ٹرین ہی پر سے دارالعلوم کی عمارت کا نظر آنا تھا کہ بے قابو ہو جانا پڑا کہ ایک وہ آنا جانا تھا کہ یہی عمارت اور اس کے آثار روح پروری کے لئے سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ تھے

اور آج یہی آنا جانا زندگی کی دنیا کا سب سے روح فرسا حادثہ ہے۔ تانگہ "مدنی منزل" پر پہنچکر رُک گیا سامان چھوڑ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نئے آستانے جس کو دنیا کی بولی میں شہر خموشاں اور نہ جانے کن کن ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پہونچا۔ دیر تک آنکھیں وقف ماتم و غم ہو گئیں۔ ؎

از دیدۂ زمانہ روان است جوی خون　　　اے دیدۂ زمانہ بگو تا چہ دیدۂ

پھر خدا سے مخاطب ہو کر عرض رسا ہوا ؎

بضبط گریہ عاجز ماندہ ام یارب چہ حال است ایں
کہ آتش می نہفتم در دل اکنوں آب میتز انم

پھر خود ہی جواب بھی نکل آیا ؎

کجا ز دیدۂ من ضبط گریہ می آید　　　کہ ایستادن باران بدست مردم نیست

ساتھ ہی یہ بھی غور کرتا جا رہا تھا کہ یا الٰہا مرقد منور کی یہ زمین کہاں سے آگئی؟ ابھی عیادت کے لئے آیا تھا اُس وقت اور اس سے پہلے بھی فاتحہ پڑھنے حاضر ہوتا رہا حضرت قاسم نانوتویؒ کے قدموں میں شیخ الہندؒ آسودہ تھے نیچے اُوپر اور درمیان میں کوئی گنجائش نہ تھی۔ کیا ماجرا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے قدموں میں حضرت مدنیؒ آگئے اور شیخ الہندؒ نے سمٹ کر اپنے کامیاب شاگرد کو گلے سے لگا لیا گویا ان ہر دو بزرگوں نے پہلے سے سمجھوتہ کر رکھا تھا۔ سوانح قاسمی کے مطالعہ نے اس معمہ کو حل کر دیا یہ صحیح ہے کہ قاسم العلوم والخیرات کے علوم و کمالات اگرچہ بہتوں کو پہونچے مگر اُن کی پوری زندگی کا نقشہ اور علوم و معارف کا تحفظ کامل طور پر حضرت محمود اور حضرت مدنی ہی کی ذات سے ہوا۔ زمانہ شاہد ہے کہ پوری ایک صدی یعنی ۱۸۵۷ء لغایتہ ۱۹۵۷ء کی جہادی تاریخ اور اُس کے نتائج و ثمرات نیز حضرت قاسمؒ کے چھوٹے ہوئے کاموں کی تکمیل حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شیخ الاسلام کے سوا کس نے کی؟ ظاہر ہے کہ جس نے کی تھی قدرت اُس کو بغور دیکھ رہی تھی زمین کو حکم ملا کہ ذرا وسیع ہو جا وہ پھیل گئی سب دیکھتے دیکھتے رہ گئے اور حضرت مدنی انار اللہ مضجعہ و نور اللہ مرقدہ اپنی کارگذاریوں اور پُرخلوص قربانیوں کی بنا پر حضرت قاسم نانوتویؒ قدس اللہ سرہ العزیز کے قدموں میں ذیل کے شعر کے مصداق ہو گئے۔ ؎

توھم واشیا بلبل مزارنا　　فھم لیسعی بینتا بالتباعد

فعانقتہ حتی اتحد نا تعانقا　　فلما اتانا مارای غیر واحد

عربی کے مذکورہ اشعار کا مفہوم فارسی کے اس شعر میں بڑی خوبی سے ادا کر دیا گیا ہے۔ ؎

جذبۂ وصل بحدیست میان من و تو　　کہ رقیب آید و پرسید نشان من و تو

فاتحہ پڑھکر یہ کہتے ہوئے ؎

گرنے کہ از سجود درت برجبین ماست　　سرمایۂ سعادت دنیا و دین ماست

مہمان خانہ میں آیا۔ حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی خلف اکبر حضرت شیخ الاسلامؒ سے سلام اور مصافحہ کر کے بیٹھ گیا۔ موصوف کی استقامت اور اُن کے صبر جمیل کو دیکھکر دنیا کو ممکن ہے حیرت ہو مگر مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی اس لئے کہ یہ اس باپ کے بیٹے ہیں کہ جس کی ساری زندگی اتباع سنّت نبوی اور اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر تھی اور سفر و حضر میں معیت و شرف ہمرکابی کی سعادت نے اور بھی چار چاند لگا رکھے تھے حتیٰ کہ زندگی کے آخری اور سب سے قیمتی اوقات تک عالم اسلامی کی سب سے برگزیدہ اور روحانی شخصیت سے بلا واسطہ ہر وقت کسب فیض کرتے رہنا شاید ہی کسی خوش قسمت کے حصہ میں ایک صدی پہلے آیا ہو ممدوح اس کے تنہا حامل اور مدنی فیوض و برکات کے جائز وارث ہیں اس لئے جو نمونہ آپنے پیش فرمایا ہے ہمارے لئے اس میں بڑی دلکشی اور سامان زندگی موجود ہے۔

اللھم زد فزد　　اطال اللہ عمرہ وجعلہ فوق کثیر من الناس

ایک ہفتہ اپنا قیام رہا۔ مہمان خانہ کی وہی کیفیت تھی۔ ایک دن حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور دیگر اکابر کھانے پر موجود تھے۔ مہتمم صاحب نے ایک خاص تاثر کے ساتھ فرمایا کہ سب کچھ وہی ہے مگر وہی نہیں ہیں۔ ؎

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند　　اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن

مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری بھی تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو ذرا بھی اس جگہ یہ خیال نہیں ہوتا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محفل میں موجود ہیں

یا ابھی اندرون مکان سے مہمان خانہ میں آنے والے ہیں۔ مولانا شاہجہانپوری کا ذوق شعری مسلم ہے برجستہ یہ شعر پڑھا۔ ؎

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

تعزیت ہی کے اثنائے قیام میں ایک روز خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر ٹہل ٹہل کر پڑھ رہا تھا ؎

اتنا پیغام درد کا کہنا
جب صبا کوئے یار سے گذرے

کونسی رات آپ آئیں گے
دن بہت انتظار میں گذرے

دوسرے روز خواب میں رات کو زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ مہمان خانہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ گرمی محسوس ہو رہی ہے مگر کسی کو ہمت نہیں ہوتی کہ وہ پنکھا لیکر لوگوں کو اور حضرت کو آرام پہونچائے۔ کیونکہ لوگوں کو معلوم تھا کہ پنکھا جھلنے سے حضرت کو تکدر ہوتا ہے۔ یہ ناچیز بارگاہ مدنی میں بڑا گستاخ اور حضرت کی انتہائی شفقت اور محبت نے بظاہر گستاخ بنا دیا تھا مگر اسی کے ساتھ آپکے اخلاقی اور روحانی اثرات نے دل و دماغ کو اتنا مسخر کر لیا تھا کہ اس شعر کو پڑھ لیجئے بات سمجھ میں آجائے گی ؎

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم
سر زمینے بود مقصود آسمانے یافتم

لوگوں کے اشارہ کرنے پر پنکھا لیکر جھلنا شروع کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدمت سے عظمت ہوتی ہے" اور حضرت مولانا احمد علی صاحب بدرپوری سے جو حضرت کے مجاز ہیں فرمایا کہ اب پنکھا تم لے لو۔ میں اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ ایک صاحب نے مجھ کو بتایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے شمال جانب یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہیں حضرت سے ملنے آئے ہیں غور سے دیکھنے لگ گیا۔ پھر مجدد صاحب نے اپنے قریب کے ایک صاحب سے فرمایا کہ آپ نے حضرت مدنی کے بارے میں مجھ سے پوچھا ہے تو میں اس کو لکھدوں یا زبانی کہدوں انھوں نے کہا کہ حضرت اگر لکھ دیا جاتا تو یہ چیز زیادہ مفید ہوتی فرمایا اچھا اتنے میں چار کا گھنٹہ بجا اور نیند کھل گئی افسوس ضرور ہوا مگر اسی کے ساتھ قلبی راحت اور دلی سکون بھی مل گیا۔ ع

زہے حریم وصال تو قبلۂ ع فار

کاش اس دن کے آنے سے پہلے یہ خاکپائے مدنی اس مستقر خاکی سے عالم جاودانی میں پہنچ گیا ہوتا اور اس شعر کا مصداق نہ ہوتا۔ ؎

ہر جا کہ ماتم است دلم صاحب عزا است　　　شمع است ایں کہ وقت سر سر مزار شد

اور یہ تو اپنی عین تمنا تھی۔ ؎

منم وہمیں تمنا کہ بوقت جان سپردن　　　برخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

اس ناچیز کو اپنی تردامنی اور سیہ کاری کا اچھی طرح احساس ہے اور عمر کا تقاضا بھی ہے بڑی ہی خوش بختی اور فیروزمندی ہوتی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں اپنا آخری سفر ہو جاتا خدا کی ذات سے قوی امید تھی کہ اس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء مغفرت پر ضرور ترس اور رحم آجاتا بیڑا پار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے اس کو رحمت کرنے کے لئے ایک بہانہ درکار ہے سو وہ بہانہ بزرگان دین بالخصوص علماء حق یعنی صوفیاء برحق سے اپنی سچی عقیدت و نیازمندی ہے۔ کیونکہ بقول عارف رومی رح۔ ؎

اولیاء راہست قدرت از الٰہ　　　تیر جستہ باز آرندش زراہ

بہت پرانی بات ہے کہ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی اکثر لوگوں کی زبانوں پر آتا تھا اور یہ عاجز سنا کرتا تھا چنانچہ ۱۹۲۵ء سے اس نام کی ایک عجیب ہیبت اور حرمت دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں شرف زیارت سے مشرف ہوا اور پھر ۱۹۴۴ء سے تو سفر و حضر میں دور و قریب سے دیکھنے اور پاس بیٹھنے، صدہا مسائل میں استفادہ کرنے اور ایک پوری تاریخ آزادی ہند کی داستان جستہ جستہ سننے اور ہزاروں مکتوب کے پڑھنے اور اپنے پاس دنیا کے گوشہ گوشہ سے پہنچ جانے کی وہ سعادت قدرت نے ارزانی فرمائی کہ اگر فخر کروں تو کر سکتا ہوں پھر بھی فخر نہیں بلکہ تحدیث نعمت سمجھ کر اتنا بھی اشارہ کر دیا ہے۔ ساتھ ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ اور غیر معمولی تعلق کا اندازہ کرنے کے لئے مکتوبات کو پڑھئے اور حضرت قاری اصغر علی صاحب و حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی خلف اکبر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھئے کہ اس ناچیز اور ناکارہ پر حضرت کی کیا توجہ تھی۔ مگر بقول شاعر ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی میں دریا کی سی سخاوت، سورج کی طرح شفقت اور زمین کی سی تواضع تھی۔ ہر ایک نے اپنے ظرف کے مطابق حصہ پایا اور شکر ہے کوئی محروم نہیں رہا کیونکہ صادق مصدوق کا ارشاد ہے " هم القوم لا یشقی جلیسهم "

پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں اور گویا خانۂ شہادت میں کھڑا ہوا بیان دے رہا ہوں اتنی پاکیزہ اور حسین زندگی نہ میں نے دیکھی ہے نہ سُنی ہے۔ البتہ بزرگوں کے تذکروں میں خال خال اکابر ہی کی زندگی ضرور پڑھنے میں آئی۔ اب یہ زندگی بہشت اور جنت کے سوا دنیا میں دیکھنا اور ملنا میرے نزدیک محالات میں سے ہے۔ ممکن ہے میرے ان تاثرات کو نری عقیدت مندی پر محمول کیا جائے تو ایک ایسی آزاد شہادت جو نہ تو حضرت مدنیؒ کے وہ شاگرد ہیں اور نہ مرید پیش کر دینا اس لئے بھی میرے نزدیک ضروری ہے کہ اس متن کی شرح اگر زندگی نے وفا کیا تو آئندہ کروں گا۔

ملاحظہ ہو مولانا شاہ معین الدین صاحب کے تاثرات۔

" شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی وفات ملک و ملت کا اتنا بڑا حادثہ ہے کہ اس پر اظہارِ غم سے قلم قاصر ہے۔ یہ تنہا ایک شخص کی موت نہیں بلکہ صحیح معنیٰ میں موت العالم موت العالم ہے۔ ؂

وما کان قیس هلکه هلك واحد — ولکنه بنیان قوم تهدما

علم و عمل، دین و تقویٰ، سلوک و تصوف، ارشاد و ہدایت، جہاد و جانبازی، خلقِ عظیم و لطفِ عمیم، کس کس چیز کا ماتم کیا جائے وہ اس دور میں سلف صالحین کا نمونہ اور اسلام کی مجسم تصویر تھے۔ اُن کی ایک ایک ادا سے اُسوۂ صحابہ آشکارا تھا۔ دین کے متفرق جلوے اس دور کے اور بھی صلحا و اخیار میں ہونگے مگر اُن کی ذات ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کی مصداق تھی اور اُن پر اس جامعیت کا خاتمہ ہو گیا، وہ سراپا عمل، سراپا جہاد اور ہمارے

پرانے کاروان ملت کے آخری مسافر تھے۔ ان پر اس سلسلۃ الذہب کی خصوصیات ختم ہو گئیں جس کا آغاز خاندان ولی اللہی سے ہوا تھا...... (معارف جنوری ۱۹۵۸ء)

ع تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

شیخ الاسلامؒ کی علالت اور وفات کے مختصر حالات

ستمبر ۱۹۵۶ء میں جب دیوبند حاضر ہوا تھا تو پہلی ہی زیارت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گذشتہ شوال میں جو لوؤں کا اثر ہو گیا تھا مکمل طور پر صحت یاب نہ ہو سکا تھا کہ مدراس کا سفر پیش آگیا اور اسی میں پھر بیمار ہو گیا

حضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز کی علالت میں کئی دور تشویش انگیز آئے اور گذر گئے خدا نے شفا دیدی۔ مثلاً پہلے درد ہوا اور پھر وہ جاتا رہا۔ صرف اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ بعد کو اس میں بھی کمی ہونے لگی، ڈاکٹری پابندیاں ختم ہو گئیں۔ باہر مکان میں پنج وقتہ نماز با جماعت ادا فرمانے لگے۔ تقریباً ایک مہینہ کے افاقہ کے بعد بے خوابی کی شدید تکلیف ہو گئی۔ یعنی نیند آتی تھی مگر تنفس کی شدت کی وجہ سے لیٹنا دشوار تھا کسی طرح بھی ٹیک وغیرہ لگا کر سونا ممکن نہ تھا۔ رات اور دن نیند سے جھومتے اور بالکل سیدھے بیٹھے بیٹھے گیارہ رات و دن اسی حالت میں بسر فرمائے۔ اور اسی کے درمیان نویں دن سے ابکائی کا اضافہ ہو گیا۔ دوا اور غذا کا کھانا دشوار ہو گیا۔ علاج اور دواؤں میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ گیارہویں روز اس عارضہ میں افاقہ ہوا اور نیند آئی اور ابکائی بھی بند ہو گئی۔ ایک گونہ اطمینان ہو گیا۔ دفعتہً اعالی صدر میں شدید درد کا دورہ پڑا۔ انتہائی پریشانی میں تین دن گذرے اور پھر درد میں افاقہ ہوا۔ صبح کی نماز بیٹھ کر چوکی پر پڑھ رہے تھے چکر آیا چوکی سے زمین پر گر پڑے۔ معاً طبیعت سنبھل گئی اور سنبھلتی چلی گئی۔ نبض، بلڈ پریشر، ضعف وغیرہ صحت کی طرف مائل حتیٰ کہ ۵ دسمبر جمعرات کو بغیر کسی سہارے حضرت شیخ چھڑی ٹیکتے زنان خانہ کے صحن میں تشریف لائے۔ حجام کو بلوایا قاری اصغر علی صاحب کی طرف جانے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ جب حجام نہیں ملا تو صحن ہی میں دھوپ کھاتے رہے، پھر کمرے میں تشریف لے گئے اور کچھ تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔ سرفے کا عرق پیا ایک خط کو پڑھا اور ایک خط پر دستخط فرمائے۔ مولانا اسعد صاحب کو ایک خط کے جواب کی ہدایت فرمائی۔ گھ

کے تمام لوگ موجود تھے سب کو اچھے طریقہ پر رہنے سہنے کی نصیحت فرمائی۔ پان تھوک کر خود چارپائی پر جا کر لیٹ گئے۔ مولانا اسعد صاحب حسب دستور بدن دبانے لگے اور پھر نیند آتی دیکھ کر ہٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد اسعد صاحب آئے تو اسی داہنی کروٹ پر آرام فرماتے دیکھ کر چلے گئے ڈھائی بجے نماز کیواسطے بیدار کرنے کے لئے اہلیہ محترمہ آئیں دیکھا کہ "نم کنومة العروس" کا سماں ہے۔ مولانا اسعد صاحب نے بیدار کرنے کی کوشش کی جو بیکار ثابت ہوئی، نبض پر ہاتھ رکھا ساقط تھی، ڈاکٹری تدبیروں نے جواب دیدیا۔ بالآخر وہ آفتاب شریعت و طریقت جس کی روحانی کرنیں اب تک چمک رہی ہیں اور جب تک دنیا میں اہل نظر موجود رہیں گے چمکتی رہیں گی۔ طائر روح اس قفس عنصری سے پرواز کر کے اسی عالم روحانیت میں جا پہونچا جہاں اُس کا حقیقی نشیمن تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ و علیٰ اتباعہ الی یوم الدین۔ ؎

جانے نیست ہر آئینہ بخواہد رفتن　　　　اندر غم عشق تو رود اولی تر

اس خبر وحشت اثر کا پہونچنا تھا کہ ہر طرف سے آدمیوں کا ہجوم ٹوٹ پڑا۔ دنیا بھر میں کہرام مچ گیا۔ اندر و باہر آنا جانا دشوار ہو گیا۔ لوگ انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔ زنانخانہ میں مستورات کا اتنا بڑا مجمع تھا کہ اندر جانا اور باہر آنا دشوار تھا کسی طرح ممکن نہ تھا کہ باہر لا کر غسل دیا جائے۔ مجبوراً حضرت رحمۃ اللہ کی جائے وصال ہی پر غسل دیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مظاہر العلوم غسل میں برابر شریک رہے۔ مولانا عبدالاحد صاحب نے غسل دیا۔ سارے اعضا نرم اور ملائم پائے حتیٰ کہ ہاتھوں کی انگلیاں بھی جیسی تھیں۔ کفن دیکر تقریباً چار گھنٹہ تک لوگوں نے اپنے ہادی و رہبر، شیخ کامل اور مرشد برحق کا آخری دیدار کیا۔ رات ہی کو ۱۲ بجکر پچاس منٹ پر شیخ الحدیث سہارن پور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کے مجمع کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ یوں تو اخبارات نے پچاس ہزار لکھا ہے تاہم ۳۵۔۴۰ ہزار کا عام تخمینہ ہے اگر دوسرے دن بعد نماز جمعہ تجہیز و تکفین عمل میں آتی تو پھر مجمع پر کنٹرول کرنا قصبہ کے لوگوں کو دشوار ہو جاتا۔ اگر یہی وصال دہلی جیسے شہروں میں ہوتا تو کئی لاکھ انسانوں سے متجاوز ہوتا اس لئے اور بھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تفریق قوم و ملت سب کے نزدیک روحانی طور پر مسلم

بزرگ تھے وہ صرف حکومتوں ہی کے محبوب نہ تھے بلکہ عالم اسلامی کے محبوب ترین اور بزرگ ترین پیشوا تھے اور اس عہد میں آپ کا مقام سب سے ممتاز اور ارفع تھا۔ صرف سنت نبوی کی اتباع میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر مولانا سید محمد اسعد مدنی نے باوجود لوگوں کے اصرار کے شب ہی میں دفن کرنے پر زور دیا۔ اور حضرت کا بھی یہی مخفی اشارہ تھا اور اس روایت پر عمل کرانا مقصود تھا کہ تجہیز و تکفین میں جہانتک ہو جلدی کی جائے (او کما قال) اصل یہ ہے کہ ایسے باکمال روز روز پیدا نہیں ہوتے کیونکہ دنیا میں مصنف، عالم، صوفی وغیرہ پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے مگر ان میں انبیاء کا سا عزم اور گنبد خضرا کے سایہ میں پلے ہوؤں کا دماغ اور روحانیت کہاں سے آسکتی ہے جو حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا اصلی مقام اور مدنی فیض تربیت کا نکھرا ہوا رنگ تھا۔ بقول حافظ رح ؎

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست   کلاہ داری و آئین سروری داند

دار العلوم سے قبرستان کا مختصر فاصلہ ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہوا اور تقریباً تین بجے رات کو " ما اُخفی لھم من قرۃ اعین " کی بشارت کی صحیح مصداق ذات گرامی کو تہجد کی نماز کے بعد نہ جانے کس دل کے ساتھ اور کس غیر معمولی صبر و استقامت کے ساتھ مولانا اسعد مدنی نے قاسمؒ و محمودؒ رشیدؒ اور امداد اللہؒ کی سب سے بڑی کمائی اور ان حضرات کی روایات کی حامل ہستی کو اس جگہ سپرد خاک کر دیا جہاں پہلے سے قاسمؒ و محمودؒ کی ارواح طیبہ چشم براہ تھیں۔ بقول آسی مرحوم ؎

اب تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی ٭ ہے شب گور بھی اس گل کی ملاقات کی رات

سنت نبوی کی آخری تقریب میں جو روحانی برکات مشاہد ہوئے اور رات کے پردہ میں ع

زمیں پر است ز بال فرشتگاں یکسر

کا کیف آور سماں اور روح پرور منظر عارفوں کاملین کو دیکھنے میں آیا وہ ان کو کہاں میسر آسکتا تھا اور مرقد مبارک کے در و دیوار اور اللہ والوں کے قلب سے دن کو یہ صدا کہاں سنائی دیتی ؎

کس کو لائے ہیں بہر دفن کہ قبر
ہمہ تن چشم انتظار ہے آج

وفات فرمانے سے چوبیس گھنٹہ قبل حضرت مولانا فخر الدین صاحب مدظلہٗ مرادآباد اور حضرت قاری اصغر علی صاحب اندر حضرت شیخ الاسلامؒ کے پاس گئے طبیعت بالکل اچھی تھی مرض کا گویا نام نہ تھا کمزوری تھی۔ مولانا فخر الدین صاحب کو اپنے سامنے بٹھایا اور یہ فرمایا کہ دنیا مجھ کو اچھا سمجھتی ہے حالانکہ بدترین خلق ہوں یہ کہہ کر عادت کے خلاف رونا شروع کر دیا۔ پورا بدن لرزاں اور ترساں تھا روتے ہوئے فرمایا کہ میں تیمم سے نماز پڑھتا ہوں نہ معلوم قبول ہوگی یا نہیں یہ کہہ کر اور زیادہ رونا شروع کر دیا۔ بہت روئے آخر میں روتا چھوڑ کر یہ حضرات باہر چلے آئے۔ وفات کی صبح کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہوتا ہے۔ سیر کی کتابوں میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ وفات کے وقت زار و قطار روتے تھے اور آخرت کی بازپرس سے اس درجہ خائف تھے کہ لوگوں کے تسکین دینے پر فرمایا کہ میری ساری پرخلوص خدمات کے صلہ میں اگر برابر سرابر اللہ نے معاملہ کر دیا تو عمر اسی کو اپنی سب سے بڑی فلاح و نجاح متصور کریگا۔ یہی کیفیت سلف میں اکابر اولیاء اللہ کی تھی چنانچہ حضرت فضیل عیاض وغیرہم رحمہم اللہ کے صدہا واقعات اس پر شاہد ہیں۔ گریہ و زاری ہی پر رحمت ایزدی کا انحصار ہے۔ مولانا رومؒ لکھتے ہیں۔ ؎

کام تو موقوف زاریٔ دل است بے تضرع کامیابی مشکل است

رونے کی قدر و قیمت کا اندازہ مولانا روم سے پوچھئے فرماتے ہیں۔ ؎

اشک کاں از بہر او بارند خلق گوہر است و اشک پندارند خلق
گریۂ با صدق با جانہا زند تا کہ عرش و فرش را نالاں کند

گریہ و زاری کا میلان ہی مبارک اور سعید کام ہے ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

اے خنک چشمے کہ او گریان اوست اے ہمایوں دل کہ او بریان اوست

گو حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے راز کا افشا تو نہ کیا لیکن یہ واقعات شاہد ہیں کہ آپ کو اپنے وصال کے آثار معلوم ہو چکے تھے اور زندگی کے آخری لمحے تک جس طرح غیر معمولی اخفا سے ہر ہر موقع پر کام لیا تھا

اس موقع پر بھی کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی جس شان سے زندگی بسر کرائی اسی شان سے بالکل انوکھی موت بھی واقع ہوئی۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ؎

این سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان و اخلاص کا اصلی مقام

حضرت رحمۃ اللہ کی ایک ایک ادا سے اسوۂ صحابہ آشکارا تھا یہ جو کہا جاتا ہے اس کی شرح یہ ہے کہ" انسان جب کبھی کسی مقصد کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے اور مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے تو دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں کچھ لوگ جوانمرد اور باہمت ہوتے ہیں وہ بلا تامل ہر طرح کی مصیبتیں جھیل لیتے ہیں لیکن ان کو جھیلنا جھیل لینا ہی ہوتا ہے یہ بات نہیں ہوتی کہ مصیبتیں ان کے لئے مصیبتیں نہ رہی ہوں عیش و راحت ہوگئی ہوں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں صرف باہمت ہی نہیں کہنا چاہیئے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ سمجھنا چاہیئے ان میں صرف ہمت و جوانمردی ہی نہیں ہوتی بلکہ عشق و شیفتگی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے راہ محبت کی ہر مصیبت ان کے لئے عیش و راحت کی ایک نئی لذت بنجاتی ہے بلکہ اس راہ میں جس قدر مصیبتیں بڑھتی جاتی ہیں اتنی زیادہ ان کے دل کی خوش حالیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں اس بات کا تصور کہ یہ سب کچھ کسی کی راہ میں پیش آرہا ہے اسکی نگاہیں ہمارے حال سے بیخبر نہیں ایسا سرور اور بے پایاں جذبہ پیدا کردیتا ہے کہ اس کی سرشاری میں جسم کی کوئی کلفت اور ذہن کی کوئی اذیت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام میں عام اور مقام صدیقیت پر فائز ہونے والے بزرگوں اور اولیاء اللہ میں خاص طور پر یہ کیفیت ہمیشہ پائی گئی جس کے آخری علمبردار حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ تھے آپ کے عشق و محبت اور ایمان و اخلاص کا مقام اس لئے بہت اونچا ہے کہ اس کا سرچشمہ حضرات انبیاء و رسل کی میراث ظل نبوت اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بولی میں" دریں دو قدم مقام مقامے دیگر فاصلہ نیست" کی صحیح تعبیر ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی میں مصیبت کا تصور اتنا بلند اور پاکیزہ تصور اور عیش و راحت کی ایسی لذت تھی کہ جس کی بناء پر قدرت نے اپنے مماثل اور اقران میں تو ممتاز کیا ہی تھا ایک صدی پہلے کے بزرگوں میں اس مقصد اور اس کیفیت کا سراغ بہت ہی کم ملتا ہے۔ ثبوت کے لئے مکتوبات کی جلدوں کو پڑھو تم خود بول اٹھوگے

یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں انشاء اللہ تفصیل دوسرے موقع پر آئے گی اس ناچیز کو ایسے اساتذہ اور شیخ طریقت ہاتھ آئے جو بیک وقت غزالی اور رازی جنید و شبلی تھے جن کی علمی جلالت اور عملی استقامت آپ اپنا نظیر تھی لیکن اس کو کیا کہیئے کہ بارگاہ مدنی میں جو دیکھنے میں آیا اور جو فرق محسوس ہوا وہ یہی تھا جو اوپر ذکر کیا گیا۔ فرق مراتب کے یہ معنے نہ سمجھے جائیں کہ خدانخواستہ کسی کی تنقیص ہے یا یہ ناچیز غلو کا شکار ہے بلکہ ہر ایک بزرگ کا اپنی جگہ پر احترام ملحوظ خاطر ہے اور جو کچھ فیصلہ ہے اس میں قطعاً عقیدت مندی کو دخل نہیں ہے بلکہ ان حضرات کے ظاہری کمالات کا ماخذ خود اُن کی ذات اور اُن کی زندگی کے کارناموں کی روداد ہے رہ گیا یہ کہ حضرت کے کمالات اور مقام صدیقیت پر تو وہی کچھ لکھ سکتا ہے جو خود بھی کچھ ہو یہاں تو کچھ بھی نہیں البتہ "ولی را ولی می شناسد" کے پیش نظر چند اقتباسات الاعتدال فی مراتب الرجال مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارن پور سے یہاں درج کردیئے جاتے ہیں جو حضرت موصوف نے پاکستانی تحریک کے موقع پر کسی استفسار کرنے والے عزیز کے سوالات کے جواب میں حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ پر اپنے جچے تلے الفاظ اور صحیح و سنجیدہ بیان میں نہایت ہی قیمتی افادات فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مخلصین کی جماعت میں اختلاف کا ہونا مستبعد اور دشوار چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آیا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔۔۔۔ میں تو اس چیز میں اتنا ٹھنڈا ہوں کہ لکھ نہیں سکتا شوال میں حدیث کے اسباق کی بسم اللہ ہوتی ہے اور رجب میں تمت ہوتی ہے ان دس ماہ میں اسباق کا کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں کم از کم بیس مرتبہ یہ نہ کہنا پڑتا ہو کہ اس مسئلہ میں فلاں امام کا یہ مذہب ہے اور فلاں کا یہ ہے صحابہ کے یہ مذہب ہیں تابعین میں یہ اختلاف ہے۔ اگر آپس کا اختلاف ہی اخلاص کے منافی ہوگا تو ہمیں تو بڑی مشکل پیش آجائے گی کہ ان سب حضرات رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ تعالے کو مخلصین کی جماعت سے خدانخواستہ نکالنا پڑ جائے گا

" میں کہتا ہوں کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی دل میں

کدورت نہ لانا اگر خدانخواستہ ایسا کروگے تو اپنا ہی نقصان کروگے۔ حضرت شیخ علی خواص جو مشہور اولیاء میں ہیں فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس چیز سے نہایت محفوظ رکھنا کہ کسی ایسے شخص کی بات پر کان دھرو جو علماء یا مشائخ صوفیہ (پر بلا کسی شرعی وجہ کے) اعتراض کرتا ہو کہ اس کی وجہ سے تم اللہ جل شانہ کی نگاہ حفاظت سے گرجاؤ گے اور اللہ کی ناراضی اور غصہ کے سزاوار ہوگے۔ اس لئے تمہیں خاص طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ والوں سے جتنی محبت اور تعلق پیدا کرسکو اس میں ذرا کمی نہ کرنا۔

اللہ کے بندے اتنا تو سوچا ہوتا کہ ان حضرات کا علم و فضل، زہد و تقویٰ، دیانت و تبحر، اللہ کا خوف، اللہ سے تعلق، دینی اشتغال، دینی تصلب کونسی چیز ایسی ہے جس کے پاسنگ میں بھی میں اپنے آپ کو رکھدوں۔ ایسی صورت میں میرا منھ یا میرے قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان اکابر میں محاکمہ کروں۔ مگر مجھے حضرت مدنی رح کی حرص کرنا سراسر حماقت ہے بھلا جس شخص کے یہاں سفر و حضر برابر ہوں، دن رات یکساں ہوں نہ اس کو راحت کی ضرورت ہو نہ تکان پاس پھٹکتا ہو اس کی کوئی کیا حرص کرسکتا ہے اُن کا تو یہ حال ہے کہ حجاز سے سفر شروع کریں اور کراچی سے اُتر کر سیدھے دو شب دو روز ریل میں گذار کر پانچ بجے صبح دیوبند پہونچیں اور چھ بجے بخاری شریف کا سبق پڑھادیں۔ جیسا کہ اس آخری سفر حج میں پیش آیا ہے وہ مسلسل پندرہ دن تک روزانہ کئی سو میل کا سفر کریں اور کئی کئی تقریریں کردیں۔ جیسا کہ گذشتہ سال ہوا۔ ابھی دو ایک برس کا قصہ ہے کہ سہارنپور میں سیرت پر ایک ہفتہ وار تقریر کا وعدہ ایک مجلس میں کرگذرے تھے کئی مہینہ تک ہر ہفتہ شب کی گاڑی سے آنا عشاء کے بعد سے ایک بجے تک تقریر کرنا اور تین بجے بلا کسی کے جگائے اُٹھ کر ریل پر چل دینا اور صبح کو سبق پڑھانا جس میں مسلسل تین چار گھنٹہ تقریر فرمانا اس کے علاوہ حضرت مدنی کی ابتدائی مدرسی مدینہ منورہ میں برسوں ایسی جانفشانی سے گذرچکی ہے کہ بعض زمانوں میں مسلسل بارہ تیرہ سبق روزانہ پڑھانا اور شب و روز میں

صرف دو تین گھنٹہ سونا باقی اوقات یا سبق یا مطالعہ..... یہ تو علوم کا حال ہوا اب سلوک کی سنو. سب سے پہلا غوطہ تو بحر عشق و معرفت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں لگایا اور مدینہ پاک میں مسجد اجابت جیسی بابرکت اور یکسو جگہ میں عرصہ تک ضربیں لگائیں پھر اس کی تکمیل و تخصیص قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہوئی اور پھر برسوں حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے ظل عاطفت میں مالٹا کی یکسوئی میں اس رنگ کو پکایا ایسے شخص پر کیا اغیار کا اثر ہو اور کیا قشنت اس کو مضر ہو.......

اس اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) اہل اللہ سے جتنی بھی محبت پیدا کی جا سکے اس سے دریغ نہ کرنا چاہیئے اور بے دین لوگوں سے جتنا بھی ممکن ہو دور رہنا چاہیئے بقول مولانا رومؒ۔ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

(۲) اللہ والوں سے تعلق رکھنے میں بہت سے فوائد ہیں منجملہ ان کے یہ ہیں۔ ؎

دست در دامن مرداں زن و اندیشہ مکن ⁂ ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

(۳) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کبریت احمر اور لعل شب چراغ ہوں تو اس کی بھی توقع ہے

؎ مشو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی باسوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

مخلصانہ گذارش

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ دونوں بزرگ رحمت الٰہی کے جوار میں پہونچ چکے اب ان ہر دو بزرگوں کے مریدین اور مجازین کا ایک لمبا سلسلہ ہے بالخصوص حضرت مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے شاگردوں اور مریدوں کا تو اتنا بڑا سمندر ہے کہ جس کے ساحل کا پتہ ہی نہیں جن میں تقریباً ڈیڑھ سو سے زیادہ تو مجازین ہی ہیں۔ ان ہر دو بزرگوں میں تھوڑے سے سیاسی اختلاف کے باوجود ایک

دوسرے کا غیر معمولی احترام واہی طور پر قائم تھا حضرت مدنیؒ کی تواضع وخاکساری جب اپنے چھوٹوں تک کے ساتھ ایسی رہ چکی ہے کہ کوئی دوسری نظیر دیکھنے اور سننے میں نہ آئی تو پھر اپنے برابری کے بزرگوں کی شان میں کوئی ایسا فقرہ کم سے کم اس ناچیز کے علم میں موجود نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہاں تک کا ثبوت مکاتیب مدنی سے ملتا ہے کہ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ مولانا تھانویؒ کے علوم سے استفادہ کرتے رہیں مگر دوسری جگہ اس کے برعکس نظر آیا۔ بڑے کی بات بڑے ہی جانیں کوئی بات تو ہوگی آخر؟

یہ ناچیز اپنے احباب سے معافی چاہتا ہوا عرض رساہے۔ ؎

غزل سرایم وپیغام آشنا گویم   بایں بہانہ دریں بزم محرمے جویم

اگر آپ محرم ہیں تو آپ پر مجھ سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اصلی مجاز وہی ہوسکتا ہے جو حضرت مدنیؒ کے چھوڑے ہوئے کام کو پورا کرے اگرچہ یہ واقعہ ہے اور ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ ہندوستان بھر کے مجازین اور خلفاء اگر مل کر بھی اُن کاموں کو کرنا چاہیں جو حضرت مدنیؒ بہ نفس نفیس یکہ وتنہا انجام دیتے تھے تو اُن کی بساط سے باہر ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اپنی زندگی کو آئینہ جمال مدنی میں دیکھ دیکھ کر سنوارتا جائے۔ تنگ نظری اور سوء ادب جو طریق میں کفر کے علاوہ ایک مستقل جرم ہے اس سے حتی الوسع احتراز برتیں۔ مشیخت کا عجب وپندار جو مجاز ہونے کے ساتھ ہی برگ وبار لانا شروع کرتا ہے اور نفع سے زیادہ نقصان کا آجکل مشاہدہ ہے مدنی زندگی اور تعلیم کے قطعاً منافی ہے ورنہ پھر یہ مثل صادق آئے گی۔ ع

بآدمی نہ رسیدی خدا چہ می جوئی

پس جو حضرات اہل علم میں سے ہیں اُن کو چاہیئے کہ وہ تعلیم وتدریس کا سلسلہ قائم رکھیں کیونکہ امامت وقیادت کا رشتہ ہمیشہ علم تحقیقی سے وابستہ رہا ہے۔ تزکیہ نفس اور اصلاح قلوب پر مزید توجہ ضروری ہے۔ قرآن حکیم اور سنت نبی کریمؐ، صحابہؓ، تابعین، اولیاء اللہ وغیرہم علماء حق کی سیرت سے ایسا ہی ثبوت ملتا ہے ہاں جو مجازین قرآن وحدیث وغیرہ کے درس وتدریس کی اہلیت اور لیاقت اپنے

اندر نہیں پاتے یا تن آسانی اسی میں سمجھتے ہیں اور کم علمی کا راز بھی فاش نہیں ہوتے دینا چاہیئے تو خیر وہ اپنے شیخ کے افادات ہی کو پہونچاتے رہیں اور ذکر و شغل کے چرچہ کو ترقی دیں تاکہ جو لوگ بغیر اجازت پیری کا نداری کرنا چاہیں اُن کا سد باب ہو جائے۔ باقی حضرت مدنی کا خلیفہ و جانشین کون مائی کا لال ہو سکتا ہے اور کس کو حضرت مدنی کی طرح باقاعدہ دستار خلافت وغیرہ حسب تصریح نقش حیات ملی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ جن کو مجاز قرار دیا گیا ہے وہ کوئی چیز نہیں حاشا ایسا خیال نہ لایا جائیگا بلکہ وہ خوش قسمت ہیں کہ حضرت مدنی نے ان کو اپنا مجاز بنا کر اعلان فرمایا ہے کفی بذلك لهم فخرا و ثناء۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ نے اس سلسلہ میں اپنی طرز زندگی اور عملی تعلیمات سے جو اصلاح فرمائی ہے اُس کو تو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی باوجودیکہ حضرت کے مجاز نہیں بلکہ باجازت خلفاء مجاز ہیں مگر کون ہے جو اُن جیسا اپنے کو سمجھ سکتا ہے؟ ناچیز اُن کی طرف سے یہ شعر پڑھ دینا چاہتا ہے ؎

نفس دانیم و بس راہ چمن از ما چہ می پرسی ؛ کہ پیش از بال و پر برداشتند از آشیاں ما را

افسوس یہ ناکارہ تو کسی مد کا بھی نہیں ہے ہاں اُن کو دیکھا دل نے پہچانا مگر اُن کی خو بو اور زندگی کا خاکہ کھینچنے سے معذور اور محروم ہی رہا۔ پھر بھی کوئی بے اطمینانی نہیں۔ احباب سے البتہ گذارش ہی ؎

بچشم کم منگر عاشقان صادق را ؛ کہ ایں شکستہ بہایاں متاع قافلہ اند

اپنا تو بس یہ عقیدہ ہے اور خدا کرے دوسروں کا بھی یہی ہو جائے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سا باکمال اور صحابۂ کرام کی جیتی جاگتی تصویر کے دیکھ لینے کے بعد اگر پوری زندگی اس نعمت کی شکر گذاری میں وقف ہو جائے تو بہت ہی کم ہے مگر ہے بات کام کی اس دولت جاوید کے مل جانے کے بعد یہ مذہب ہو جانا چاہیئے جس کی تعلیم حافظ علیہ الرحمۃ نے دی۔ ؎

بہ ہیچ در نہ روم بعد ازیں ز حضرت دوست ؛ چو کعبہ یافتم آیم زبت پرستی باز

کیونکہ بعض بزرگوں کا فیض بدستور جاری رہتا ہے اور اہل دل کو معلوم ہے جیسا کہ اس شعر سے

ظاہر ہے ؎

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست　　　　می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

(تنبیہ) ایک مرید سالک اور مجاز بن جانے کے بعد مقام عبودیت، مقام عشق، مقام معرفت مقام وحید طے کرتا ہوا مقام حقیقت پر پہونچتا ہے مگر اس کا سفر اب بھی ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے بعد بھی روحانی ترقی کی تین منزلیں باقی رہجاتی ہیں منزل فنا، منزل لقاء اور منزل بقاء وغیرہ جس کی تشریح جلد چہارم یا پھر حضرت رح کی سوانح حیات میں آئے گی جس کی تکمیل کے بغیر اس مبارک سلسلہ کے برکات اور ثمرات کا وہ اثر پیدا نہ ہو سکا جو اکابر سلف کی زندگی میں تھا جس کے آخری تاجدار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مکتوبات شیخ الاسلام جلد چہارم

تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں پہونچ چکی ہے۔ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ افسوس کیساتھ صدمہ اس بات کا ضرور ہے کہ اے کاش یہ جلد اور اس کے بعد چوتھی جلد جو مکتوبات گرامی کی آخری جلد ہو گی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر فیض اثر سے گذر چکی ہوتی۔ بہرکیف خدا کو یہ منظور نہ تھا البتہ اس سے اطمینان ہے کہ اول و دوم مقبول ہو گئی اور حضرت کے سامنے شائع ہو کر لائق استناد اور قابل اعتماد قرار پا چکی فللہ الحمد والمنتہ۔

یہ جلد بھی پوری احتیاط اور عرقریزی کی بنا پر انشاء اللہ مقبول ہو گی اور اہل علم اور ارباب حال سے خراج تحسین حاصل کرے گی۔ کوئی خاص بھول چوک اگر ہو گئی ہو ضرور اس سے آگاہ فرمایا جائے اور جلد چہارم کے لئے جو خطوط اب تک شائع ہونے سے رہ گئے ہیں فوراً بھیجدیئے جائیں کیونکہ اب یہ چشمۂ حیات دوسری صورت اختیار کر چکا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و جذبات، عقائد و خیالات، نظریہ و افکار اور سیاسی خدمات وغیرہ کے معلوم کرنے کا مکتوبات سے بڑھ کر اور مستند اگر دوسرا کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ حضرت اقدس کی خود نوشت سرگذشت ہے۔ اب حضرت

موجود نہیں ہیں مگر ان کے یہ مکتوبات صدیوں تک کے لئے وہ اساسی اور بنیادی دستاویز ہونگے کہ کوئی مورخ ہند بے نیاز نہ ہو سکے گا۔ اور نہ کوئی اہل دل اس کی افادیت سے محروم ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین کا فرض ہوگا کہ اس مکتوبات پر لوگوں کو اور خصوصیت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کو متوجہ فرمائیں کہ وہ خود برابر پڑھتے رہیں اور مجلس احباب میں اس کو سنایا کریں۔ انشاء اللہ مثمر برکات ہوگا۔

جن حضرات کے خطوط اس جلد میں درج نہ ہوئے ہوں وہ چوتھی جلد کا انتظار کریں یا جوابی خط کے ذریعہ یاددہانی کرادیں اور ایسے خطوط روانہ فرمائیں جو اپنے اندر معنویت رکھتے ہوں اور شائع نہ ہوئے ہوں۔ اگر اسی مضمون کے دوسرے خطوط شائع ہو گئے ہوں تو پھر چنداں ان کی اشاعت ضروری نہیں اور سوالات بھی ضرور تحریر فرمادیا کریں۔ ساتھ ہی اپنا رابطہ اور تعلق حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی زاد شرفہ ودام فیضہ سے اسی طرح قائم رکھیں جس طرح حضرت سے تھا۔
جلد اول سے لیکر جلد چہارم تک کوئی جلد ایسی نہیں ہے کہ جس میں فتنہ مودودیت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کافی توجہ نہ رہی ہو۔ اس فتنہ کو بہت حد تک حضرت نے پھیلنے سے روکا اور آخر دم تک اس گروہ سے بوجہ جمیت دینی تکدر رہا۔ ہمارا بھی فریضہ ہونا چاہیئے کہ اس طرح کی گمراہ جماعتوں کے خیالات وعقائد کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیں اور مسلک اہل سنت والجماعت کی حمایت عین دین کی حمایت سمجھیں۔

ناچیز کے ہاتھوں سے مکتوبات کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اب یہ تیسری بھی احباب اور بزرگوں کے ہاتھوں میں پہونچ چکی ہے، چوتھی بھی زیر ترتیب ہے۔ اتنے بڑے اہم کام کا انجام پاجانا اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیض باطنی کا اثر نہ سمجھا جائے تو بدرجہ اقل اس عقیدت کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے جو اس عاجز کو بدو شعور سے ایسے باکمال بزرگوں کی ذات بابرکات کے ساتھ رہا ہے

خطوط کی فراہمی میں ہمارے مخدوم اور لائق صد احترام بزرگ حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب مدرس دیوبند ومجاز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمام سے اپنی بیاض خاص میں درج کرتے رہنا

اور بطیب خاطر نقل کرا دینا نہایت قیمتی سرمایہ اور سب سے وزنی امداد ہے یہ ناچیز مولانا موصوف کی خدمت میں شکریہ پیش کرتا ہے اور مزید توجہ کا محتاج ہے اس کے ساتھ میں مولانا عبدالحق صاحب دامانی مجاز حضرت مدنی موضع شیر وکھنہ ڈیرہ اسماعیل خاں صوبہ سرحد کا تہِ دل سے شکرگذار ہوں کہ موصوف نے نقول کے بھیجنے میں بڑی ہی جانفشانی فرمائی اللہ جزا رخیر دے۔ آپ ہی تی مہمان خانہ کے گویا انچارج اور مہمانوں کی خدمت پر مامور ہیں اور بڑے مخلص لوگوں میں ہیں۔

آخر میں یہ ناچیز اپنے اور تمام احباب کے محبوب مولانا حافظ رشید الدین صاحب داماد حضرت مدنیؒ اور برادر عزیز حافظ سید محمد ارشد سلمہٗ خلف اوسط حضرت مدنیؒ کا بہت بہت شکرگذار ہے کہ آپ صاحبان نے چند خطوط جو نجی اور گھریلو تھے مگر تھے اس قابل کہ ان کو عام کیا جائے، عنایت فرمائے۔ جزاھما اللہ خیر الجزار

عذرم بنہ دراز اگر شد حدیثِ غم
کیں داستان درد کسے مختصر نہ کرد

والسّلام
حزین وغمگین نجم الدین
اصلاحی کان اللہ لہٗ
رجب ۱۳۷۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکتوباتِ شیخ الاسلام

جلد سوم

مکتوب (۱)

مولانا محمد ادریس صاحب سرائے میر اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا یادفرمائی کا شکر گذار ہوں ۔ میرے مکتوبات پر اُن کا اعتراض کرنا بے محل ہے

(الف) یہ مکتوب جیل میں لکھا گیا جبکہ میرے پاس کتابوں کا کوئی ذخیرہ نہ تھا ۔

(ب) یہ مکتوب شخصی کلام ہے اس میں کوئی اصول اور دستور دکھلایا نہیں گیا ۔

حاشیہ مکتوبؐ :۔ مخدومی ومطاعی متعنا اللہ بطول حیاتکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مزاج گرامی بفضلہ تعالےٰ اچھا ہوں ۔ خدا کرے حضرت والا بعافیت ہوں ۔ حضرت والا کی تقریر کے جو اثرات لوگوں پر ہوئے ہیں اور عام طور پر مودودی جماعت سے جو نفرت پیدا ہوگئی ہے اس کو مٹانے اور محو کرنے کے لئے یہ لوگ کوشش میں ہیں ۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس کام کے لئے کسی اجتماع عام کے موقع پر مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل میں سے حضرت اقدس کا ایک مکتوب جو ص۲۵ پر ہے اور یزیدی خلافت سے متعلق ہے استعمال کیا جائے گا ۔ بنیاد یہ ہوگی کہ انبیاء کرام کی شان میں لوگ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو ان کے مرتبہ سے فروتر ہے دوسرے یہ کہ یہ خود صحابہؓ کو غیر معصوم مانتے ہیں یعنی ان سے

(ج) کسی جماعت کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔

(د) اس کو قبل طبع اور بعد طبع پورا دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔

(ھ) اس کی تصحیح میں اگرچہ ناشر نے بہت کوشش اور عرق ریزی فرمائی ہے مگر پھر بھی بہت سی غلطیاں کھلی ہوئی موجود ہیں۔

(و) اس میں کوئی عقیدہ نہیں دکھلایا گیا جو کہ مدار مذہب ہوتا ہے۔

(ز) اگر اس میں کوئی بات خلاف اصول اہل سنت و الجماعت پائی جائے تو شخصی رائے ہوگی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تمام اہل سنت و الجماعت غیر معصوم مانتے ہیں۔ مگر یہ قابل تسلیم نہیں ہے کہ معیار حق صرف معصوم ہی ہو سکتا ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے اپنی رضا کا اعلان کر دیا اس کے جنتی اور مخلدفی الجنتہ ہونے کا اعلان کر دیا وہ کیوں نہ معیارِ حق ہوگا جس کے تحفظ کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ نے لی جیسے آیت حجرات بتلاتی ہے اس کے محفوظ ہونے میں کیا شک

سلسلہ حاشیہ مکتوب ۱/ب۔ غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں تو جن سے غلطیاں سرزد ہوں اُن کو کیسے معیار حق بنایا جا سکتا ہے۔ خیر جب اس قسم کے فتنے سامنے آئیں گے تو اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ خدام کافی ہیں۔ محض حضرت والا کی دعا اور توجہ کی ضرورت ہے۔

البتہ میں اپنے مزید اطمینان کے لئے چند باتیں جاننا چاہتا ہوں جو درج ذیل ہیں۔ اجمالی اشارات بھی کافی ہو سکتے ہیں اجمال کی تفصیل انشاءاللہ میں خود کر لوں گا۔

(۱) قبطی کے قتل کا واقعہ قبل نبوت کا ہے یا بعد نبوت کا؟

(۲) یہ درست ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بڑے بھائی تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اُن کے وزیر اور خلیفہ تھے۔ خلیفہ سے اس کی کوتاہیوں پر بازپرس کا حق ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اسی حیثیت سے بازپرسی فرمائی " بئسما خلفتمونی " اس پر شاہد ہے جبکہ معاملہ اس حیثیت سے ہو تو نبی کی توہین کا سوال کب پیدا ہوتا ہے۔ رہا القاء الواح کا معاملہ تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ القا کو وضع کے معنیٰ میں لیا جا سکے محض بے توجہی کے اظہار کے لئے القا کا لفظ استعمال ہوا ہو اگر ایسا درست ہو تو معاملہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات ہو سکتی ہے وہ یہی کہ جوش غضب میں بے اعتدالی کا ظہور ہوا؟ (دیکھئے حاشیہ صفحہ ۲۹)

کرنا درست ہوگا؟ جس کو اجتبار اصطفار ہدایت وغیرہ نعم کاملہ سے سرفراز فرمایا وہ کیوں نہ معیار حق ہونے کا حقدار ہوگا۔

امور مسئول عنہا

(۱) قبطی کا قتل یقیناً قبل اعطار النبوۃ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت مدین سے ہجرت فرماتے ہر راستہ میں طور پر عطا فرمائی گئی اور یہ واقعہ قبطی کے قتل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے مدین جانے کا سبب ہے جس کا تقدم اظہر من الشمس ہے۔ سورۂ قصص میں اعطاء حکم اور علم کا اس سے قبل ذکر کرنا تقدم زمانی کا موجب نہیں ہے کما ذکرہ ارباب التفسیر۔

(سلسلہ حاشیہ مکتوب ۱/۱) (۳) حضرت والا کا ارشاد ہے "مگر اس ذنب سے حضرت موسیٰ سے استغفار منقول نہیں" حالانکہ استغفار منقول ہو۔ قال رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتك وانت ارحم الراحمین" کیا یہ سہو کتابت کی بنا پر ہے

(۴) انبیاء کرام معصوم ہیں اور باوجود معصوم ہونے کے ان سے لغزشیں ہوئیں لیکن وحی الٰہی نے فوراً اصلاح فرمادی اور ان کی لغزش انہیں محسوس کرادی اس لئے بلاشبہ انہیں معیار حق تسلیم کرنا جزو ایمان ہے۔ لیکن حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو غیر معصوم ہیں ان سے لغزشوں اور غلط فہمیوں کا زیادہ امکان ہے بلکہ وقوع بھی ہوا ہے بروقت ان کی اصلاح کا بھی قدرت کی طرف سے کوئی اہتمام نہیں تو اس کے باوجود انہیں معیار حق کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے اور تمام امور میں اُن کی اتباع کیسے ممکن ہو لامحالہ بہت سی باتوں میں ان کی اتباع ترک کرنی پڑے گی اس ترکہ کے لئے ہمارے پاس معیار رسول ہی کی سنت ہوگی۔ پھر صحابہ کو معیار حق کہنے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان پر تنقید اور عیب جوئی حرام و ناجائز ہوگی۔ صحابہ کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) اور اگر یہ معیار حق ہیں تو جملہ صحابہ یا محض خلفاء راشدین؟

حضرت اقدس کی دعا و توجہ کا محتاج محمد ادریس سرائے میر ۳ رجب ۱۳۷۴ھ

مکتوب ۱/۱ کا پس منظر یہ ہے کہ جب مودودی گروہ کی گمراہیوں اور دستور عقائد کی کھلی ہوئی برائیوں پر ۵ مارچ ۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی نے بیت العلوم سرائمیر کے سالانہ اجلاس میں تقریر فرماکر واضح الفاظ میں مودودی جماعت کو گمراہ اور جادۂ حق سے ہٹا ہوا ظاہر فرمایا تو مدرسۃ الاصلاح سرائمیر کے ہواخواہوں بالخصوص ناظم مدرسہ نے ۲۶ اپریل ۱۹۵۴ء کو ہندوستان و پاکستان کے بے ضرورت مفتیوں سے جن میں تین نفر ایڈیٹر بھی شامل تھے ان کی چند رایوں کو اکٹھا کرکے نام نہاد قول فیصل شائع کیا اور یہ بھی سننے میں آیا کہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول پر بھی اس مبارک کام کے سلسلہ میں اعتراضات کئے جائیں گے جس کی اطلاع دورۂ قریب سے مولانا ادریس صاحب کو بھی ہوئی آپ نے حضرت دامت برکاتہم کو لکھ کر اپنی تسلی کرنی چاہی خدا کا شکر ہے کہ بہت ہی جامع اور مدلل بیان حضرت اقدس نے دیگر سائل عما جات نے دفعی کیا کم شدنا

اصلاحی

(۲) اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام وزیر اور خلیفہ تھے اور اُن کو نبوت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہی سے ملی مگر جب نبوت دیدی گئی تو حسب قاعدہ کلیہ "الشیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمہ" نبوت کے تمام لوازم کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ بازپرس کا حق اسی درجہ میں تسلیم کیا جاسکتا ہے جس درجہ میں لوازم نبوت کا ثبوت رکھا گیا ہو۔ نیز بڑے بھائی ہونے کا بھی احترام کیا گیا ہو جو کہ "یاھارون[۵۱] ما منعک اذ رأیتھم ضلوا ان لا تتبعن افعصیت امری" تک ہی ہوسکتا ہے۔ اخذ راس اخذ لحیہ اور جر بازپرس میں سے نہیں ہیں۔ علی ہذا القیاس القاء الواح کو وضع کے معنیٰ میں لینا تحریف معنوی سے جُدا نہیں ہے۔

اس مقام پر اس سے غفلت کرنا غلطی ہوگا کہ ہم معصیت کی حقیقت پر غور نہ کریں۔

محتوما! کسی عمل کے طاعت اور معصیت ہونے کا مدار نیت ہی پر ہے "انما الاعمال[۵۲] بالنیات وانما لکل امرء" الحدیث نص صریح ہے۔ نیز حدیث "ان[۵۳] اللہ لا ینظر الی صورکم بل ینظر الی قلوبکم ونیاتکم" (او کما قال) لیں وہ اعمال جو کہ سہواً یا خطاءً یا غلط فہمی سے صادر ہوں وہ در حقیقت معصیت نہ ہوں گے (جبکہ نیت میں فساد اور نافرمانی نہ ہو) اگرچہ صورتِ معصیت پر کبھی مواخذہ بھی ہوجائے فان حسنات الابرار سیئات المقربین نزدیکاں را بیش بود حیرانی یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیت ان معاملات میں صحیح تھی حُبِ خداوندی اور غیرتِ دینی ان اسباب اور اعمال کے موجبات ہیں اس لئے تحملات اور تکلفات کا ارتکاب بے محل ہے جس سے تحریف معنوی کا بہت بڑا دروازہ کھلتا ہے۔ عصمت تو معصیت سے تحفظ کی ضمانت کرتی ہے۔ سہو خطا غلط فہمی کی محافظ نہیں ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بوقت شفاعت کبریٰ قتل قبطی کا تو تذکرہ فرمایا گیا اور حضرت

---

۵۱ کہا موسیٰ نے اے ہارون کس چیز نے روکا تجکو جب دیکھا تو نے کہ وہ بہک گئے کہ تو میرے پیچھے نہ آیا کیا تو نے رد کیا میرا حکم (طٰہٰ) ۵۲ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے واسطے وہی چیز ہے جو اس نے نیت کی۔
۵۳ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کے بجائے تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

ہارون علیہ السّلام اور الواح کا تذکرہ نہیں آیا۔ قبطی کے قتل میں نیت کا فرق کچھ نہ کچھ ضرور ہے اگرچہ قصدِ قتل نہ ہو مگر اس واقعہ میں نیت نہایت اعلیٰ تھی۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے استغفار (عما فعلہ بہارون علیہ السّلام والالواح) کے متعلق تفسیر مظہری جلد ثالث ص۴۶۴ میں ہے

والظاہر ان المقصود الاستغفار لاخیہ ضم الیہ نفسہ توطیتہ لہ ودفعا للشماتتہ

سلہ تفسیر مظہری کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ (۱) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جو دعا کی۔ رب اغفر لی ولاخی یہاں اگرچہ پہلے اپنے لئے مغفرت کی دعا کی ہے مگر اصل مقصود اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کے لئے دعا کرنا ہے۔ اپنا نام پہلے بطور تمہید لائے اور اس لئے کہ (سامری کی جماعت) حضرت ہارون علیہ السّلام کا مذاق نہ بنائے کہ حضرت موسیٰ ؑ حضرت ہارون ؑ کو بھی گنہگار سمجھ کر ان کے لئے استغفار کر رہے ہیں اس کے علاوہ دوسروں کے لئے استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے لئے استغفار کرے تاکہ یہ تصور نہ ہو کہ اپنے آپ کو پاک صاف سمجھ رہا ہے۔ (۳) خود استغفار کر لینے کے بعد دعا جلد قبول ہو جاتی ہے۔ اسی بناء پر نماز جنازہ کی دعا میں پہلے لحیینا ہے یعنی زندوں کے لئے مغفرت کی دعا پہلے ہے۔ یعنی پہلے اپنے لئے مغفرت کی دعا کی جاتی ہے پھر مردہ کے لئے (۴) اسی طرح اہل قبور کی زیارت کے وقت بھی جو دعا منقول ہے یغفر اللہ لنا ولکم (اللہ ہمیں بخشے اور آپ کو) اس میں پہلے اپنے لئے مغفرت کی دعا ہے پھر اہل قبور کے لئے (۵) سورہ محمد وغیرہ آیات میں جو وارد ہوا ہے کہ "واستغفر لذنبک وللمومنین والمؤمنات" اس سے مقصود امت ہے نہ کہ آنحضرت صلعم (۶) اب یہ طریقہ امت محمدیہ کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر بارگاہ رب العزت میں کسی کی مغفرت کے لئے دعا کی جائے تو سب سے پہلے اپنی مغفرت کی دعا ضروری ہے۔ (۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ کبائر وصغائر سب سے معصوم تھے پھر بھی واستغفر لذنبک الخ آپ کے لئے وارد ہے جس کا منشاء صرف یہ ہے کہ اس طرح امت کو استغفار کرنے کا ایک طریقہ معلوم ہو جائے اور یہ سنت ہمیشہ باقی رہے۔ چنانچہ جن لوگوں کی نظریں قرآن مجید پر وسیع ہیں اور انھوں نے گہرائی سے قرآن کو سمجھا ہے وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ قرآن حکیم میں اس طرح کے نظائر کثرت ہیں اور اسالیب کلام الٰہی سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ سورۂ فتح میں ہے۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الخ خطاب نبی صلعم سے ہے مگر باتفاق مفسرین مراد اس سے امت ہے ملاحظہ ہو تفسیر نیشاپوری وغیرہ۔ آیات مذکورہ بالا میں جو لفظ "ذنب" واقع ہے اس کی نسبت فاعلی پیغمبر کی طرف صحیح نہیں بلکہ ان آیات میں ذنب کی نسبت آنحضرت صلعم کی طرف اضافی ہے۔ سورہ الطلاق میں ہے یایھا النبی اذا طلقتم النساء الخ (باقی ص۳۲ پر)

عنه ولان سنة الاستغفار لغیرہ ان یبدء بالاستغفار لنفسه دفعا للتزکیة لنفس ولان الدعا بعد الاستغفار اقرب الی الاجابة ومن ثم ورد فی دعاء الجنازة اللهم اغفر لحینا ومیتنا قدم الاستغفار للاحیاء لکونه منهم وفی الدعاء لاهل القبور یغفر الله لنا ولکم وقال الله لنبیه صلی الله علیه وسلم مع کونه معصوما واستغفر لذنبك وللمومنین والمومنات حتی تبقی منه سنة فی امته الخ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے آپ کو مرتکب معصیت نہیں سمجھتے ہیں اور نہ حقیقتاً اس سے استغفار کرتے ہیں بلکہ اپنے استغفار کو بھائی کے استغفار کے لئے توطیہ اور تمہید بناتے ہیں۔

اور اگر بالفرض مذکورہ بالا تحقیق ناقابل قبول ہی سمجھی جائے (حالانکہ اس کے قبول کے شواہد صحیحہ موجود ہیں) تو مجھ کو اس کے قبول کرنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ غلطی اور سبقت قلم ہے۔ استغفر اللہ

(سلسلہ حاشیہ ۲) اس آیت میں خطاب یا ایہا النبی سے شروع ہوا لیکن پھر "طلقتم" اور "فطلقوھن" میں جمع کی ضمیریں آئیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب آنحضور ہیں لیکن مراد اُمت ہے سورۂ احزاب میں ہے "یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین" حسب تصریح البحر المحیط لابن حیانؒ و درمنثور وغیرہ مراد اس سے اُمت ہے نہ کہ آنحضور صلعم۔ پس قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں آنحضرت صلعم کو خطاب کر کے لفظ ما تقدم وما تاخر آیا ہے اس سے مراد وسعت اور عموم ہے۔ بولتے ہیں اعطی من رای ومن لم یرہ یعنی ہر شخص کو دیا اس کا فیض عام ہے۔ جاہلی شاعر کہتا ہے

~ فیا عجبا للناس یستشرفوننی ۔۔۔ کان لم یروا بعدی محبا ولا قبلی

ترجمہ یہ ہے۔ تعجب ہے مجھ پر لوگوں کی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ گویا انھوں نے کبھی کسی عاشق کو دیکھا ہی نہیں یہاں شاعر نے محض وسعت وعموم پیدا کرنے کے لئے "کان لم یروا بعدی محبا ولا قبلی" کا اسلوب اختیار کیا ہے پچھلے اور اگلے زمانہ میں کسی کو نہ دیکھنا مقصود نہیں ہے۔ ان نظائر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جو سورۂ اعراف میں فرمایا "رب اغفر لی ولاخی" الخ تو یہ بات نہ تھی کہ آپ سے خدانخواستہ کوئی گناہ ہوا تھا اس لئے اس سے استغفار کرتے ہیں بلکہ اپنے استغفار کو بھائی کے استغفار کی تمہید بناتے ہیں۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

عن کل ذنب واتوب الیہ

(۴) "الف" انبیاء علیہم السّلام کو معیارِ حق قرار دینا اور اس کو جزوِ ایمان سمجھنا کسی نصِ صریح میں وارد ہے یا عقلی قضیہ ہے یعنی جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نص صریح ہے۔ کیا محمد معیار للحق بھی کسی نص میں وارد ہے کہ اس کو جزوِ ایمان بنایا جائے یا نہیں یا کسی نص میں وارد ہے النبی معیار للحق یا کہیں فرمایا گیا ہے "الانبیاء معیار للحق"

(ب) اگر نص صریح میں وارد نہیں ہے بلکہ عقل صحیح اور دلائل صریحہ اس کے باعث ہیں تو کیا رسالت اور معیارِ حق میں نسبت مساوات ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کل نبی معیار للحق اور کل معیار للحق نبی" اور اسی طرح نفیاً کہا جا سکے لا شئ من الانبیاء الا وھو معیار للحق اور لا شئ من معیار للحق الا وھو نبیٌ" یا ان دونوں میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے یعنی کل نبی معیار للحق" کہنا مسلم ہے مگر کل معیار للحق نبیٌ" غیر لازم التسلیم ہے کیوں نہیں ہو سکتا کہ کوئی معیارِ حق ہو اور وہ نبی نہ ہو۔

(ج) اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہے تو رضائے خداوندی کیوں ذمہ دار نہ ہوگی اور خصوصاً جبکہ اس کی خبر علام الغیوب نے دی ہو جس کے سامنے ازل اور ابد کی تمام کائنات حاضر ہیں کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی قال سبحانہ وتعالےٰ لا یضل ربی[1] ولا ینسیٰ۔ سابقین اولین کے متعلق آیات واردہ پر غور فرمایئے کس طرح اللہ تعالےٰ نے اُن سے اپنی رضا کی تصریح فرمائی ہے۔

(د) اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہو سکتی ہے تو قادر مطلق علام الغیوب کا یہ ارشاد قطعی اپنی کفالت کا "ولکنّ[2] اللہ حبب الیکم الایمان و

[1] نہ بہکتا ہے میرا رب نہ بھولتا ہے　[2] پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھا کر دکھایا (سجادیا) اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈالدی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی یہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا۔

زینه فی قلوبکم وکره الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک هم الراشدون فضلاً من الله ونعمة والله علیم حکیم" کیوں نہیں ذمہ دار ہوگا۔ کیا اس خبر میں شک کرنا درست ہو سکتا ہے۔ کیا اس میں تامل کفر نہیں ہے تو یہ حضرات کیوں نہ معیار حق ہوں گے

(ط) اگر عصمت (جس کا صریح اشارہ کسی قطعی نص میں نہیں ہے اشارات و دلالت ہی سے اخذ کیا گیا ہے) قابل اعتماد ہے تو خبر خداوندی دخول وخلود فی الجنۃ کی جو یقینی اور قطعی ہے کیوں نہیں قابل اعتماد ہے کیا اس میں شک کرنا درست ہوگا اور کیا خلود فی الجنۃ کسی عاصی اور نافرمان کے لئے ہو سکتا ہے۔ سابقین اولین صحابہ کے لئے فرمایا جاتا ہے۔ واعدّ[1] لهم جنات تجری تحتها الانهار خلدین فیها ابدا ذلك الفوز العظیم" جناب رسول اللہ علیہ وسلم عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارت دخول جنت اور خلود کی عطا فرماتے ہیں کیا اس کی تغلیط ہو سکتی ہے۔ پھر کیا یہ حضرات معیار حق نہ ہوں گے اور اگر عصمت مفہومہ انبیاءً علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے موجب معیار حقانیت ہو سکتی ہے تو وہ شہادت قطعی خداوندی دربارۂ صحابۂ کرام جس کی تصریح تورات، انجیل، قرآن میں فرمائی گئی ہو کیوں نہ معیار حقانیت قرار دیجائے قال اللہ تعالیٰ۔ محمد[2] رسول اللہ والذین معه الی قوله تعالیٰ ذلك مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل۔

(ی) اگر عصمت کی وجہ سے اصحاب عصمت معاصی سے محفوظ ہو سکتے ہیں تو خبر قطعی "یوم[3] لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معه نورهم یسعی بین ایدیهم وبایمانهم

---

[1] اور تیار کر رکھے ہیں واسطے اُن کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں انھیں میں ہمیشہ۔

[2] محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے اُن کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی نشانی اُن کی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے یہ شان ہے انکی تورات میں اور مثال انکی انجیل میں۔ [3] جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کریگا نبی کو اور ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اس کے ساتھ انکی روشنی دوڑتی ہے انکے آگے اور ان کے داہنے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کردے ہم کو ہماری روشنی اور معاف کردے ہم کو۔

یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا الخ کیوں باعث تحفظ نہیں ہو سکتی ۔

خلاصہ یہ کہ متعدد آیات قرآنیہ قطعیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے عدم صدور معاصی اور اُن کے تحفظ عن المعاصی کے دلائل قطعیہ ہیں معیار حق ہونے کے لئے یہی اصل اصول ہے یعنی یہ علم یقینی کہ وہ شخص وقوع اور صدور معاصی سے محفوظ ہو خواہ عصمت کی وجہ سے یا ثبوت رضا ، خداوندی کی وجہ سے یا ثبوت خلود فی الجنۃ کی وجہ سے یا ثبوت اجتبا ، یا تکفل خداوندی بالمحافظت عن اسباب المعاصی وغیرہ کی وجہ سے اس کے لئے عدم امکان عقلی ضروری نہیں فقط عدم امکان وقوعی خواہ بالذات ہو یا بالغیر کافی ہے جو کہ صحابہ کرام کے لئے حسب آیات مذکورہ یقینی ہے ۔

باقی رہا یہ شبہ کہ انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں کا تدارک بالوحی ہو سکتا ہے غیر انبیاء کی غلطیوں کا تدارک نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ وحی غیر انبیاء پر نہیں آسکتی بالکل لا یعنی ہے ۔

(الف) جبکہ عنایت ربانی اپنی رضا اور توجہ کی قطعی خبر دے چکی ہے تو وہ غلطی ہونے ہی نہ دیگی ورنہ کذب خبر خداوندی لازم آئیگا وھو محال ۔

(ب) اور اگر غلطی بفرض محال ہوئی بھی تو اس کا تدارک کرے گی جس کی وہ ذمہ داری اپنے اوپر لے چکی ہے ۔

(ج) کیوں نہ تحدیث اور الہام سے اس کا تدارک ہو سکے گا ۔ قال النبی[1] صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فی الامم قبلکم محدثون فان کان فیکم محدث فعمر (او کما قال) وقال علیہ السلام الحق[2] ینطق علی لسان عمر (او کما قال)

(د) کیوں نہ رویائے صالحہ سے اس کا تدارک کیا جا سکیگا ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذھبت[3] النبوۃ وبقیت المبشرات قالوا وما المبشرات یا رسول اللہ قال الرویا

---

[1] فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلی اُمتوں میں بھی مُحدَّث ہوا کرتے تھے (جن پر منشاء الٰہی منکشف ہو جایا کرتا تھا) پس اسی انداز میں اگر تم میں بھی "محدث" ہیں تو وہ عمر ہیں رضی اللہ عنہ [2] حق حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے [3] آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نبوت تو ختم کر دی گئی البتہ مبشرات باقی رکھے گئے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اس کو دکھایا جاوے ۔

الصالحۃ یراھا المومن او تری لہ (اوکما قال) وقال علیہ السلام الرؤیا[۱] الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ (اوکما قال)

(۵) کیوں نہ بصیرۃ خواص مومنین اس کی تدارک کر سکے گی قال تعالٰی قل ھٰذہٖ[۲] سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ (سورہ یوسف) وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ[۳] المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ۔ الحدیث

(۶) جبکہ ارشاد ہے لا تجتمع[۴] امتی علی الضلالۃ اور قرآن فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی الآیۃ تو کیا یہ ارشاد باعث تحفظ نہ ہوگا اور وہ قادر مطلق مقلب القلوب تحفظ کر کے ایسی غلطیوں کو نیست و نابود نہ کردیگا؟

محترما! صحابہ کرام کی وہ غلطیاں جن کو آپ امکان بلکہ وقوع کے درجہ میں دکھلا رہے ہیں اگر روایات تاریخیہ اور احاد سے ثابت ہیں تو وہ ان قطعیات قرآنیہ کے سامنے کسی طرح کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اور اگر ان کی کوئی حقیقت ہو بھی تو وہ نیت ہائے فاسدہ سے صادر ہوتی ہیں یا نیت ہائے صالحہ سے۔ کیونکہ بسا اوقات غلط فہمی اور خطا سے کوئی عمل صادر ہوتا ہے مگر وہ اُن اعمال قبیحہ سے بہت ہی گرا ہوا اور خفیف شمار ہوتا ہے جو کہ عمداً اور بہ نیت فاسدہ وقوع میں آئے ہوں قتل عمد اور قتل خطا کی جزاؤں میں کس قدر تفاوت ہے حالانکہ دونوں میں مقتول کی جان ہلاک ہوتی ہے۔ اگر کسی نے اپنی زوجہ سمجھ کر اجنبیہ سے جماع کیا تو کیا اس وطی بالشبہ کی وہ سزا ہوگی جو جان بوجھ کر اجنبیہ سے جماع پر مقرر ہے حالانکہ دونوں میں جماع متحقق ہے۔ بہر حال جو اعمال خطاءً ہوئے ہوں وہ ان اعمال سے نہایت ہلکے ہیں جو کہ عمداً کئے گئے ہیں خواہ یہ خطا فعل میں ہو یا علم اور سمجھ

---

[۱] اچھا خواب نبوت کا ایک ٹکڑا ہے نبوت کے ۴۶ ٹکڑوں میں سے [۲] کہدے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، میں بھی اور جو میرے پیرو ہیں وہ بھی۔ [۳] نبی صلعم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالٰے کے نور سے دیکھتا ہے [۴] میری امت کا اجماع گمراہی نہیں ہو سکتا۔

میں ہو۔ ثانی الذکر ہی کو معصیت کہا جاتا ہے۔ بخلاف اول الذکر کے ان کے لئے تو رفع کی تصریح ہے۔ قال اللہ تعالےٰ لا تؤاخذنا[1] ان نسینا او اخطأنا ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع[2] عن اُمتی الخطاء والنسیان ۔ انبیاء علیہم السلام کی خطائیں سب اسی قسم کی ہیں۔ اس لئے وہ باوجود عصمت صدور پذیر ہوئیں ان میں فساد نیت کا شائبہ بھی نہیں۔ اسی وجہ سے ائمہ اہلسنت والجماعت مشاجرات صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کو خطاء اجتہادی قرار دیتے ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے ازتکاب اکل شجرہ کو ارشاد "فنسی ولم[3] نجد لہ عزما" ذنب خفیف اور غیر موجب مواخذہ اور داخل فی العصمۃ قرار دیتا ہے تو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مشاجرات کو ان کے مناقب کی آیات اور احادیث صحیحہ کیوں نہ ہلکی اور غیر موجب مواخذہ اور داخل فی المحفوظیت قرار دیں گی اور کیوں نہ ان کے دامن کو خطأ اجتہادی قرار دیکر منزہ اور پاک سمجھا جائیگا۔

محترما! صحابہ کرام میں جو بھی کمالات اور بھلائیاں ہیں خواہ از قسم علم ہوں یا از قسم عمل وہ سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اور آپ کے اتباع ہی سے ہیں۔ بالذات کچھ نہیں ہے۔ مگر جب قرآن اور احادیث صحیحہ نے ان میں موجبات معیاریت حقانیت کی خبر دیدی تو آج ہم کو ان کی معیاریت میں کلام اور تامل کرنا یقیناً قطعیات کا انکار ہوگا۔ جو کہ انکار کتاب اللہ ہے۔

آپ کا یہ ارشاد" اور تمام امور میں ان کی اتباع کیسے ممکن ہے۔ لامحالہ بہت سی باتوں میں ان کی اتباع ترک کرنی پڑے گی اور اس کے ترک کے لئے ہمارے پاس معیار رسول ہی کی سنت ہوگی پھر صحابہؓ کو معیار حق کہنے کا کیا مطلب" میری سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں بھی تو روایات اور احادیث متعارضہ موجود ہیں تو پھر آپ کو بھی معیار حق کس طرح قرار دے سکتے ہیں اور پھر آگے چلئے جناب باری

---

[1] اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں [2] میری امت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا گیا ہے۔
[3] پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں پختگی۔

سُبحانہٗ و تعالےٰ کے ارشادات قرآنیہ میں بھی تو بظاہر تعارض و تخالف موجود ہے پھر کتاب اللہ اور جناب باری عز اسمہٗ کو بھی معیار حق قرار دینا ناممکن ہوگا آخر اسی کی وجہ سے تو مجتہدوں اور اسلاف کرام میں جدو جہد اور اصول فقہ و کلام اور کتب مبسوطہ لکھنے اور تدوین کی ضرورت پیش آئی۔

پھر حدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر[۵۱] الحدیث اور علیکم بسنتی[۵۲] وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ وغیرہ احادیث صحیحہ کثیرہ دربارہ صحابہ کرام کا اتباع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے جس کو جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے ہم پر واجب کیا ہے۔ اُن کا اتباع بحیثیت رسالت نہیں ہے، بلکہ بحیثیت نقل و فہم ارشادات نبویہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح بعد والے ائمہ کا اتباع بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے جو کہ بحیثیت نقل و فہم ہی کیا جاتا ہے کسی کو مطاع بالذات نہیں کہا جاتا ہے۔ مطاع مطلق تو صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اس لئے یہ کلام جناب والا کا سمجھ میں نہیں آتا۔ غور فرمائیں۔

(۵) آپ فرماتے ہیں "اور اگر معیار حق ہیں تو جملہ صحابہ یا محض خلفاء راشدین" محترما! جن صحابہ کے متعلق نصوص وارد ہیں اُن کے لئے تو اس کو تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ آپ نے دربارہ صحابہ کرام نصوص کو دیکھ لیا اب آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ مگر مودودی صاحب تو سلب کلی فرماتے ہیں کسی ایک صحابی کو مستثنیٰ نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاء کو بھی سوائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معیار حق تنقید سے بالاتر اور اُن کی ذہنی غلامی جائز نہیں قرار دیتے ہیں تو پھر یہ عقیدہ مودودیان کس طرح جائز اور صحیح ہے اور کس طرح یہ تعلیم ایمان کی تعلیم قرار دیجا سکتی ہے، غور فرمائیے اور اُن کے ایمان کو ثابت کیجئے جو ہمکو نسلی مسلمان اور اپنے آپ کو اصلی مسلمان کہتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

---

۵۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہیں (یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) ۵۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے میرے طریقہ (سنت) کی اتباع اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں انکی سنت (طریقوں) کی اتباع۔ اسکو دانتوں سے پکڑ لو

مکتوب ۲

جناب مولانا عبدالماجد صاحب (دریاباد) کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - والانامہ مورخہ ۸ مئی باعث سرفرازی ہوا۔ گرمی کی شدت اور مشاغل رمضان کی گرانباری کی وجہ سے باوجود ضرورت اور روزانہ جد وجہد کے ارسال عریضہ میں تاخیر ہوگئی بحمد اللہ خیر وعافیت سے ہوں - جناب کا جو بیان چھپا ہے اُس کی ایک کاپی حاصل کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں تاکہ غور فرمائیں۔

مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں -

(۱) یہ بنیادی عقیدہ دستور اس جماعت کا بنایا گیا ہے جس کو مودودی صاحب نے اختیار کیا ہے اور اس کو اصلی مسلمان اور دوسرے کو نسلی مسلمان کے لقب سے بار بار یاد فرماتے ہیں

(۲) اس عقیدہ کی بنا پر اجتہاد ہر عربی جاننے والے گریجویٹ اور پروفیسر وغیرہ پر اس طرح ضروری ہو جاتا ہے جیسے کہ ہوا اور پانی ہر انسان کے لئے ضروری ہیں چنانچہ ان کی تصانیف تصریح کر رہی ہیں ۔

حاشیہ مکتوب ۲ و ۳ حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کے مفصل مکتوب گرامی ۲ کے جواب میں مخدوم دریابادی نے جو گوہر افشانی کی ہے وہ درج ذیل ہے -

مخدوم ومحترم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - رجسٹرڈ والانامہ نے کئی دن ہوئے مشرف کیا تھا - میں جو کچھ عرض کر سکتا تھا پہلے عریضہ میں عرض کر چکا ہوں اب آپ میرے حق میں بس شرح صدر کی دعا فرمائیں ۔

والانامہ کے ایک دوسرے پہلو سے متعلق البتہ گستاخانہ عرض خیال کرنے کی اجازت چاہتا ہوں - آپ ہی کے اکابر نے اصاغر کو اس کی اجازت دے رکھی تھی - والانامہ کے چند صفحوں میں کہیں بھی بسم اللہ یا اس کے مماثل کلمہ کا نظر نہ آنا بلکہ بجائے اس کے ہر صفحہ پہ انگریزی حروف میں ۷۸۶ نظر آنا مجھ نافہم کی فہم سے بالکل باہر نکلا والسلام

دعاگو دعا خواہ عبدالماجد دریاباد ۴ جون ۱۹۵۴ء

مخدوم دریاباد کے اشہب قلم کی روانی اگر دیکھنی ہے تو سچ اور صدق جدید کو دیکھا جائے - آپ ماشاء اللہ

(۳) اس عقیدہ والے کو تقلید کسی امام مذہب اور امام طریقت اور کسی تابعی اور کسی صحابی کی کرنی درست نہیں ہے۔

(۴) ان لوگوں کی تصریح ہے کہ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انسان خواہ صحابہ ہوں یا تابعین، خلفاء راشدین ہوں یا غیر خلفاء، ائمہ جرح و تعدیل ہوں یا ائمہ حدیث وفقہ ہوں سب میں انسانی کمزوریاں ہیں کوئی معصوم نہیں ہے۔ اس لئے کسی کو امام اور مقلَّد بنانا درست نہیں ہے سب میں خطا اور غلطی کا احتمال ہے۔ اس لئے بجز ذات نبوت (علیہ السلام) کوئی بھی نہ معیار حق ہے اور نہ کسی پر اعتماد کلی ہے۔

(۵) یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جاہلیت، حضرت مسطح رضؓ کے نفقہ کو بند کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاہلیت وفات نبوی پر تلوار نکال کر لوگوں کو قول وفات سے روکنا وغیرہ ذکر کرتے ہیں اور اسی طرح حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی متعدد جاہلیتوں

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) جنگ برگی گری (گوریلا نا رفیر) کے سب سے بڑے ماہر ہیں اُن سے لڑ کر کون جیت سکتا ہے باقاعدہ علمی تنقید کر کے بیک وقت کبھی نہ بتائیں گے کہ فلاں شخص اتنا ہدایت پر اور اتنا ضلالت پر ہے۔ نہیں اس کے برعکس وہ تمام عمر ایک فقرہ اور دو لفظ کے حساب سے منتشر طور پر نکال نکال کر اس پر لوگوں سے جذباتی اپیل کرتے رہیں گے جس کی تفصیل میں جانا ہم روا نہیں رکھتے۔ البتہ جماعت مودودی کے بارے میں موصوف کے چند اقتباسات کو درج کرنا ضروری خیال کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ آگ لگانے اور بجھانے کا کتنا بہتر سلیقہ ہمارے مخدوم دریابادی کو ہے۔ صدق جدید میں ایک مراسلہ اگست ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے اور سوال آپ کے یہ ہے۔

جناب مولانا عبد الماجد صاحب۔ السلام علیکم۔ آج کل مودودی جماعت کے متعلق ہندوستان پاکستان میں بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ خاص کر بمبئی میں یہ لوگ بڑا شور و شر کر رہے ہیں۔ میں نے خاتم السوانح میں دیکھا ہے جو صفحہ ۲۴ پر درج ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔ لہذا آپ کا اس جماعت کے متعلق کیا خیال ہے وغیرہ؟ (لطیف اللہ دہلی دربار ہوٹل ۱۹۷۰ بمبئی ۴)

جواب سُنئے۔ خاتمۃ السوانح خواجہ عزیز الحسن مجذوب کے قلم سے ہے جو حضرت تھانویؒ کے عاشق زار خلیفہ مجاز تھے اُن کا بیان یقیناً محققانہ ہوگا صدق کا جو کچھ مسلک اس باب میں ہے بار بار ان صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ جماعت باوجود اپنے بانی کے بعض بڑے قابل قدر علمی کارناموں اور دینی خدمات کے بحیثیت

کو ذکر کرتے ہیں۔ نیز دیگر صحابہ کرام کے متعلق ایسے ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں کہ ایک عامی مسلمان ان کو سننا گوارا نہیں کر سکتا اور ان امور کو ابن عبدالبر اور ابن تیمیہ وغیرہ مصنفین کی طرف نسبت کرتے ہیں - اس قسم کے متعدد امور ہیں جن کو اسی عقیدہ کی بنا پر فروغ دیا گیا ہے اور مودودی تصانیف جگہ جگہ پر ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔

چونکہ ایسی ایسی ہفوات کی بنا پر تمام قلعہ روایات کی تصحیح اور تقویت کا منہدم ہو جاتا ہے اس لئے ذوق مجتہد (مودودی) کو ہی معیار حق قرار دیتے ہیں۔ یہ غیر متناہی مجتہدوں اور بالخصوص اُن کے امام مودودی صاحب جن روایات کو اپنے ذوق سے صحیح قرار دیں وہ ہی صحیح ہیں اور جن کو مجروح قرار دیں وہ مجروح ہیں۔ ہر پرو فیسر اور ہر مجتہد اس کا مجاز ہے۔ کتب صحاح بالکل لغو ہیں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام اہل سنت والجماعت محدثین، فقہا، علمار کرام وغیرہ متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں اُن کی توثیق اور عدالت کے بحث کی ضرورت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ

(حاشیہ متعلق صفحہ ۲۹) مجموعی گم کردہ راہ جماعت ہے۔ مقیداثرات سے کہیں زیادہ مضر پہلوؤں کی جامع ہے۔ حضرت تھانوی کا ذوق سلیم اس زمانہ میں اس جماعت کی طرف سے کھٹک گیا تھا اور حضرت کی فراست دینی اسی وقت "امیر جماعت" کی طرف سے بدگمان ہو گئی تھی۔ حالانکہ اس وقت تک جماعت کی طرف سے ان مفاسد (یعنی بُرائیوں) کا ظہور نہیں ہونے پایا تھا جو بعد کو ہوا (ملاحظہ ہو صدق جدید اگست ۱۹۵۱ء) اسی ہاتھ لگے کراچی کے ایک مراسلہ کے جواب میں مخدوم دریابادی تحریر فرماتے ہیں۔ "اختلاف تو اُن کے

صرف ان غالیانہ عقائد سے ہے جہاں وہ اہل سنت کے مسلک سے ہٹ کر ٹھیک قدیم خوارج کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں" (صدق جدید ستمبر ۵۲ء)

کیا یہ لفظ خوارج کوئی تحسینی کلمہ ہے؟ غالباً مخدوم دریابادی نے اس جماعت کو سب سے پہلے خارجی کہا اور برابر اپنے اخبار میں خارجیت کے الفاظ سے یاد فرماتے رہے۔ لیکن جب جماعت مودودی کے بنیادی عقائد کی دفعہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا جاتا ہے تو باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی عین حق وصواب کے ساتھ پوری فنی قابلیت سے اتنا لکھ جاتے ہیں کہ "زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کے ساتھ بعض توضیحی فقرے بڑھا دیئے جائیں" جب پورے بیان پر مواخذہ کیا جاتا ہے تو بڑی چالاکی سے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ "مجھے اپنی شائع شدہ تحریر کا مطلق علم نہیں" باقی رہے الفاظ "تنقید سے بالاتر" "غلامانہ ذہنیت" (ملاحظہ ہو ص۴۳)

قرآن مجید میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس قدر اُن کی توثیق اور تعدیل کردی ہے کہ اس سے زائد ممکن نہیں۔ البتہ خوارج، روافض وغیرہ فرق مبتدعہ عدالت صحابہ کے قائل نہیں ہیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ اگر صحابہ کرام میں انسانی کمزوریاں اسی طرح غالب ہیں تو کتاب (قرآن مجید) اور حدیث (سنتہ) پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے۔ ہر ملحد و زندیق کو گفتگو کرنے اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کا موقعہ ہاتھ آتا ہے۔

بہر حال یہ عقیدہ جس کے متعلق آپنے بلا غور و فکر فرمایا کہ "آپ نے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا ہی چاہیئے الخ" میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ تو مودودی صاحب کے اقوال اور عقائد سے بہت زیادہ واقف ہیں کیا ان الفاظ میں تلبیس شدید اور انتہائی تخریب پنہاں نہیں کی گئی ہے۔

(سلسلہ حاشیہ صلا) یہ اسلوب نگارش افسوسناک ہے اور مجھے دل سے ناپسند۔ غلط فہمیوں کا اصل باعث قلم کی یہی بے احتیاطیاں اور منہ زوریاں ہیں" (عبدالماجد ۶ رمئی)

مخدوم دریابادی کے اس خط پر پھر گرفت کی گئی کہ معیار حق کی جو تاویل جناب نے فرمائی اور وہ بھی بلفظ غالباً وہ بھی محل تامل ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہی تھا جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "معیار حق سے اس جماعت کا اشارہ غالباً وحی الٰہی کی جانب ہے یعنی اصلاً معیار حق وحی الٰہی ہی ہے" تو اولاً عرض یہ ہے کہ اس قسم کا احتمال اعتبار کرنے پر اُس کی تصویب کی گئی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ شائع شدہ عبارت کہ "وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا ہی چاہیئے" زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کے ساتھ بعض توضیحی فقرے بڑھا دیئے جائیں" کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جبکہ اس عبارت کی تصحیح اس احتمال پر ہو سکتی ہے کہ اس جماعت کی مراد معیار حق سے وحی الٰہی ہو تو یہ مسئلہ یقینی اور اتنا ضروری کیسے رہ گیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "وہ تو عین حق و صواب ہے" حسب عادت برہم ہو کر شرح صدر کی دعا کے طلبگار ہو گئے اور مودودیوں کے بارے میں گذشتہ بیانات یک لخت فراموش کر دیئے اور چلتے خود اپنے پیر حضرت شیخ الاسلام مدظلہ پر نہایت ہی بھونڈے طور پر اعتراضاً بسم اللہ نہ لکھنے اور ہیڈ پر لفظ جھنڈ چھپے ہوئے کو آڑ بنا کر گویا بہت بڑا تیر مارا اور یہ نہ سوچا کہ خطوط پر بسم اللہ وغیرہ مماثل کلمہ کا لکھنا نہ تو فرض ہے اور نہ واجب اگر ایسا ہوتا تو تمام اہل علم اور مشائخ اس کے پابند ہوتے۔ حضرت مولانا تھانوی کا والا نامہ میرے پاس محفوظ ہے۔ نہ تو بسم اللہ درج ہے اور نہ کوئی مماثل کلمہ تحریر ہے۔ کیا ہر سنت کی اتباع اور استحباب تک کی پابندی کے جناب خوگر ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے ورنہ آپ اپنے خطوط میں بسم اللہ الرحمن الرحیم من فلاں (باقی صلا پر)

(الف) رسول خدا (علیہ السّلام) کے سوا جتنے انبیاء علیہم السّلام ہیں کیا وہ معیار حق نہیں ہیں

(ب) کیا اُن پر آج بھی ایمان لانا اور اخلاق کاملہ و اعمال نبوت سے متصف قرار دینا فرض نہیں ہے۔

(ج) کیا اُن کی شان میں منصب نبوۃ کے خلاف کسی قسم کی گستاخی کرنا آج جائز ہے۔

(د) کیا معیاریت حق لوازم نبوۃ میں سے نہیں ہے۔ اس کا انکار ان کی نبوت کے انکار کو مستلزم نہ ہوگا

(ہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیار حق قرار دینا اور دوسرے انبیاء علیہم السّلام سے اس وصف کو نفی کرنا جیسا کہ صریح مدلول اس دفعہ کا ہے۔ کیا یہ تفریق بین الرسل اور حرام نہیں۔

(و) کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدِّق لجمیع الانبیا ہونا اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی تفصیل قرآن و حدیث میں آئی ہے اس کا انکار کر دیا جائے۔

(ز) کیا اصول فقہ کا مسلم مسئلہ نہیں ہے کہ "شریعۃُ من قبلنا شریعۃٌ لنا اذا لم یکن منسوخاً و ذُکر فی کتبنا"۔

(ی) کیا قرآن مجید کی آیت "اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ" (سورۂ انعام) ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا" (سورہ نحل) قولوا امنا باللہ وما اُنزل الینا وما اُنزل الی ابراھیم و اسمٰعیل الآیہ (سورہ بقرہ) وغیرہ آیات متعددہ میں آج بھی ان انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لانے اور یقین رکھنے اور اُن کو معیار حق ماننے کا حکم قطعی نہیں ہے۔

امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے آپ کا جواب سمجھ میں نہیں آتا غور فرمائیے۔ آپ کا یہ ارشاد اس جگہ میں فرمانا "انبیاء سابقین کی تصدیق اور اُن پر ایمان تو ایک کھلا ہوا مسلمہ ہے۔ یقین نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲) ابی فلاں کے پابند ہوتے اور اما بعد سے آغاز مدعا کرتے یا قرآنی شہادت کے مطابق من فلاں کے بعد بسم اللہ سے شروع فرماتے۔ شرح نووی اور ابن مفلح کی الآداب الشرعیہ پڑھئے اور اپنے اس طفلانہ اور بے محل اعتراض پر ماتم فرمائیے۔ بات کیا اور آپ ۴ر جون ۱۹۵۴ء کے خط میں لکھتے کیا ہیں آخر کوئی مناسبت ہے؟ (اصلاحی)

آتا کہ مودودی صاحب یا اُن کے اتباع میں سے کسی نے اس سے انکار کیا ہو؛ ان کی صریح عبارت کا انکار ہے۔ مودودی صاحب دستور اپنی جماعت کا لکھ رہے ہیں۔ عرصہ دراز سے یہ دستور شائع اور معمول بہ ہو رہا ہے اور الفاظ اتنی وضاحت کے ساتھ سلب کلی کے طور پر ہر انسان سے معیاریت حق اور تنقید سے بالاتری اور ذہنی غلامی کے ابتلا کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پھر آپکی یہ توجیہ کس طرح قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ اس عموم اور استغراق اور سلب کلی اور اطلاق کو کہاں لیجائیں گے۔ بحث الفاظ پر ہے احتمالات غیر مفہومہ عن العبارۃ پر نہیں ہے اور اگر آپ مودودی صاحب کی تصانیف اور اُن کے خواص کی تالیفات کا استقصا فرمائیں گے تو نہ صرف عام انبیاء و رسل بلکہ اولوالعزم رسولوں کی بھی اُن کے بے پناہ قلم سے پناہ اور اُن کی تنقید سے نجات نہ پائیں گے۔ بہر حال الفاظ صاف ہیں۔ آپ کا فریضہ یہ تھا کہ خطا کو ظاہر فرما کر لوگوں کو غلط روی اور گمراہی سے بچاتے کسی شخص کی تکفیر اور تضلیل مطمح نظر نہیں ہے۔ بلکہ اس بنیادی غلطی اور فاسد عقیدہ سے لوگوں کو بچانا ہے۔ غور فرمائیے۔

لفظ معیار حق کی جو تاویل جناب نے فرمائی اور وہ بھی بلفظ غالباً وہ بھی محل تامل ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہی تھا جیسا کہ والا نامہ میں (۲) پر کہا گیا ہے۔ "معیار حق سے اس جماعت کا اشارہ غالباً وحی کی جانب ہے یعنی اصلاً معیار حق وحی الٰہی ہی ہے" تو اولاً غرض یہ ہو کہ اگر اس قسم کا احتمال اعتبار کرنے پر اس کی تصویب کی گئی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ شائع شدہ عبارت یعنی "آپنے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اُس کے بعض توضیحی فقرے بڑھا دیئے جائیں" کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جبکہ یہ مسئلہ یقینی اور اتنا ضروری کیسے رہ گیا۔ کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ تو عین حق و صواب ہے اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا ہی چاہیئے۔

محترما! لفظ معیار حق ایک لغوی لفظ ہے کسی فن کا اصطلاحی لفظ نہیں ہے۔ لغت عربی میں معیار ہر اُس شے پر بولا جاتا ہے جس سے کسی چیز کی مقدار پہچانی جائے خواہ ناپ و کیل ہو یا وزن

وغیرہ اس لئے ہر وہ شخص جس کے فعل، قول، عقیدہ، حال پر پورا اعتماد اسی طرح ہو جائے کہ اس میں قصداً غلطی اور نافرمانی کی گنجائش نہ ہو وہ معیار حق ہوگا اور اس کے ذریعہ سے حق پہچانا جائے گا۔ خواہ اس پر وحی الٰہی آتی ہو یا نہیں۔

(الف) اگر رسول یا نبی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کلام قطعی اور قدیم میں اس شخص کے متعلق خبر دیتا ہے کہ ہم اس سے راضی ہیں تو یقینی بات ہے کہ اس سے قصداً کوئی گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ ورنہ اس علم قدیم میں جو کہ "لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ" کا مصداق ہے خلل لازم آئے گا۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قصداً گناہ کرنے والے سے بھی راضی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ حق وہ ہی امر ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں قرآن مجید میں ہے "لا یرضیٰ بعبادہ الکفر" اس لئے کسی ایسے شخص کے معیار حق ہونے پر تامل کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہو۔ جیسے سابقین اولین مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لئے سورۂ توبہ میں اور اصحاب حدیبیہ کے لئے سورۂ فتح میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(ب) علیٰ ہذا القیاس اگر قرآن مجید میں کسی کے متعلق ہمیشہ جنتی رہنے کی یعنی تابید کی خبر دی گئی ہو تو اس کے متعلق بھی کوئی بالقصد غلط کاری اور معصیت کے ابتلا کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یقیناً اس کے اعمال اور اقوال حق ہی ہوں گے۔ اس میں کوئی شائبہ باطل کا نہیں پایا جا سکتا ورنہ یا اخبار قطعیہ قرآنیہ پر حرف آئے گا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اشخاص جن میں معصیت کا تحقق ہے وہ مُوَبَّدٌ فی الجنۃ ہوں۔ یا یہ خبر تابید جنت کی سابقین اولین مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لئے سورۂ توبہ میں وارد ہے۔

(ج) علیٰ ہذا القیاس اگر قرآن مجید میں کسی کے متعلق تحفظ عن المعاصی والمکروہات کا اعلان کر دیا گیا ہے وہ یقیناً معیار حق ہوگا اس کی تمام حرکات و سکنات نظر خداوندی کی حفاظت میں ہونگی اس سے کوئی گناہ قصداً صادر نہ ہوگا جیسا کہ سورہ حجرات میں صحابہ کرام کے متعلق اعلان کیا گیا ہے

مذکورہ ذیل الفاظ پر غور فرمائیے۔

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون الآیہ۔

کیا اس کفالت قویہ کے بعد بھی کسی نافرمانی کا احتمال ہو سکتا ہے۔

اسی طرح سورۂ تحریم کی آیت" یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ الآیہ۔ سورۂ فتح کی آیت" محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الآیہ۔ سورۂ حشر کی آیت، سورہ اعراف کی آیت اور متعدد کئی آیتیں قطعی طور پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق انتہائی تزکیہ اور تعدیل پر زوردار روشنی ڈال رہی ہیں تو کیا یہ صحابہ کرام معیار حق نہ ہونگے اور اُن کے اعمال و اقوال سے حق پہچانا نہ جاسکے گا۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم، علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ الحدیث، اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ الحدیث۔ احادیث صحیحہ اس بارے میں بہت زیادہ ہیں۔ طول کے خوف سے مذکورہ بالا مختصر عرض پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ تعالےٰ کی اس تصریح کے بعد اگر ہم اس عقیدہ مودودیہ پر نظر ڈالکر فیصلہ کرتے ہیں تو کیا مخالفت قرآن حکیم لازم نہیں آتی اور کیا ایسی خبر خداوندی کے بعد بھی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے محترم صحابہ کو جانچنے کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ اور کیا مودودی صاحب کا سلب کلی کہ کوئی انسان رسول خدا کے سوا نہ معیار حق بن سکتا ہے نہ تنقید سے بالاتر ہو سکتا ہے نہ اُس کی ذہنی غلامی جائز ہو سکتی ہے بالکل غلط اور باطل نہیں ہوتا۔ پھر آپکے یہ کلمات شائع شدہ کس طرح قابل تسلیم ہو سکتے ہیں۔

محترما! گفتگو اس میں ہے کہ ان نصوص کے وارد ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معیار حق ہے یا نہیں؟ اس کی تقلید آنکھ بند کر کے کرنے پر انسان متبع حق رہیگا یا نہیں۔ مودودی صاحب کلیتہً نفی فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام تک کو بلکہ خیر الامت حضرت خلیفہ اول (صدیق اکبر)

کو بھی یہ حق معیاریت اور تنقید سے بالاتری اور ذہنی غلامی کا نہیں دیتے۔ مگر آپ کا شائع شدہ مضمون نہ صرف اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اس کو عین حق اور صواب اور ہر مسلمان کا وہی عقیدہ ہونا لازم کر رہا ہے آنجناب کے اس والانامہ کے مضمون کو جبکہ میں شائع شدہ عبارت کے سامنے رکھتا ہوں تو توافق تو درکنار مخالفت پاتا ہوں۔ مہربانی فرماکر واقعیت سے خبر دیجئے اور مودودیوں کی شائع کردہ تحریر کی تردید فرمائیے۔ احتمالات اور حسن ظن کے امکانات سے قطعی فیصلہ کسی عقیدہ دینیہ اور دستور میں کرنا انتہائی غلطی کے مرادف ہے۔ اس سے خلقت کی گمراہی کا وبال اٹھانا لازم آئے گا۔

یہ تو نہایت مختصر عرض پیش کرسکا ہوں۔ اگر کوئی موقعہ ملا تو تفصیلی باتیں عرض کروں گا۔ میری اس عرض پر چیں بجبیں نہ ہوں۔ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اگر ممکن ہو تو جلد جواب باصواب سے مشرف فرمائیں۔　　ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۷۳ھ

مکتوب ۳

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انتظار شدید کے بعد والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ مایوس کن جواب سے صدمہ ہوا۔ جناب کو یاد ہوگا کہ اس سے تقریباً دو سال پہلے جب میں نے مودودی فتنہ کے متعلق آپ سے خط و کتابت کی تھی تو آپ نے اس فتنہ کی ذمہ داری علماء کے سکوت پر ڈالی تھی اور چند صدق کے نمبروں سے امداد فرمائی تھی۔ مگر تعجب ہے کہ جب اُن کے دستور کی کھلی ہوئی گمراہی کو پکڑا گیا تو تاویلات کرتے ہوئے آپ خود سنگ گراں بن گئے۔ اب ہم اس کا شکوہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کس سے کریں۔

لفظ جے ہند کا مواخذہ بے موقع ہے۔ میری تحریر چونکہ کچھ کٹی ہوئی عبارت پر مشتمل تھی اس لئے میں نے نقل کرنے کو ایک صاحب کو دیدی تھی وہ ایک پیڈ پر صاف کرکے لائے۔ پیڈ بازاری تھا اس کے ہر صفحہ پر یہ لفظ چھپا ہوا تھا۔ نقل کرنیوالے صاحب انگریزی سے ناواقف تھے۔ انھوں نے اس پر نقل کردیا نہ اُنھوں نے یہ لفظ لکھا اور نہ میں نے۔ والسلام۔　　ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ٹانڈہ ۲۳ شوال سنہ ۷۳ھ

مکتوب ۴

جناب شیخ الادبؒ مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے نام

ے جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوئے لوحِ دل از نقشِ غیر حق
علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

این چنیں انفاس خوش ضائع مکن
غفلت اندر شہر جاں شائع مکن

ہر نفس بہرت مسیحائیست چیست
گر نداری پاس او از جہل تست

سیدنا المحترم زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ	جناب من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اطلعت علی قصیدتکم العربیۃ المطبوعۃ فی رسالۃ "القاسم" لشہر صفر وحیث امرتم النظارۃ باخبارکم اغلاطھا فنقبلون شاکرین اجترأت علی الکلمات الاٰتیۃ وان لم اکن اھلا لھا والرجاء منکم العفو ۔	القاسم ماہ صفر میں جو اشعار آپ کے شائع ہوئے تھے میں نے ان کو دیکھا اور چونکہ آپ نے ناظرین رسالہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ان اشعار کے اغلاط پر آپ کو متنبہ کرینگے تو آپ شکریہ کے ساتھ قبول فرمائیں گے اس لئے مجھکو جرأت ہوئی کہ باوجود اصلاح اغلاط کی اہلیت نہ رکھنے کے آپکی خدمت میں

حاشیہ مکتوب ۴ ۔ ۱۳۴۲ء میں دار العلوم دیوبند کے اندر "نادیۃ الادب" کے نام سے ایک مجلس قائم ہوئی تھی جس کا مقصد عربی علم ادب کی ترقی و توسیع تھا ۔ علامہ حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے مصرع طرح کے لئے اس شعر کو ہدف قرار دیا تھا ے تمتع من شمیم عرار نجد ؛ فما بعد العشیۃ من عرار جس پر حضرت شیخ الادبؒ نے حسب قرارداد مجلس پندرہ اشعار لکھ کر اہل علم و فضل سے یہ گذارش کی تھی کہ "ان اشعار میں کسی خوبی کا نہ ہونا تو میری علمی بے بضاعتی پر نظر کرنے کے بعد تعجب خیز نہیں لیکن اگر ارباب نظر اس کی غلطی پر مجھکو مطلع فرمائیں گے تو میں شکر گذار ہوں گا۔"

مطلع اس طرح شروع ہوتا ہے ے الام علی التنجب والتخلی ؛ فقلت لھم الاھن اشغادی

ترجمہ یہ ہے کہ مجھکو اس پر ملامت کی جاتی ہے کہ میں لوگوں سے علیحدہ رہتا ہوں اور خلوت گزین ہوں میں ملامتگروں سے کہتا ہوں کہ میرا طریقہ یہی خلوت گزینی ہے

(باقی ص ۴۹ پر)

سیدی! کانکم قلد تمرفی قصیدتکم
هذه ابا الطیب حیث یقول ؎
اعز مکان فی الدنی سرج سابح
وخیر جلیس فی الزمان کتاب
فقلتم ما قلتم وفیہ ولکن الکتاب کتاب علم
سمیری فی اللیالی والنهار
وانی اری تبدیل هذ الشعر بان
یقال ؎
ولکن الالہ جلیس ذکری سمیری فی اللیالی والنهار

الفاظ ذیل پیش کروں اور امیدوار معافی ہوں ۔محترم بندہ
متنبی شاعر نے اپنے بعض اشعار میں گھوڑے کی زین کو
عمدہ جگہ اور کتاب کو بہترین مصاحب ظاہر کیا ہے غالباً
آپ بھی اسی کے نقش قدم پر چلے ہیں اس بنا پر آپکے
اشعار کی عمارت کھڑی ہوئی ہے اور اسی لئے یہ شعر
بھی آپکے قلم سے نکلا ہے کہ علمی کتابیں ہی رات دن
میرے لئے بہتر قصہ گو ہیں میرے خیال میں اچھا ہوتا اگر اس
شعر کو اس طرح تبدیل کر دیا جاتا جس کا مفہوم یہ ہو جاتا کہ اللہ اپنے
ذکر کرنے والے کے ساتھ رہتا ہے میں رات دن اس سے باتیں کرتا

(سلسلہ حاشیہ مکتوب ہے) اور ختم اس شعر پر یعنی مقطع یہ ہے ؎

خمولی اطیب الحالات عندی واعزازی لدیهم فیہ عاری

مجھ کو تو اپنے تمام حالات میں سے گمنام ہو کر زندگی بسر کرنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور اگر لوگ میری عزت کرتے ہیں تو میں اس کو ذلت اور عار سمجھتا ہوں ۔ انھیں شعروں میں ایک شعر یہ بھی تھا ۔ ؎

ولکن الکتاب کتاب علم سمیری فی اللیالی والنهار

جس کا مفہوم یہ ہے لیکن کتب علمیہ روز و شب مجھکو دلخوش کن قصے سناتی رہتی ہیں (نہ کہ اخلاق پر برا اثر ڈالنے والی کتابیں)

قطب العصر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی عمت فیوضہم نے مصرع "ولکن الکتاب کتاب علم" میں لطیف ترمیم اس طرح فرمائی "ولکن الالہ جلیس ذکری" جس سے شعر کا مضمون بہت بلند ہو گیا ورنہ جہاں تک شاعری کا تعلق ہے شیخ الادب کا شعر غلط نہیں ہے اور ان کے ہمنوا حضرت حافظ شیرازی رح بھی ہیں اور بہت آگے ہیں فرماتے ہیں "دو یار زیرک از بادۂ کہن دومنے ۔ فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے"

اس اصلاح و ترمیم کے بعد حضرت شیخ الادب رح نے القاسم جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ میں تحریر فرمایا ۔ میں ان بزرگوں کا نام ظاہر کرنے سے اس لئے قاصر ہوں کہ کہیں ان کو گراں نہ گذرے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اجازت بھی طلب نہ کی ۔۔۔ ہاں ان بزرگ کی نسبت مختصر الفاظ میں بغرض تعارف اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ اُن کی علمی اور عملی جلالت سے حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ واقف تھے اور ان کو سالہا سال تک یہ فخر حاصل رہا ہے کہ مسجد نبوی کی پاک خاک کو سرمہ نظر کریں وکفیٰ بہ فخرا (اعزاز علی) اس کے بعد تو سب ہی سمجھ گئے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ کے سوا ممدوح کے معاصرین میں کس کو یہ شرف و مجد آجتک حاصل ہو سکا ہے ذلک فضل اللہ الخ

لقوله علیه السلام روایة عن الله انا جلیس من ذکرنی ۔ وانی اری خطأ عظیماً من ابی الطیب فی قوله فیخشی علیه ۔ هذا وقد قیل ما اشغلك عن الحق فهو طاغوتك والسلام واظهار رجاء الدعاء حین ختام

رہتا ہوں کیونکہ حدیث قدسی میں نبی کریم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے فرمایا ہے "انا جلیس من ذکرنی" میں مضمون بالا کے متعلق متنبی کی عظیم غلطی سمجھتا ہوں اور مجھ کو اس شعر کے مضمون کی بنا پر اس کے انجام بخیر نہ ہونے کا کھٹکا ہے ۔ سلف کا قول ہے کہ خداوند عالم سے جو چیز تم کو غافل رکھے وہ تمہارا بُت ہے ۔

(القاسم جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ)

مکتوب ۵

محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ کے والانامہ کا جواب آج لکھ رہا ہوں ۔

(۱) تقریر کے مسئلہ میں جب بھی آپ پر اعتراض کرتا تھا تو یہ حقیقت ملحوظ رہتی تھی کہ آپ سے یہ جُبن اور بخل چھڑایا جائے ۔ آخر وہ فریضہ تبلیغ جو مسلمانوں پر عموماً اور اہل علم پر خصوصاً عائد ہوتا ہے اُس کے ادا کرنے میں کیا یہ تقریر درجہ علیا نہیں رکھتی بالخصوص جبکہ یہ بلا معاوضہ اور بلا تنخواہ ہے ۔ ہماری تعلیمات تنخواہوں کی وجہ سے یقیناً محل نظر ہیں الا ان یرحم اللہ علینا ۔ مگر یہ تقاریر اگر بلا قصد معاوضہ ہیں تو یقیناً ہمارے لئے ذریعہ نجات ہیں اور اُمت کے لئے موجب اصلاح ۔ رہا یہ

حاشیہ مکتوب ۵ میرے مخدوم و محترم خداوند عالم آپ کو بایں عاطفت و فیوض حیات طویلہ عطا فرما کر اپنی مرضیات کی توفیق مزید دے آمین ۔ حضرت مولانا مدنی کا ایک خط ارسال خدمت ہے اگر آپ اس کو مکتوبات کی جلد ثانی میں قابل اندراج خیال فرمائیں تو اس کی نقل رکھ لیں اور اصل مجھ کو واپس کر دیں ۔ آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے کی تمنا ہے جو میری بدقسمتی سے اس کے باوجود کہ آپ کا قیام دیوبند میں کئی دن رہا مگر پوری نہ ہوئی خدا کرے کہ ایک مرتبہ میری زندگی میں آپ اور تشریف لے آویں تو میں آپ سے استفاضہ کروں میری صحت خراب ہو چکی ہے اور معلوم نہیں کہ کس وقت کیا ہو اس لئے حسن خاتمہ کی دعا کا محتاج زیادہ ہوں ۔ محمد اعزاز علی امروہی غفرلہ از دیوبند ۔ ۳ رمضان ۱۳۷۳ھ جمعہ ۔

امام العصر دامت برکاتہم کے والانامہ میں یہ جملہ آخر میں موجود ہے "رات کے چھوٹی ہونے سے بہت (باقی ص ۵۱ پر)

شبہ کہ بعد میں عجب پیدا ہوتا ہے اور اسی بنا پر آپ اس کو پیشہ قرار دیتے ہیں اور نہایت ناگواری کے الفاظ مصافحہ وغیرہ سے استخراج فرماتے ہیں میرے لئے انتہائی تعجب خیز ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ذخیرہ کیا یہی تقریریں اور خطب نہیں ہیں کیا وہ ہماری طرح کتاب لے کر پڑھاتے تھے۔ رہبانیت پر اعتراض تو جب ہی عائد ہوگا جبکہ عمل سے پیشتر اس کا قصد اور وہ بھی ریاءً و سمعۃً ہوا ہو اور اگر پہلے سے ایسا قصد نہیں یا اسماع اور ارادہ محض اصلاح مخاطبین کے لئے ہے تو یقیناً اجر اور ثواب ہے۔ آخر میں لوگوں کی گرویدگی ثنا وصفت مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑنا کیا اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "عاجل بشری المومن" قرار نہیں دیا ہے ذرا غور فرمایئے اور فیصلہ غیر واقعی مت دیجئے یہ امور تو تعلیم تدریس بلکہ ہر عبادت، نماز روزہ سب میں واقع

(بقیہ حاشیہ ص۵۰) پریشانی ہے "اللہ اکبر یہ ہے مقام اللہ والوں کا جن کے یہاں رات راز و نیاز، سوز و گداز، ذوق و شوق عبادت ہی کے لئے بنی ہے نہ کہ محض آرام و سکھ کے لئے۔ رمضان المبارک میں مجھ کو بھی حضرت اقدس کے دربار گہر بار ٹانڈہ شریف میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی باوجود کبرسنی اور عوارض کے ہمارے حضرت کا یہ عالم تھا کہ گویا پوری رات وقف ہے عبادت و ریاضت کے لئے اور آخری عشرہ تو "ایقظ اھلہ واحیی لیلہ" کا منظر زمان نبوی پیش کر رہا تھا خیر وہ تو وہی ہر اعتبار سے خیر القرون تھا بعد کی صدیوں میں جب حضرت فضیل بن عیاض رض کا آخری وقت آن پہونچا تو آپ زار و قطار رو رہے تھے لوگوں نے کہا کہ گریہ کیسا؟ فرمایا کوئی اور وجہ نہیں ہے بات صرف اتنی ہے کہ اب مرنے کے بعد گرمیوں کے رمضان کے روزے اور جاڑوں میں تہجد کا لطف کہاں نصیب ہوگا۔ سچ ہے بقول مولانا آسی مرحوم ؎ رات ہے رات تو بس مرد خوش اوقات کی رات ÷ گریہ شوق کی اور ذوق مناجات کی رات

گریہ غم ہے کہ ساون کی جھڑی تا دم صبح ÷ کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات

آج جبکہ ناچیز جلد سوم مرتب کر رہا ہے تو افسوس ہے کہ حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ دوسری دنیا میں "روح و ریحان و جنت نعیم" کے مزے لوٹ رہے ہیں اور ہم مولانا کی یاد میں سوگوار ہیں۔ راقم الحروف کو مولانا کی زیارت کا شرف آستانہ مدنی ٹانڈہ میں پہلی بار حاصل ہوا۔ بہت ہی خوب بزرگوں میں تھے میری آنکھوں نے چند ہی ایسی ہستیاں دیکھی ہیں کہ وہ اپنے ہر چھوٹے کو بڑا کر کے اپنے حسن ظن کا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ حضرت مرحوم اپنے ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

جناب محترم زیدت معالیکم پس از تحیۂ مسنونہ ٹانڈہ کا سفر مبارک سفر تھا جس کی برکتوں میں سے ایک برکت یہ بھی تھی کہ آپ سے شرف ملاقات و نیاز حاصل ہوا اگرچہ یہ ملاقات سرسری تھی تھوڑی۔ یہ بھی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا تاہم قافیہ گل تو ہو ہی گیا۔ فللہ الحمد والمنتہ (ملاحظہ ہو ص۵۲)

ہوتے ہیں۔

(۲) اس مسئلہ میں خبر غیر صحیح آپ کو پہونچائی گئی۔ میں آپ کے تعلیمی سلسلہ میں رہنے کو نہایت ضروری سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے افتاء کے متعلق میں عرصہ تک کوشاں رہا کہ کوئی دوسرا شخص سنبھالے مگر وہ مجبوریاں پیش آئیں جنھوں نے آپ کو اس منصب پر لانا ضروری کر دیا۔ اب مجلس شوریٰ میں پیش کیا گیا کہ آپکی تدریسات کی طرف مدرسہ اور طلبہ کو زیادہ حاجت ہے تو میں نے عرض کیا کہ ہم بارہا تجربہ کر چکے ہیں کہ افتاء کا کام کسی سے نہیں چلا تو یہ کہا گیا کہ ہم مولوی مہدی حسن صاحب کو لکھیں گے تو میں نے شبہ کیا کہ وہ عوامی فتاویٰ کو سنبھال سکیں گے یا نہیں؟ ان کو تصانیف اور اختلافی مسائل علمیہ میں تو دسترس کامل ہے مگر واقعات عامیہ میں کیا حال ہے مجکو معلوم نہیں اس پر یہ کہا گیا کہ ان کو اس پر بھی دسترس ہے۔ بہرحال مجکو آپ کے علمی مشاغل پر ہونے میں گرانی ہونا تو درکنار بہت زیادہ خوشی ہے اس کی وجہ سے استعفار کا اظہار کرنا سراسر جھوٹ ہے وہ نظامت تعلیم بھی آپ کے سپرد کرنا چاہتے ہیں اس میں بھی متامل نہیں ہوں مگر میں نے یہی عذر کیا کہ دائرہ اہتمام سے توافق ہونا مشکل ہو گیا تھا خلاصہ یہ کہ تعلیمات کے کسی عہدہ پر آپ کے فائز ہونے کا میں مخالف ہرگز نہیں تھا اور نہ ہوں۔ اوہام اور غلط خبروں کو جگہ نہ دیجئے۔

(۳) فریدہ و رشید کی تعلیمات پر توجہ فرمانا عظیم الشان احسان ہو۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں چندہ دارالعلوم کی رفتار سے بھی مطلع فرمائیں۔ رات کے چھوٹی ہونے سے بہت پریشانی ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف۔ حسین احمد غفرلہ

ٹانڈہ۔ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ

بقیہ حاشیہ مکتوب ۵۰ کل عزیز مکرم صاحبزادہ مولوی اسعد سلمہ نے مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول از جانب آنجناب عطا فرمائی میں نے اس کو کل ہی سے دیکھنا شروع کر دیا یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ کوزہ اس غیر متوقع طریقہ پر دریا کا حامل ہوگا میرے خیال میں تو آپ نے جماعت حقہ پر ایک بڑا احسان کیا ہے جس کا اجر جزیل دربار خداوندی ہی سے مل سکتا ہے۔

اعزاز علی غفرلہ دیوبند ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ دوشنبہ

مکتوب ۶

جناب مولانا مشہود حسن صاحب امروہی کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - والا نامہ باعث سرفرازی ہوا - عدیم الفرصتی کی بنا پر اب تک جواب نہ دے سکا معاف فرمائیں - اس حدیث کے متعلق یہی تو اشکال ہوتا ہے کہ اس کا سیاق سباق کے مخالف ہے یعنی جملہ اولیٰ تو دلالت کرتا ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کو امام کے پیچھے جہریہ میں مت پڑھا کرو اور جملہ اخیرہ دلالت کرتا ہے کہ ہر نماز میں مازاد اور فاتحہ دونوں ضروری ہیں بغیر ان دونوں کے نماز ہوتی ہی نہیں اس لئے یہ حدیث اپنے متعارض مفہوم کی وجہ سے قابل استدلال ہی نہیں ہے مگر یہ اشکال اس معنیٰ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو کہ محدثین اور شوافع وغیرہ اس حدیث کے لیتے ہیں کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو انشا اور حکم قرار دیتے ہیں اور مختصر کرنے کی وجہ سے یہ ہی متبادر ہوتا ہے جو کہ لفظ فانہ کے حذف کی وجہ سے اور قوی ہو گیا ہے اور اگر اس

حاشیہ مکتوب ۶ - مخدومنا ومرشدنا متعنا اللہ بطول حیاتکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - گذارش ہے کہ سال گذشتہ سے احقر کا تقرر بوساطت حضرت شیخ الادب مرحوم ومغفور مدرسہ امینیہ میں مدرس دوم کی جگہ پر ہو گیا ہے - ابو داؤد شریف ومسلم شریف کتب صحاح میں سے میرے سپرد ہیں - مذاہب کے بارے میں گفتگو ابو داؤد میں زیادہ کرتا ہوں ایک اشکال مجکو اس حدیث میں جو کہ ابو داؤد و ترمذی دونوں میں ہے - ھل قرء منکم معی احد قالوا نعم قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بہا - اس کا جناب والا نے ایک مطلب یہ بھی بتلایا تھا کہ حضور کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ کوئی نماز ایسی نہیں ہوتی کہ اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے کثیرۃ الدوران ہونے کی وجہ سے اس کے پڑھنے میں ثقل نہ ہوگا اور اس پر دلیل نفی واستثناء کی بیان فرمائی تھی - اب اشکال یہ ہے کہ جب مختصر حدیث جو تمام صحابہ کی کتابوں میں ہے اور یہ مطول متحد ہیں ابن حجر بھی متحد ملتے ہیں اب بر تقدیر اتحاد مختصر حدیث میں مسلم ابو داؤد وغیرہ میں معمر اور سفیان نے جو زیادتی فصاعداً کی زیادہ کی ہے اور صحیح ہے اس زیادتی کو اس حدیث مطول کے ساتھ اگر ملا یا جائے تو عبارت اس طرح ہوگی (قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بہا فصاعداً) اس تقدیر پر مذکورہ بالا معنی حدیث کے سمجھ میں نہیں آتے - ہر چند سوچا لیکن کچھ جواب (دیکھئے ص ۵۴)

جملہ کو خبر قرار دیں جو کہ مدلول مطابقی اس جملہ کا ہے اور لفظ فانہ اس پر شاہد قوی ہے جس سے علت حکم سابق کی تبلانا منظور ہے تو معنی بالکل صحیح ہو جاتے ہیں اور حدیث مذکور کے اول و آخر کا تعارض جاتا رہتا ہے یعنی چونکہ امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منازعت فی القرأت کیوجہ سے ہے اور وہ امر ام القرآن میں نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہر نماز میں سری ہو یا جہری، منفرداً ہو یا جماعت، خواہ رکعت اولیٰ ہو یا ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ، نافلہ ہو یا فریضہ سب میں پڑھی جاتی ہے تو کثیر الدوران ہوئی بخلاف مازاد کے وہ کثیر الدوران نہیں ہے۔ رکعات اخیرہ ثالثہ رابعہ میں پڑھا ہی نہیں جاتا اور جن رکعتوں میں پڑھا بھی جاتا ہے وہ ایک نہیں ہے اس لئے وہ کثیر الدوران نہیں ہے۔ کبھی کوئی سورت اور کبھی کوئی دوسری سورت ہے کبھی کوئی آیت ہے کبھی دوسری آیت اس لئے مازاد کے پڑھنے کی وجہ امام کیسا منازعت اور مخالجت پائی جائیگی پس امام کا مازاد کو بھول جانا ضروری ہوگا بخلاف فاتحہ کے اس میں کثرت دوران کی بنا پر مخالجت اور نسیان نہ ہوگا اس لئے مازاد امام کے پیچھے مت پڑھو البتہ فاتحہ کی اجازت ہے پس استثناء ام القرآن کا کیا گیا جس کی اباحت لفظ الا بام القرآن سے کی گئی تھی لان الاستثناء من النہی اباحۃ کما صرح بہ الاصولیون بہر حال ابتدا حدیث میں امام کے پیچھے پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا اور استثناء کر کے ام القرآن کو مباح کر دیا گیا۔ پھر فانہ سے اس اباحت

(سلسلہ حاشیہ مکتوب ۲۰) سمجھ میں نہیں آیا۔ جمیعۃ علماء کے دفتر میں بھی معلوم کرنا چاہا لیکن کچھ موقع نہ ملا۔ اس وجہ سے اگر حضور والا کو زیادہ تکلیف نہ ہو تو اپنے اس غلام کو محروم نہ فرمائیں۔ علم نافع کی دعا کا محتاج ہوں

مشہود حسن امروہی مدرسہ امینیہ دہلی

خاتم المحدثین حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم کی حدیث ابوداؤد و ترمذی پر مجتہدانہ بحث اور جمع و توفیق ادلہ کی خداداد بصیرت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اعتراض کی ساری عمارت منہدم ہو کر حدیث کا مفہوم صاف ہو گیا۔ ایسے ہی تفقہ پر امام اعمش کو امام ابو یوسفؒ سے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں ہوتی "انتم الاطباء و نحن الصیادلہ" اصل یہ ہے کہ ہمیشہ فن کو فن والے سے سمجھنا چاہیئے خواہ وہ شریعت کا مسئلہ ہو یا طریقت کا۔ دین کا ہو یا دنیا کا۔ سلف کی تاریخ شاہد ہے کہ جب تک منصب افتاء اور مشیخت کی کرسیوں اور گدیوں پر مبصر علماء اور متقی و صلحاء جنھوں نے کافی مدت تک اکابر و مشائخ کی صحبتوں میں رہ کر تعلیم اور تزکیہ کے فرائض انجام دیئے تھے اس وقت تک اُمت میں خیر زیادہ رہا اور جب سے نو آموزان کی جگہوں پر آئے شر کا غلبہ ہو گیا۔ ضرورت ہے کہ اس طریقہ کی اصلاح کی جائے۔ بڑی دردناک داستان ہے۔ اصلاحی۔

کی علت ذکر کی گئی کہ ہر نماز میں فاتحہ اور ما زاد پائی جاتی ہے تو فاتحہ کثیر الدوران اور غیر مُفضی الی المنازعت والمخالجت ہوئی اور ما زاد کثیر الدوران نہ ہوئی اس لئے باعثِ مخالجت ہوگی۔ اس تقریر پر جملہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے فرضیت فاتحۃ الکتاب اور انتشار علم نکالنا بالکل غلط توجیہ اور حدیث کو مہمل بنانا ہے جس کا سبب حدیث کا اختصار مخل ہے۔ اگر اس حدیث کا صدر حذف نہ کیا جاتا تو کم از کم لفظ فانہ ہی حذف نہ ہوتا تو اس قدر خلل نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ روایت بالمعنی اور اختصار روایت میں تفقہ کی اشد ضرورت سمجھی گئی ہے جس کا اقرار خود محدثین کو بھی ہے (دیکھو نخبۃ الفکر)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم کے بعد فاتحہ میں بھی مخالجت محسوس ہوئی تو پھر اس کو بھی منع کیا گیا جیسا کہ روایات حضرت جابرؓ اور ابن اکیمہؓ وغیرہ دلالت کرتی ہیں۔ واللہ اعلم والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۴ / صفر ۱۳۷۵ھ یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء

مکتوب

جناب مولانا محمد صاحب لائل پور

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا جس پر آپ نے کوئی تاریخ درج نہیں فرمائی یہ تحریر کا بڑا نقص ہے۔

محترما! ہم سب اور ہمارے اسلاف کرام حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ اساتذہ کرام کے ہم خوشہ چیں ہیں ان کے احسان اور علوم سے استفادہ کرنے والے اور شکر گذار ضرور ہیں۔ مگر تقلید صرف امام ابوحنیفہؒ کی کرتے ہیں اور اسی کو علمی روشنی میں ضروری اور باعثِ نظام امت سمجھتے ہیں

(حاشیہ مکتوب) یہ والا نامہ غیر معمولی جامعیت، احتیاط اور معنویت پر مشتمل ہے اور حق یہ ہے کہ نہایت صاف طور پر اعتراف ہے کہ ہم اور ہمارے اسلاف کا مسلک حنفی ہے۔ اگر کسی مسئلہ فرعیہ میں دیگر علماء احناف کی رائے مختلف ہو تو ہوتی رہے۔ کیونکہ علماء دیوبند کے پاس بھی ان مسائل فرعیہ کے جوابات مدلل طور پر موجود ہیں جیسا کہ خود راقم الحروف کو مولانا حیدر حسین صاحب مرحوم شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تقریر سننے اور احناف کے مسائل پر دلائل و شواہد معلوم کرنے کا (باقی ہے)

ہم دوسرے ائمہ مذاہب کو بھی حق پر سمجھتے ہیں۔ ہم مصوبہ کی رائے پر جو کہ اقرب الی الصواب ہے فروع میں تمام مجتہدین کو صائب اور مصنفین کی رائے پر دائر بین الحق سمجھتے ہیں۔ بہر حال ہمارے اکابر فقط امام صاحب کی فقہ کے مقلد ہیں دوسروں کے اقوال کو مرجوح سمجھتے ہیں باطل نہیں کہتے اور نہ اس پر عمل درآمد کرتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کو جو سلسلہ کے بہت بڑے امام اور حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب کے اُستاذ الاستاذ اور جد بزرگوار ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ مطلع قرار نہیں دیتے۔ حجۃ اللہ البالغہ کی جلد ثانی میں شاہ صاحب رح نے بہت سے مسائل میں خلاف فرمایا ہے ہم اُن پر نہ فتویٰ دیتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں اور بحمد اللہ ہمارے پاس ان مسائل فرعیہ کے جوابات بھی مکمل طور پر موجود ہیں اور اسی طرح پر محقق العصر علامہ ابن ہمام رح وغیرہ دوسرے اکابر کے تفردات بھی ہم معمول بہا نہیں قرار دیتے اور یہی مسلک ہم نے اسلاف کرام سے ارجح پایا ہے۔ جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح جو کہ سید الطائفہ اور حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب رح کے روحانی اور نسبی بڑے ہیں ———

(سلسلہ حاشیہ مکتوب ۱۸) اتفاق ہوا ہے۔ اس بنا پر چاہے حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہؒ ہوں یا محقق ابن ہمام ہوں علمائے دیوبند حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقابل دوسروں کی تقلید کو راجح نہیں سمجھتے بہر کیف دلائل ہر بڑے آدمی کے پاس ہیں بحث محض راجح اور مرجوح ہی تک اگر ہے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ ہاں یہ خیال زیادہ تحقیق پر مبنی نہ ہوگا کہ ہر ہر مسئلہ کسی امام کا باعتبار دلائل قوی اور سب سے مضبوط ہو۔ اس والا نامہ میں دو چیزیں ایسی ہیں کہ اُن پر ذرا کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے ایک تو کتاب "ایضاح الحق الصریح" کی تحقیق اور دوسرے مسئلہ احتیاط الظہر کی تعریف "ایضاح الحق الصریح" کی نسبت کا وہی حال ہے جو "تقویۃ الایمان" کی کیفیت کا ہے یہ دونوں کتابیں محرف ہیں جلد دوم میں تقویۃ الایمان پر لکھا جا چکا ہے اس جلد سوم میں ایضاح الحق الصریح پر کلام کیا جا رہا ہے۔

(۱) مولف تاریخ احمدی کی عبارت ذیل مولانا سید جعفر علی مرحوم نقل کرتے ہیں۔

"در رسالہ ایضاح الحق مولانا (شہید) ممدوح در دہلی تصنیف فرمودہ بودند بقیہ آں را مولوی سلطان محمد خاں تصنیف کردہ منضم ساختند" (ذخیرہ کرامت حصہ دوم)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ ایضاح الحق پوری خاص مولانا شہیدؒ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس میں خان مذکور بھی شریک ہیں۔

(۲) بقیہ تقویۃ الایمان کی طرح بقیہ ایضاح الحق کے مصنف بھی کوئی اور صاحب ہیں جن کا نام سلطان محمد خاں (دیکھیے ص ۵۷)

اُن کے اقوال اور فتاویٰ کے ساتھ ہمارا یہ طرز ہے تو حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب کے وہ اقوال جو کہ خلاف فقہ حنفی ہوں گے ہمارے نزدیک کس طرح قابل عمل نہیں گے اس لئے ایضاح الحق الصریح میں اگر کوئی مسئلہ خلاف فقہ حنفی مذکور ہو تو وہ بھی ہمارے اساتذہ کے نزدیک غیر معمول بہ ہی ہوگا۔ نہ اس پر فتویٰ دیا جائے گا اور نہ اس پر عمل کیا جائے گا۔ پس کتاب مذکور اگر حسب رائے آنجناب حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہید کی نہ ہو جیسا کہ غیر مقلدوں کے تصرفات کو دوسری کتابوں کے متعلق نواب قطب الدین صاحب مرحوم سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا تھا تو کچھ تعجب نہیں ہے اور اگر ان کی ہی ہو تو یقیناً ہمارے اسلاف کرام کے یہاں ان مسائل میں جو کہ فقہ حنفی کے خلاف ہیں غیر معمول بہ ہوگی اس سے شاہ صاحب شہید مرحوم کے احترام میں کوئی خلل نہیں پڑتا جیسا کہ حضرت شاہ ولی صاحب کے ان اقوال کے ماننے سے جو کہ حجۃ اللہ البالغہ کے جلد ثانی میں خلاف حنفیہ مذکور ہیں نہ ماننے سے فرق ان کے احترام

بقیہ حاشیہ ص۵۰۶) ہے مگر تعجب ہے کہ مولف اثبات التوحید ان کو محمد سلطان علی خاں اور وہ خود اپنے کو محمد سلطان تذکیر الاخوان میں بتاتے ہیں۔ جب ایضاح الحق کا ترجمہ غیر مقلدین کی طرف سے شائع ہوتا ہے تو مترجم اور مصنف دونوں کے نام ظاہر نہیں کئے جاتے لہذا اس کتاب میں بھی ضرور تحریف سے کام لیا گیا ہے

(۳) صراط مستقیم میں یہ عبارت موجود ہے۔ " در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است" ص۶۹

ظاہر ہے کہ مذاہب اربعہ سے مولانا شہید کی مراد مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہے جس کی اتباع تمام اہل اسلام میں بصورت تقلید شخصی رائج ہے لہذا حضرت علامہ شہیدؒ نے اسی کو بہتر و خوب فرمایا ہے اور حق بھی یہی ہے مگر ایضاح الحق مترجم مسئلہ خامسہ میں اس کے خلاف ائمہ مجتہدین میں سے کسی شخص معین کی تقلید کو بدعت حقیقیہ شمار کیا ہے انصاف کا مقام ہے کہ تقلید شخصی کے بہتر و خوب اور بدعت حقیقیہ ہونے میں کیا نسبت ہے؟ (۴) اسی طرح صراط مستقیم میں نذر و نیاز بلا رسم کی نسبت لکھا ہے "اصل ایں امر بہتر و خوب موافق حکم شرع شریف است" (باب دوم) اسی چیز کو ایضاح الحق میں بدعت حقیقیہ کہا گیا ہے۔

(۵) صراط مستقیم میں شہور سلاسل اربعہ کے ذکر و شغل کا طریقہ تفصیل سے لکھا ہے مگر ایضاح الحق میں ان تمام امور کو بدعت سیئہ بتایا گیا ہے۔ اس اندرونی شہادت سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ جاتی ہے کہ ایضاح الحق الصریح محرف اور مشکوک ہے اور یہ کتاب کسی اور کی لکھی ہوئی ہے نہ کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کی۔

احتیاط الظہر کی تعریف یہ ہے کہ "جمعہ کے بعد چار رکعت نماز اس نیت سے کہ سب میں پچھلی ظہر جس کا وقت پایا اور نہیں پڑھا" یہ اُن لوگوں کے لئے ہے جنکو فرض جمعہ ادا ہونے میں شک ہو۔ یہ مسئلہ بھی فقہا میں اختلافی ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں تفصیل موجود ہے اصلاحی

میں نہیں پڑتا ہے۔

چونکہ میں عدیم الفرصت بہت زیادہ ہوں اس لئے الضاح الحق الصریح کے ایسے مسائل بالاستیعاب نہ دیکھ سکا اگر ممکن ہو تو اُن کا حوالہ صفحہ وار دیکر مطلع فرمائیں تو شکر گذار ہونگا اور بوقت فرصت اُن پر غور کروں گا۔

دربارۂ احتیاط الظہر حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہُ العزیز کی رائے حفظ عوام اور تحقیق صاحب بحرالرائق پر مبنی ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جزئیات فقہ پر بہت زیادہ تھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کلیات اور اصول پر بہت زیادہ تھی جزئیات فرعیہ اور مصالح عوام پر اُن کی نظر اس قدر نہیں تھی جس قدر حضرت گنگوہی کی تھی۔ اس وجہ سے وہ عموماً جزئیات فرعیہ کے فتاوے کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیتے تھے۔ عوام کی غلط کاریوں نے بہت سے اکابر کو وقت کے مسائل میں روک تھام پر مجبور کیا ہے چنانچہ صاحب بحرالرائق کی تفصیل اس پر پوری روشنی ڈالتی ہے میں نے خود جدہ میں دیکھا کہ امام جب جمعہ سے فارغ ہوا تو بڑی جامع مسجد میں زور سے تکبیر کہی گئی اور بھرے مجمع میں امام آگے بڑھا اور مجمع میں احتیاط الظہر کی چار رکعات باجماعت علانیہ پڑھی گئیں۔ اس وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیکھا اور اس عمل سے تعجب فرمایا۔ الغرض حدود شرعیہ کا تحفظ مفتی پر بہت زیادہ ضروری ہے خصوصاً جبکہ عوام کی بے اعتدالی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر گئی ہو۔ ایسے امور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آئے اور ایسے ہی امور حضرت گنگوہی کو متعدد فتاویٰ میں پیش آئے جن کو غیر محقق علماء نے محسوس نہیں کیا اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ پر معترض ہوئے۔ فتاویٰ دربارہ احتیاط الظہر، میلاد رائج و سوم وچہلم وغیرہ اسی قسم کے عوام کے غلو اور غلط کاریوں کے ثمرات ہیں۔ حضرت نانوتوی رح کو عوام کی ان غلط کاریوں کے مشاہدہ کرنے کی نوبت نہیں آئی واللہ اعلم۔

اگر میری معروضات قابل اطمینان ہوں تو فبہا ورنہ بوقت فرصت خدشات پر اپنی ٹوٹی پھوٹی معلومات کو پیش کروں گا ان کو تحریر فرمائیں۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دیوبند ۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۸

جناب مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب گنگوہی کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - والانامہ باعث سرفرازی ہوا تھا عدیم الفرصتی کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی -

محترما! صیغہ اسم فاعل کی اصل تو یہی ہے کہ اس کا اطلاق حال پر ہو. استقبال کا ارادہ مجاز ہی کہلائیگا البتہ ماضی کا ارادہ مجاز بعید ہوگا اور استقبال کا ارادہ مجاز قریب ہوگا - زید قائم سے متبادر قائم بالفعل ہی ہوتا ہے اس لئے کل شئ ھالك الا وجهه اور اسی طرح کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام" وغیرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر شی بالفعل ہالک اور فانی ہے سوائے ذات واجب الوجود کے. کیونکہ ممکن کا وجود اصلی نہیں ہے جس طرح آفتاب سے نور ہر وقت آتا رہتا

حاشیہ مکتوب ۸ - بحضرت اقدس زید مجدکم السامی - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ - امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں گے حامل رقعہ حافظ محمد حنیف حاضر خدمت ہو رہے ہیں پہلے بھی حاضر ہو چکے ہیں التجا کرتا ہوں کہ زمرۂ خدام میں داخل فرمائیں دعا کی بھی درخواست کرتا ہوں حالات ابتر ہیں حق تعالےٰ فضل فرمائیں -

دیر سے ایک سوال ذہن میں آرہا ہے بعض اہل علم سے تحقیق بھی کی تشفی نہیں ہوئی. اس وقت حافظ محمد حنیف بعزم حاضری آئے تو خیال ہوا کہ حضرت والا ہی سے تحقیق کرلوں اس لئے تقریر سوال عرض کرتا ہوں. امید ہے محققانہ تشفی فرمائینگے

کل شئ ھالك الا وجهه اور کل نفس ذائقة الموت سے ہر حادث کا ہلاک و موت قاطعیۃً متبادر ہوتا ہے یا کسی شئ کا استثنا بھی منقول ہے مثلاً عرش، کرسی، روح. نص تحریر فرمائیں. پھر اس ہلاکت و موت سے انعدام تام مراد و محقق ہے یا فساد و تغیر اور استحالہ؟ چاہے یہ انعدام آنی عارضی اور فانی ہی ہو نہ ابدی کہ ابدیت میں تو حق تعالےٰ نے ہم کو بھی اپنے ساتھ رکھا ہے (اس جزء کی بھی تحقیق و توثیق یا تنقید فرمادیں) مقصد یہ ہے کہ ہر غیر اللہ اور ہر حادث کے لئے کوئی لمحہ ایسا بھی ہے کہ اس پر فنا تام اور انعدام کلی واقع ہو. نصوص بالا مذکورہ سے تو ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ ذات اقدس واجب الوجود قدیم ازلی ابدی کے علاوہ ہر ممکن حادث پر فنا، موت، ہلاک اور انعدام واقع ہوگا. پھر اس ہلاک و موت کی صورت کیا ہوگی؟ آیا کسی درجہ میں عالم وجود میں اس کی کوئی صورت متغیرہ متخیلہ باقی رہے گی؟ جس پر کسی درجہ میں، کسی درجہ کی حیات کا اطلاق ہو سکے. من وجہ موت اور من وجہ حیات (باقی ص۶۰ پر)

ہے اور سابق نور فنا ہوتا رہتا ہے اور جس طرح سایہ ہر وقت چلنے والے سے پیدا ہوتا اور سابق فنا ہوتا رہتا ہے اسی طرح وجود ممکن ذات واجب سے افاضہ ہوتا رہتا ہے اور سابق فنا ہوتا رہتا ہے۔ شدت اتصال کی وجہ سے انقطاع محسوس نہیں ہوتا جیسے شعلۂ جوالہ اور قطرۂ نازلہ میں دائرہ اور پانی کا خط محسوس ہوتا ہے۔ اہل حقیقت اس کو تجدد امثال سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ عالم اور مافیہ ہر وقت میں فنا ہوتے اور موجود ہوتے ہیں یہی حال نور شمس (اشعۃ) کا ہے اور فرماتے ہیں کہ قیامت یعنی فنا رعالم ہر وقت ہوتی رہتی ہے اور ذات واجب الوجود ہی دائما باقی ہے اور اسی لئے یبقی بصیغہ مضارع ذکر فرمایا گیا ہے اس کی کھلی مثال آئینہ کی دیوار میں ظاہر ہوتی ہے اس میں چلنے والی ذات کا عکس چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے حالانکہ عکس باقی اور متحرک نہیں ہے اور ہر وقت ظل سابق فنا ہوتا اور دوسرا پیدا ہوتا رہتا ہے۔

اور اگر ہالک اور ذائقۃ الموت سے مستقبل ہی مجازاً مراد لیا جائے جیسا کہ عام مفسرین فرماتے ہیں تو اول تو لفظ کل کا مضاف الیہ عام نہیں ہے یعنی کل شئی بمعنی مشئ (ما یدخل تحت مشیئۃ) وہو الممکن اور اسی طرح من علیہا (ای علی الارض) اور نفس آیت کل نفس (الآیہ) میں اس لئے جملہ موجودات ابھی کے

(بقیہ حاشیہ مکتوب) اگر نہیں تو روح کا جو ایک مستقل اور جسد سے علیحدہ وجود رکھتی ہے اور بہر حال مخلوق اور حادث ہے۔ گو امر رب کے خصوصی انعطاف سے معرض وجود میں آئی ہے اور اس کے متعلق اعطار علم بہت قلیل و مجمل ہے موت کا کونسا لمحہ ہے اور کیا صورت ہے؟

روایات سے تو صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ جسم سے اس کا محض انتقال و ارتحال الی الملاء الاعلیٰ ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ قرآن و سنت ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیہ " اُخرجی الی مغفرۃ من اللہ و رضوان اور فتخرج تسیل کما تسیل القطرۃ من السقاء سے معلوم ہوتا ہے۔ نفخ صور اول کے وقت ارواح کی محض بے ہوشی فصعق من فی السموات و من فی الارض الا من شاء اللہ اور صور ثانیہ پر افاقہ منقول ہے۔ الا من سے استثناء شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے یا کسی اور کا بھی؟ جیسا کہ حدیث میں کوئی مضمون اس قسم کا بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے طور پر جو صاعقہ ہوا ہی کافی ہوگا، اب صعق نہ واقع ہوگا اور صعق کے معنی مدہوشی ہی کے ہیں موت کے نہیں اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح کے لئے کونسا لمحہ موت کا ہے اور صورت موت کی کیا تفصیل و تصریح ہے۔ والسلام

عبد الرشید محمود گنگوہ

ماتحت داخل نہ ہوں گے۔ اس لئے علماء کلام اور اہل تفسیر ارواح اور عرش وغیرہ کے استثناء کے قائل ہیں جس کے لئے حدیث "خلقتہ للابد" وغیرہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں اور آیت صعقہ میں "الا من شاء اللہ" وارد ہے اور استثناء کو متصل قرار دیتے ہیں جو کہ پہلی توجیہ پر استثناء منقطع تھا

موت ہر ایک مرنے والے کی کلی متواطی نہیں ہے۔ انبیاء کی موت عوام کی موت سے مباین ہے اعراض کی موت جواہر کی موت سے علیحدہ ہے۔ کیفیات کی فناء کمیات کی فنا سے مغائر ہے سب کو ایک درجہ دینا غلطی ہوگی۔ اسی طرح انسانی موت اور ارواح کی موت کا ایک درجہ نہیں ہے۔ اول الذکر عبارت عن انفصال الروح عن الجسد ہے اور ثانی عبارت عن سلب الوجود ہے سو شتان ما بینہما۔ اس لئے ہر چیز کی موت کو اس کے موافق لینا ضروری ہوگا۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ٩

میں نہ تفضیل کا قائل نہ مساوات کا ہاں ٭ مجھ سے گمراہ کی ہدایت کو ہیں یکساں دونوں

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ طویل والا نامہ باعث سرفرازی ہوا مضامین مندرجہ سے خوشی ہوئی تفصیلی جواب کی نہ فرصت ہے نہ قابلیت مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں حضرت اقدس قدس سرہٗ العزیز نے جب مجھ کو بیعت فرمایا تو چاروں خانوادوں چشتیہ نقشبندیہ

(حاشیہ مکتوب ٩) بحضرت اقدس مولائی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے مزاج عالی بعافیت ہوں گے۔ چند روز سے حضرت والا کے مکتوبات دیکھ رہا ہوں مکتوب ٢٥ ص ١٧ پر حضرت والا نے طرق چشتیہ نقشبندیہ کے متعلق کچھ تحریر فرمایا ہے مجھ کو خیال دیر سے ہے۔ دل چاہا کہ اس موقعہ پر کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ اگر مصلحت خیال فرمائیں تشفی فرماویں ورنہ خود اکثر اس پر استغفار کرتا ہوں۔

خیال ہوتا ہے کہ طریق چشتیہ کے اکثر حضرات کے یہاں عموماً بعض رسوم ایسی ہیں جو صورۃً بدعت محسوس ہوتی ہیں۔ ایک طرف حضرات صحابہ تابعین اتباع تابعین فقہا، محدثین، مجددین، مجتہدین کے احوال، اقوال، مذاق فکر اور معمولات ہیں دوسری طرف صوفیاء کرام کے کوائف معمولات، رسوم اور خصوصی افکار ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے (باقی ص ٦٢ پر)

قادریہ، سہروردیہ میں بیعت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ میں نے چاروں میں بیعت اس لئے کیا ہے کہ لوگ جس طریقے میں بیعت ہوتے ہیں اسی کی تفضیل اور ترجیح بلکہ غلو میں پڑ جاتے ہیں اور دوسرے طریقہ کو مرجوح قرار دیتے اور گرانے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔ چاروں میں بیعت کرنے سے اس کا سدّ باب کر دینا مقصود ہے تاکہ اس قسم کی فضولیات کی نوبت نہ آئے (اوکما قال) حقیقت بھی یہی ہے۔ میں نے مدینہ منورہ میں اس کے واقعات مشاہدہ کئے ہیں، چشتی حضرات

(سلسلہ حاشیہ مکتوب ۹) کہ دونوں کا سلوک اور دینی فکر و مذاق ایک دوسرے سے کچھ علیحٰدہ سا ہے۔

ایک کے یہاں مقصود اتباع و احسان ہے دوسرے کے یہاں شکر و استغراق، ایک میں تدین تفقہ اور تورع کی سی بیدار ہوشمندی اور حکیمانہ و مطیعانہ ماموریت "کان معھم راس العلم خشیۃ اللّٰہ" دوسرے میں محبت فنا، بیخودی، وحدت و کثرت کی ابحاث، حلول و اتحاد کے سے اجنبی عنوان بظاہر اور صورتاً احتیاط و اتباع سے اعراض اور اسوہائے نبوی میں بے اہتمامی۔ ایک کے یہاں مقدمات یقین اور مراتب تنزیہہ کے واسطہ سے اصول استقامت علی الدین اور کشف شرائع کے آثار۔ دوسرے کے یہاں رقص، وجد، گریہ و بکا، تجلیات صوری و الوان و اعراض کا تعدد، تنوع، ایک کی شان بداوت و ہدایت کہ "براندازہ رہ پنہاں بجرم قافلہ را" دوسرے میں تحیر و تواجد شطحیات "آوارہ و مجنونے رسوا سر بازارے" استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السّلام جیسی جلیل القدر ہستی ہے اور دوسری طرف بلا تشبیہ "عاشق سوختہ جاں سینہ فگار، دل ریش راعی" جو جذبۂ عشق میں نہ تنزیہ کو ملحوظ رکھتا ہے نہ تقدیس کو۔ عارف ہے مگر کامل نہیں، عاشق ہے مگر محقق نہیں، اللّٰہ کو محبوب ہے مگر مرضی نہیں۔ کہ مرضیہ تو صرف راہ نبوت اور ذوق انبیائی ہی ہو سکتا ہے" ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ" مدعی محبت کے لئے اتباع ہی ضمانت رضا و محبوبیت ہے۔ "کتاب انزلناہ الیک مبارک لید بروا ایاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ تدبر و تذکر دونوں کا استوائی یترائیہ ناگزیر ثم استغفر اللّٰہ۔ یہ مختصر خاکہ ہے اپنے احساس اختلاف کا۔

رہیں رسوم جو صورتاً بدعت و محدث پیدا ہوتی ہیں الحمد للّٰہ یہ حسن ظن میسر ہے کہ یہ رواسم اُن کے لئے اس دور میں اُن حدود و شرائط کے ساتھ جو اُن کے یہاں تھیں نہ حد جواز سے خارج تھیں نہ بدعت و ضلالت کہی جا سکتی تھیں۔ مثلاً ذہنی التزام نہ تھا۔ عقیدۃً تقیید اطلاق نہ تھا۔ اختصاص زمان و مکان میں نیت قربت نہ تھی بدعت للدین تھیں فی الدین نہ تھیں اور مسائل بذات خود مقید تھے عدم مفاسد کے ساتھ اور منع مقید تھا مفاسد کے ساتھ۔ اور وہاں ان پاکیزہ نفوس میں اس کا احتمال تک نہ تھا، تاہم خیال ہوتا ہے کہ اُس وقت مفاسد اگر محتمل نہ تھے تو بعد کے آنے والے عوام کے (باقی ص ۶۳ پر)

چشتیہ، مشائخ اور اُن کے طریقے میں اس قدر غلو فرماتے ہوئے دیکھے کہ دوسرے طرق اور اُن کے مشائخ کی توہین اور تذلیل نمایاں ہوتی تھی یہاں تک کہ اکابر طرق کی شان میں انتہائی گستاخیاں بھی مشاہدہ ہوئیں۔ اسی طرح نقشبندیہ کے متعلق بھی ایسا ہی مشاہدہ کیا کہ وہ چشتیہ اور قادریہ وغیرہ کے متعلق ذکر فرماتے ہوئے حد اعتدال سے گذر جاتے تھے اور اکابر کے متعلق بھی ناشائستہ کلمات کہنے لگے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا ہی سے میرے لئے سدباب فرمادیا تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے طریقہ میں

(سلسلہ حاشیہ ص۶۲) خیال سے تو ان رسوم و معمولات پر نظر کی ضرورت تھی۔ جبکہ تعامی اذہان اقرب تھی۔ اس وقت اگرچہ اباحت کی حد تھی مگر دائرہ اباحت کی وسعت اور مباحات کی خصوصی ہیئتوں کا عملی اشتغال اور استقلال اُن کے مفضی الی الکراہت ہونے کا محتمل تھا اس پر آخر کیوں نہ نظر فرمائی گئی۔

مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ محافل سماع۔ مانا کہ بغیر مزامیر اور برعایت شروط زمانی، مکانی، اخوان، آلہ سماع جائز تھیں۔ مگر اُن مجالس کا ترتب خاص ہیئات و مقاصد کے ساتھ التزاماً آخر کیوں نہ کھٹکا۔ استغفراللہ۔ وسوسہ آتا ہے کہ اول تو خود نفس شعر "ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "لما نشات بغض الی الاوثان والشعر" گو بعض مواقع پر حضرت حسانؓ سے شعر پڑھوائے بھی گئے "ایّد حسانا بروح القدس" کی دعا بھی فرمائی "اصدق کلمۃ قالھا الشاعر" قول لبید بھی ارشاد ہوا۔ بہرکیف شعر ایک متبذل اور گھٹیا چیز ضرور تھی پھر اس کی تغنی۔ یہ تغنی خود ایک پامال و متبذل کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے وقت فرمایا کہ میں نے دس چیزیں اللہ تعالےٰ کے پاس امانت رکھی ہیں ایک اُن میں سے یہ بھی ہے کہ "ما تغنیتُ قط" اور یہاں اُس کا اشتغال مجتہد وقت شیخ تاج الدین سبکی قدس سرہ نے سماع کے متعلق

"واعلم بان الرقص والدف الذی سئلت عنہ وقلت فی الاصوات فیہ خلاف للائمۃ قبلنا (شرح الھدایۃ سادات السادات) لکنہ لم یات قط شریعۃ طلبتہ او جعلتہ کالقربات والقائلون بحلہ قالوا بہ کسواہ من احوالنا العادات فمن اصطفاہ لدینہ متعبد الحضورہ فاعدوہ فی الحسرات" فرمایا۔

- اور کس قدر محل حسرت ہے کہ آج اس کو عام عادات مباحہ میں رکھنے کے بجائے واقعی موجب قربت سمجھا جانے لگا اور کیسے نہ سمجھا جاتا اور ذہنی تعامی کس طرح اس فساد سے محفوظ رہتی جبکہ دینی اغراض کے لئے یہ مجالس ترتیب دیجاتی تھیں اور وجد و ذوق اور لذت اس میں متحرک ہوتی تھیں۔ غذاء روح اور پیام سرمدی سمجھا جاتا تھا آخر ایسے افضا اور انجر سے کیوں صرف نظر فرمائی گئی۔

گو دماغ تاویل کرلیتا ہے کہ استغراق، محوبیت، مغلوبیت، اپنے مصفّٰی اذہان پر قیاس، اور غلبہ حسن ظن، (باقی ص۶۴ پر)

فنا ہیں اور انتہائی مدح سرائی فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے طریقہ میں فنا ہیں اور انتہائی مدح سرائی فرماتے ہیں اور دونوں حق پر ہیں ہر ایک کو اپنے طریقے اور مشائخ سے فیض پہونچا ہے (جس کی کھائے اس کی گائے) بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عنایات ربانیہ جو کہ متبادل ہوتی رہتی ہیں کبھی اس نالی میں پانی بہتا ہے کبھی اس نالی میں۔ کاشتکار کو اپنی اس نالی کی مدح سرائی کرنی اور شکر گذاری کرنی ضروری ہے جس سے اس کو پانی پہونچا ہے اور ان نالیوں کی جن سے پانی

(سلسلہ حاشیہ مکتوب ۹) اس تجویز کا سبب ہے اور مانعین کے یہاں غلبۂ حزم و احتیاط۔ مگر اس سے اس قدر تو ضرور متبادر ہوتا ہے کہ دوسرے سلاسل خصوصًا نقشبندیہ اس سے محفوظ ہیں۔ سوائے شغل رابطہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر خود نقشبندیہ میں بھی بعض نے اظہار کراہت کیا جیسے حضرت سید احمد شہید صاحبؒ۔ لہٰذا وہ بہتر و اسلم اور افضل ہیں۔ انبیائی طرز سے چشتیہ کی نسبت نقشبندیہ زیادہ اقرب و اشبہ ہیں کہ "انی عبداللہ گویند بجائے قول سبحانی"

ایک اور وجہ بھی نقشبندیہ کی افضلیت کی ذہن میں ابھرتی ہے۔ نسبت بے رنگ ذات بحث ہے اس لئے نہ غیبت عقل اور تغیر عقل ان میں ہوتا ہے نہ نفس و ابلیس کے لئے موقعہ زیب و تلبیس کا زیادہ امکان، چشتیہ کے یہاں جذب کا نہ قور، الوان و انوار کا ظہور، اسی لئے وجد و حرکات بدنی کا صدور، غیبت و استغراق اور مشتبہ امور۔ سلیم راستہ میں محض تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم - تقشعر عند الخوف و تلين عند الرجاء۔ اور راہ چشتیہ میں تواجد حرکات بدنی، سقوط غشی، ایسے تاثرات کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کے ذکر و سوال پر صاف فرمایا کہ انا نخشى الله ولا نسقط ان الشيطان يدخل فى جوف احدهم (یہ روایت نظر سے گذری ہے اگر معتبر ہو)

ان حضرات کے اقوال میں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے ثبوت اور دلالت میں کلام کر کے تاویل کی جاتی ہے نقشبندیہ کے یہاں ایسی چیزیں بھی نہیں یا نہ ہونے کے درجہ میں۔ خصوصًا حضرت مجدد سرہندی تو کتاب و سنت سے صورتًا اور ادنیٰ تجاوز بھی پسند نہیں فرماتے۔ نص کے مقابلہ میں نص کو اور فتوحات مدنیہ کے مقابلہ میں فتوحات مکیہ کو بڑے محققانہ انداز کے ساتھ رد فرماتے ہیں۔ صورتًا بھی کوئی چیز بدعت و محدث نہیں معلوم ہوتی۔ بدعت حسنہ پر کس قدر قدح فرمایا ہے۔

ذہن میں آتا ہے کہ شاید یہی سلوک حضرات صحابہؓ کے سلوک سے قریب ہے اور یہی راہ نبوت ہے اور اسی طریق پر اجتبا بھی شاید منحصر ہے۔ بظاہر اور تقریبًا ورنہ عطا رب کا انحصار فضل رب کے سوا کسی راہ و طریق پر بھی نہیں۔

یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید سلوک چشتیہ راہ ولایت و انابت ہے جس کا مرتبہ بہرکیف ثانوی ہے۔ افضلیت و اولیت نقشبندیت ہی کو حاصل ہے۔ صحو کا غلبہ بھی ہے قرب و یقین کی مقصودیت بھی ہے۔ حُبّ عقلی بھی غالب ہے جس میں حدود باقی رہیں۔ ایسا سکر و استغراق بھی نہیں جس میں شطحیات کا صدور اور ضمحلال حدود ہو بھی (باقی ص ۶۵ پر)

نہیں پہونچا بے فیض قرار دینا صحیح ہے۔ مگر چونکہ یہ حالت دائمی اُن نالیوں کی نہیں ہے اس لئے دائمی فیصلہ غلط ہے۔ لوگ اس غلطی میں پڑجاتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف (غالباً ہمعات ہیں) اس کو مفصّل بیان فرمایا ہے۔ بہرحال فیوضات حاصل کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے منعم کا شکر کریں۔ بعد کے آنے والے اس امر میں مخطی ہیں کہ اُنھوں نے اس قضیہ مطلقہ عامہ یا وقتیہ مطلقہ کو دائمہ مطلقہ قرار دیدیا

(بقیہ حاشیہ ص۶۴) وہ طرق ہے جس میں "بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق" کی سی جامعیت وجمعیت موجود ہے اور اسی مسلک میں وہ فضل واولیت مرکوز ہے جو فقیہہ واحد کی الف عابد پر ہے۔

رہے اپنے اکابر قریبہ سواُن میں جو احتیاط تورع اتباع اور احسان کی مقصودیت پر زور ہے خیال ہوتا ہے کہ یہ برکت ہے حضرت سید شہیدؒ کی جن سے حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی بیعت ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں حضرت سید صاحب سے بیعت نہ ہوتا تو میری موت اچھی نہ ہوتی۔ چنانچہ یہ بھی کسی جگہ دیکھا سُنا ہے کہ حضرت سید صاحب سے بیعت کے بعد اُن کے مریدین کی حالت پہلے مریدین سے بدرجہا بہتر تھی۔ حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ نے معمولی کوئی نظم و قصیدہ سننے سے بھی انکار فرمادیا کہ لوگ مجھ کو کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کسی ایسے ہی موقعہ پر فرمایا کہ صوفیوں میں جس طرح بدنام ہوں مولویت کا دھبہ بھی میرے نام پر ہے اس لئے احتیاط کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے مسلک کی وسعت کہ خلفاء میں مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی جیسے کثیر السماع بھی ہیں۔ ادہر حضرت قاسمؒ اور حضرت رشید کا مسلک کہ "ہوگئے جن سے ہم ساغر و رنداں دونوں حضرت حاجی صاحبؒ کے فیصلۂ ہفت مسئلہ کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد کہ ہم تصوف میں حضرت حاجی صاحبؒ کے مقلد ہیں نہ تحقیقات فقہیہ میں اور اس کو جلوادیا۔ یہ برکت مزیدہ اور ثمرۂ ہنیہ ہے شجر طوبیٰ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء" ولی اللٰہی خاندان سے نسبت تلمذ کا اور اسی ذوق نقشبندیت کا۔ باوجود اس ذوق اور غلبہ صحو و استقامت کے حضرت گنگوہیؒ کے زبان قلم پر بھی یہ الفاظ آگئے "وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک استغفر اللہ" کیف آیا مگر شیخ مستقیم الحال غالب الاحوال تھے کہ "بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا" فالرب ربٌ والعبد عبدٌ فوراً سنبھل گئے اور استغفار فرمایا۔

حضرت والا کا ارشاد اسی مکتوب میں ہے کہ "ہمارے حضرات پر عنایات الٰہیہ سلوک چشتیہ میں بہت مبذول ہوئیں جو کہ ازمنہ اخیرہ میں دوسرے طرق میں اپنا مثیل نہیں رکھتیں" اپنا حقیر خیال تو یہی ہے کہ شاید یہ عنایات الٰہیہ اسی تلمذ ولی اللٰہی اور اسی تعلق و بیعت حضرت شاہ عبدالرحیمؒ بسید شہیدؒ کی برکت ہے۔ آگے چل کر فرمایا "ہمارے اسلاف (باقی ص۶۶ پر)

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر بہت اونچی تھی اُنھوں نے اس کا سدّ باب فرما دیا۔

ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالےٰ نے نہایت اعلیٰ اور اشرف طریقہ اختیار فرمایا اُن کا ظاہر نقشبندی ہے اور باطن چشتی ہے ؎

بُلبل نیم کہ نعرہ زنم دردسر کنم — قمری نیم کہ طوق بہ گردن درآورم
پروانہ نیستم کہ بسوزم بگردِ شمع — شمعم کہ جاں گدازم و دم برنیاورم

(بقیہ ص۶۵) اگرچہ سلوکِ چشتیہ میں چُست و چالاک اور گامزن ہیں مگر عملی حیثیت سے حضرت مجدد کے قدم بقدم ہیں"۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا گامزن ہونا ہی عمل ہے اور عمل کی کونسی جہت چشتی ہے اور کونسی قدم بقدم مجددؒ؟ آیا گامزن ہونا بطریق جذب اور قدم بقدم ہونا اتباع سنت یا کوئی اور مراد؟ حضرت وضاحت فرمادیں۔

یہ سب کچھ عرض کر رہا ہوں ایک خیال اور وہم کے درجہ میں ہے۔ تاہم استغفار کرتا ہوں اگر ادنیٰ شائبہ انتقاد ہو اپنی ظلمانی بساط ہر گز اس موازنہ کی نہیں"۔ ایاز قدر خود بشناس" محض میلان و وسوسہ کا درجہ ہے اگر حضرت والا کی توجہ سے اس میں اعتدال آجائے۔

ہمیشہ جب کبھی حضرات صحابہؓ کے حالات و سوانح جن کی ولایت قطعی معیاری ہے سامنے آتے ہیں ایک جذب و کشش محسوس کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تو بلا استحقاق اسی زمرہ کے غلاموں میں محشور فرمادیجو گو اس دعا پر حیا بھی آتی ہے کہ

ترجوا النجات ولم تسلك مسالكها — ان السفينة لا تجري على اليبس

اور اُمید بھی بندھتی ہے۔ الرجل یحب القوم ولا یستطیع ان یعمل عملهم قال یا اباذر المرء مع من احب" کے وسعت فضل و وفور کرم پر۔

بخلاف صوفیاء کرام رحمہم اللہ خصوصاً چشتیہ کے کہ اُن کے عشق و ولولہ کی کیفیات سوز و ساز" افروختن و سوختن و جامہ دریدن" اور" می بیرمی بیچ می سوزمی دوز" کے آتشیں کوالف و حالات پر قلب گرما جاتا ہے، ان کی ربودگی، اُن کی سوختہ سامانی آشفتہ حالی، ہجر و فراق کی بے چینی "مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم" کی سرمستی" بسیار صبح شد کہ بوئے نسیمت نمی رسد" شاید اے گل تو پائے صبا را شکستہ" کا انتظار اُن کا راتوں کو رونا یا نہ دلبریں، اُن کا قلق تململ اور اضطراب اس پر اس قدر پیار آتا ہے کہ بے اختیار تمامی ہوش و خرد کو ان کی گرمی رخسار پہ قربان کردینے کو دل چاہتا ہے اور" بعدہ دیوانہ سازم خویش را" اور زہد کی بفرہش و حیرانی بخر" کی تڑپ پیدا ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ طبعاً ہے عقلی طور پر جہاں اُن کی بعض رسوم معمولات عکوفہ خاصہ رنگین لباس، اوضاع اعراس سماع، طرق ایصال مخصوص ہیئت غیر ماثورہ اہتمامات، کتاب و (باقی ص۶۷ پر)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کہ "ان لصدرہ ازیزا کازیز المرجل من البکاء" اوکما قال، کیا اسی کی شہادت نہیں دیتی۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا تھا کہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ چشتیہ کے تین دور ہیں اول طبقہ پر زہد غالب ہے۔ دوسرے طبقہ پر عشق غالب ہے، تیسرے طبقہ پر اتباع سنّت غالب ہے، الغرض کام کیجئے اور سب کو اپنا مقتدا قرار دیجئے کسی

(سلسلہ حاشیہ صـ۲ـ۴) سنت سے بظاہر مختلف بعض اقوال ممتاز و علیحدہ اطوار نظر آتے ہیں۔ ماھذہ التماثیل اللتی انتم لہا عاکفون"۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا فکر ذوق اور مسلک یکسر ہی کچھ مختلف سا ہے۔ ؎

وخیر امور الدین ما کان سنۃً وشر الامور المحدثات البدائع

دفعتہً طبیعت رک جاتی ہے۔

صحابہ کی زندگی اور صوفیا کی سوانح کو کس طرح بے تکلف منطبق کروں۔ البتہ بے تکلف بحمد اللہ کر لیتا ہوں اور اپنے آپ کو مطمئن بھی کر لیتا ہوں۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ بس صحابہ اپنے ہیں اور ہم صحابہ کے۔ یا جو ان سے اشد و اقرب و "لاً دو گیا" سمتاً ہیں بس اصل یہی ہیں اور یہی معیاری ہیں۔ ہاں صوفیا چشتیہ خوب بھی ہیں شاید ضرورت زمانہ اور تغیر احوال کی وجہ سے اسی طرز میں قرب و وصال تزکیہ و تطہیر اور اصلاح و تبلیغ زیادہ سمجھی ہو۔ خصوصاً ہندوستان میں ہندوانہ ماحول میں یہی وضع و شکر مفید و موثر خیال فرمائی ہو یا بعد عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اذہان مختلف کا فرانہ فکر و تفلسف، مختلف نسلی طبقاتی تلوثیات و تلونیات کے باعث اس شستہ پاکیزہ خالص "بیضاء نقیتہ لیلہا کنہارھا سواء" کے فہم و اخذ، عمل و اختیار اور اپنانے میں عوام کا دماغی ڈھانچہ الجھتا ہو اور وصول ضروری، لہذا جس طرح بن پڑا یمین سے یا یسار سے کھینچ تان کر لائے۔ گو بعض جگہ وسائل نے مقاصد کا مقام بھی پیدا کر لیا مگر پھر دل اندر سے یہی کہتا ہے کہ "کل عبادۃ لم یفعلہا الصحابۃ فلا تفعلوا" اور "مالم یکن یومئذ دینا لا یکون الیوم دینا علیکم بآثار النبی فان من افضل اعمال الرشاد اتباعہا" صاف ستھرا طریقہ بے غل وغش راہ "انی ذاھبٌ الی ربی سیھدین" اول ذہاب الی الرب جس کا طریق تہذیب اخلاق اور رسوخ فی الذکر ہے اور اسی کا منتہی سلوک متعارفہ کا منتہیٰ ہے پھر سیہدین کا تفرع اس کا مآل کار ہے جس میں حقائق کے کشف و شہود، اللہ اور اس کے بندوں کے باہمی معاملات کے انکشاف و انشراح، قرب و یقین، گویا مع الصحو الغالب تجلی ذاتی کا استقرار ہے و بس۔ یہ کیف چشتیہ میں کم نقشبندیہ میں نمایاں۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ نقشبندیہ ہی کو فضیلت ہے۔

اُمید ہے کہ حضرت والا افراط و تفریط پر متنبہ فرمائیں گے کہ کم از کم فکر و اعتقاد میں تو کوئی نازیبا تجاوز اور کیف انتقاد باقی نہ رہے — حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کہ اپنے حضرات کے مسلک میں نہایت اعتدال (باقی صـ۶۸ـ پر)

کی تنقیص نہ کیجئے۔ سب سے ادب اور احترام کا معاملہ کیجئے۔ روح کے فنا کے متعلق سلب وجود کو جو عریضہ میں لکھا گیا ہے وہ اُن اکابر کے قول کی تشریح ہے جو فرماتے ہیں کہ ارواح فنا ہونگی یعنی جو نفخۂ اولی میں فنا کلی بلا استثنار کے قائل ہیں اور جو حضرات روح اور جنّت وغیرہ کے استثنار کے قائل ہیں

(سلسلہ حاشیہ ص۶۷) اور حق کچھ اسی میں دائر سا محسوس ہوتا ہے گویا " ادر الحق مع علی حیث کان " حق تعالےٰ فکری اعتدال سے تو محروم نہ فرمائیں۔

مکرر آنکہ اس سے قبل ایک سوال کا جواب آسام سے موصول ہو گیا تھا اور قطعی تشفی ہو گئی تھی خصوصًا حدیث "خلقتم للابد" کے بعد کوئی خلجان نہیں رہا مگر آخیر میں حضرت والا کا ارشاد کہ انسانی موت انفصال روح عن الجسد سے عبارت ہے اور روح کی موت عن سلب الوجود ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ سلب وجودِ روح نہیں وہاں تو خود وجود محفوظ ہے یہاں سے محض انتقال وارتحال ہے۔ اس ارتحال سے جسم کی موت تو واقع ہو گئی۔ مگر خود نفس روح کی موت سلب وجود کا کونسا مرحلہ ہے چاہے اس مسلوبیت وجود کی کچھ ہی کیفیت ہو کہ کیفیت سے سوال نہیں۔ اگر چند کلمات اس کے متعلق تحریر فرما دیں اگرچہ اوپر والی حدیث کے بعد تشفی ہو گئی۔ حد ادب۔ عبدالرشید محمود گنگوہ

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں پر جناب حکیم صاحب مدظلہٗ کے اُس والانامہ کو درج کر دیں جو موصوف نے ایڈیٹر رسالہ دار العلوم کو حضرت شیخ المشائخ مولانا مدنی دامت برکاتہم کے جواب آجانے اور تشفی ہو جانے پر اپنے تاثرات کو مخصوص انداز میں ظاہر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

یہ سوال محض ایک علمی تحقیق ہی کی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک متوسل کا اپنے شیخ سے اظہار حال بھی ہے جس کی نوعیت علاج و استعلاج کی ہے۔ ضروری نہیں کہ معالج عوارض لازمہ کے ہر ہر جزء کی طرف متوجہ ہو، وہ مرض اور عرض کے فرق کو جانتے ہوئے اپنی التفات کا مرکز مرض کو بنائے گا نہ عرض کو، کہ اعراض تابع امراض ہیں۔ مرض اصلی و شرکی میں شرکی کی حیثیت رعایت کی ہو سکتی ہے عنایت کی نہیں۔ کم فہم مریض اعتناءً بالامراض پر مطمئن نہیں ہوتا وہ اعتنا بالاعراض تفصیلاً چاہتا ہے اور نہیں جانتا کہ اعراض کا رفع منحصر ہے امراض کے دفع و زوال پر۔ یہی شان حکمارامت روحانی ماہرین نفسیات کی ہے کہ وہ زوائد و توابع سے بچکر فوائد و لوازم پر نظر رکھتے ہیں اور " ان السابقین عن علم وقفوا و ببصر نافذ قد کفوا وکانوا ھم اقوی علی البحث لو بحثوا " کا علمی و بصیرتی کف و وقوف ان کا معمول ہے۔ حضرت نے اس تحریر میں مسائل کی علمی تحقیق اور تفصیلی تحلیل و تجزی نہیں فرمائی۔ منشار فکر و ذہنیت اور ثوران تخیل کے بند و صلاح کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت خوبی و اجمال کے ساتھ فکری اسارت و تعدی کی اصلاح اور بڑھتے ہوئے جوش و رجحان پر ایک بند لگا کر مسلک اعتدال و زیبارہ‌ی کی نشان دہی فرما دی جیسا کہ ؎ بلبل نیم کہ نعرہ زنم و رد سر کنم اور پروانہ نیستم کہ بسوزم بگرد شمع " اور اخیر کا مضمون کہ تیسرے طبقہ پر اتباع سنت غالب ہے (باقی ص۶۹ پر)

ان کے قول پر نہیں ہیں۔ الغرض فنائے روح اور اس کی موت کے معنی سلب وجود کے ہیں بعض کے نزدیک واقع ہوگا بعض کے نزدیک نہ ہوگا۔ واللہ اعلم دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

رزقنا اللہ وایاکم فیوضاتھم ولا یحرمنا اللہ وایاکم من برکاتھم آمین

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

(سلسلہ حاشیہ ص۴۸) نیز اس قضیہ کو دائمہ مطلقہ قرار نہ دیا جائے سے ظاہر ہے یہ اسی منشاء انتقاد کا جواب ہے۔ حکماء روحانی طویل قیل وقال سے ہٹ کر ایسی تدبیر وتدلی سے چلتے ہیں جو باصطلاح ولی اللّٰہی علم استعداد نفوس انسانیہ بجمیعہا وکمال ومآل ہر کسے کا مقتضی ہے۔ اہل علم اس حکیمانہ کف ووقوف اور بصیرتی ظہور ورسوخ کو جانتے ہیں جو اپنے عمیق ادراک میں نہ الفاظ وبیان کی سطوح کے پابند ہیں نہ دلیل واستدلال کے کناروں تک محدود۔ ان کی نظر منشاء پر جاتی ہے جس کے آثار میں یہ بیان واستدلال ہے۔

وللقلب علی القلب دلیل حین یلقاہ ❊ وفی الناس من الناس مقائیس واشباہ

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اس جواب کے بعد مسائل کا خلجان تقریباً ختم ہوگیا۔ شدت واعتذار فکر کی لگام کھچ گئی اور ~

اک دانش برہانی اک دانش نورانی ❊ ہے دانش برہانی ظلمت کی فراوانی

کا انتباہ اور حصول اطمینان واعتدال میسر ہوگیا۔ عبدالرشید محمود

مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب گنگوہ کے سوالات خالص علمی اور بہت پھیلے ہوئے ہیں کہ اگر خود ان کے مفہوم کی شرح کی جائے تو ایک دفتر بن جائے۔ مگر ہم نے اتنے ہی پر بس کر لیا کہ بھائی "بڑے کی بات بڑے ہی جانیں" چنانچہ امام العصر مدظلہٗ کا مختصر مگر جامع جواب کی افادیت اور معنویت کا فیصلہ وہ اہل ذوق کر سکتے ہیں جن کا علم حاضر ہو اور سلف کے علوم وکمالات پر نہ صرف نظر ہو بلکہ وہ خود انھیں میں کا ایک فرد ہو۔ حکیم صاحب موصوف کے سوالات بظاہر بہت اہم اور ناقابل فہم محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن جواب میں اُنھیں گوشوں کو کھول دیا گیا ہے جہاں سے پانی مرتا تھا۔ سب سے بڑے سوال کا جواب تو صرف اسی ایک شعر سے ہوگیا۔ ~

نہ ہیں تفضیل کا قائل نہ مساوات کا، ہاں
مجھ سے گمراہ کی ہدایت کو ہیں یکساں دونوں

افسوس یہ ہے کہ حکیم صاحب کے خط کے سوال وجواب سے معمولی درجہ کے پڑھے لکھے فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے۔

(اصلاحی)

مکتوب نمبر ۱

ایک سائل کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - تمام اہل سنت والجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمہ طیبہ (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ) صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی اور ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تمام یقینی باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ، کتابہائے خداوندیہ، قیامت تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان لے اور اقرار کر لے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے، اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے یہ ایمان و اسلام زائل نہیں ہوتا، اعمال ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فسق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ ہاں اگر ان امور ایمانیہ کا انکار وجود پایا جائے تب بیشک استحقاق کفر ہوتا ہے۔ اعمال خواہ کسی درجہ کے ہوں اُن کا ترک کرنے والا کافر نہیں ہوتا

حاشیہ مکتوب نمبر ۱ - خطبات میں مودودی صاحب سے بعض اصولی باتوں کی تشریح میں چوک ہوگئی تھی اور جو اصلاح طلب تھی، امام العصر مولانا مدنی نے اس پر تنبیہ فرمایا۔ ابوالاعلیٰ صاحب اور اُن کے مقلدین نے اس پر کچھ ایرادات کئے حضرت شیخ مدظلہ نے ایک مدلل رسالہ ایمان وعمل کے نام سے لکھ دیا۔ جس میں مودودی جماعت کے امام اور مقتدی دونوں کی خوش فہمی کو واضح کر دیا گیا۔ عقائد و کلام کی کتابوں میں صاف تصریح ہے کہ:-

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے جو احکام بیان فرمائے ہیں ان کی تصدیق ایمان ہے - یہ احکام خواہ اعتقادی ہوں یا عملی" (ملاحظہ ہو مسامرہ شیخ ابن ہمام)

حتیٰ کہ علامہ عابدین جامع الفصولین کے حوالہ سے شامی میں امام طحاویؒ سے یہ نقل فرماتے ہیں:-

"ہمارے اصحاب کے نزدیک ایمان سے اس وقت خارج ہوگا جبکہ اس کا انکار کرے جس کی تسلیم سے مسلمان ہوا تھا اور جب تک کہ یہ انکار یقینی نہ معلوم ہو کفر کا حکم نہ دیا جائے گا" (شامی)

جس جماعت کے مبلغ اور رہنما کو اتنی سی بھی تحقیق نہ ہو اُس کو کیا حق پہونچتا ہے کہ لوگوں کا قائد اور امیر بنے مسائل میں غیر تحقیقی شان اہل علم کے رتبہ سے گری ہوئی چیز ہے جس کا انجام "ضلوا فاضلوا" کی وعید سے ظاہر ہے۔

اصلاحی

البتہ گمراہ فرقے خوارج، معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال مرضیہ کے ترک کرنے سے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور اُن کی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم اور تلقین کرتی ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب اپنے رسالہ "حقیقت حج" میں زیر عنوان "حج کی تاریخ ما بعد" میں فرماتے ہیں:۔

نیز ان چھوٹے رسالوں کے علاوہ خطبات میں بھی یہ عبارتیں موجود ہیں اور انھیں سے یہ مضامین اور عبارتیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کئے گئے ہیں۔

"رہے وہ مسلمان جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُن کے ذمہ ہے دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گذر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک اُن کے دل میں نہیں گذرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو اُن کو مسلمان سمجھتا ہے"۔ خطبات ص۱۸۶

نیز رسالہ حقیقت زکوٰۃ میں زیر عنوان "زکوٰۃ کی اہمیت" فرماتے ہیں:۔

"اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا" خطبات ص۱۲۷ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی گوشہ محل حیدرآباد دکن

پھر لکھتے ہیں:۔

"ان دو ارکان اسلام (نماز روزہ) سے جو لوگ روگردانی کریں ان کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے"۔ (خطبات ص۱۳۰ زکوٰۃ)

پھر فرماتے ہیں:۔

"قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے معنیٰ ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو"۔ (خطبات ص۱۳۳)

مذکورہ بالا تصریحات پر غور فرمائیے پاکستان اور ہندوستان کے وہ تمام سربرآوردہ مسلمان لیڈر جو کہ

برسر اقتدار ہیں اور دور دور کے ممالک یوروپیہ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں بازمانہ سابق میں ان دور دراز ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کر چکے ہیں اور نعمت حج و زیارت مدینہ منورہ سے فائز نہیں ہوئے، سر سید اور جسٹس محمود سے لیکر اس زمانہ کے جملہ اشخاص جن میں علامہ سر اقبال، قائد اعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں، سر ناظم الدین وغیرہ وغیرہ بے شمار لیڈران قوم آتے ہیں، سب کے سب کو بیک قلم قطعی اور یقینی طور پر اسلام و ایمان سے خارج کر دیا گیا اور فتویٰ صادر کر دیا گیا کہ اُن کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص بھی اُن کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ اسی طرح وہ تمام اسلامیت کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے اور اُن کا کلمہ طیبہ پڑھنا بے معنی اور اُن کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور بے کار ہے اور چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں ایک کے زوال سے دوسرے کا آجانا یقینی ہے۔ اس لئے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام سے قطعی طور پر نکال دیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔ اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور اُن کی جماعت یا خوارج کے سوا کلمہ گویان اُمّتِ محمدیہ کی کس نے کی اور کب کی گئی؟ بے شک ایسے لوگ فرائض کے تارک گنہگار مستحق عقاب ہیں اُن کو جلد سے جلد توبہ کرنا اور اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے (اگر زندہ ہوں) اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں (اگر بلا توبہ مر گئے ہوں) مگر وہ دائرہ ایمان اور اسلام سے خارج نظر شرع میں نہیں کیے جا سکتے کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور ایمان ضرور بالضرور اُن کو نفع پہونچائے گا۔ اگرچہ بداعمالیوں کی سزا کے بعد ہی ہو (اگر شفاعت یا دیگر وجوہ رحمت سے مستفید نہ ہو سکے) مگر ایسے لوگ خلود فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ ذرہ برابر بھی ایمان کا درجہ اُن کے لئے خلود فی النار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہوگا۔ مودودی صاحب اور اُن کی جماعت کا یہ عقیدہ اُمتِ محمدیہ پر انتہائی ظلم اور خوارج کی طرح غلو فی الدین ہے۔

اعمال کو جزوِ ایمان قرار دینا

اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمال اسلامیہ کو جزو ایمان بجز فرقہ ہائے ضالہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی نے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ ان کے ترک سے ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ مودودی صاحب اور اُن کے

تبعین ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ اُن کا مسلک اہل سنت والجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیث صحیحہ اور آیات صریحہ کے بالکل منافی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلف محدثین اور شافعیہ اور اہل ظاہر وغیرہ ہیں جو کہ اہل سنت ہیں سے ہی ہیں مگر یہ جواب بالکل غلط ہے اور دھوکا ہے۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو ایمان کا جزو مقوم نہیں کہتے کہ اُس کے عدم سے انعدام ایمان اسی طرح ہو جائے جس طرح جزو کے انعدام سے کل کا انعدام ہو جاتا ہے بلکہ جزو متمم اور مکمل کہتے ہیں اور ان کے انعدام سے کمال ایمانی معدوم ہو جاتا ہے نفس ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسے کہ اجسام انسانیہ کے دو قسم کے اجزاء ہیں بعض مکملہ ہیں جیسے انگلیاں، ناک، کان، آنکھ ہاتھ، پیر اور بعض مقومہ ہیں جیسے دل، دماغ، جگر وغیرہ اعضائے رئیسہ، پہلے قسم کے اعضا کے کٹ جانے سے انسان مرتا نہیں ہے البتہ اُس کے جسمانی کمال میں نقصان ہو جاتا ہے، بخلاف دوسری قسم کے اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے اس لئے تارک اعمال کی تکفیر نہیں کی جا سکتی خواہ وہ اعمال کتنی ہی عظیم الشان اہمیت رکھتے ہوں امام بخاری فرماتے ہیں۔

المعاصی من امر الجاهلیه ولا یکفر صاحبها بارتکابها الا بالشرك الخ (معاصی رسوم جاہلیت میں سے ہیں (لیکن) عصاۃ کو جب تک کہ ان کی معصیت حد شرک میں نہ داخل ہو کافر نہ کہا جائیگا) امام نووی شافعیؒ ص۲۵ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:-

ثم ان اسم الایمان یتناول ما فسر	لفظ ایمان میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اس
به الاسلام فی هذا الحدیث وسائر	حدیث میں بسلسلہ تفسیر اسلام بیان کی گئی ہیں اور تمام
الطاعات لکونها ثمرات للتصدیق الباطن	طاعات بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اس تصدیق کے ثمرات
الذی هو اصل الایمان ومقویات ومتممات	اور مقوی اور متمم ہیں جو کہ اصل ایمان ہے اسی لئے سرور عالم
وحافظات له ولهذا فسر صلی الله علیه وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس والی حدیث میں ایمان کی
الایمان فی حدیث عبد القیس بالشهادتین	تفسیر، شہادتین صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم رمضان اور
والصلوٰة والزکوٰة وصوم رمضان واعطاء	ادائے خمس کے ساتھ کی ہے اور اسی لئے مومن مطلق

الجنس ولهذا لا يقع اسم المومن المطلق
على من ارتكب كبيرة او ترك فريضة لان
اسم شئ مطلقا يقع على الكامل منه ولا
يستعمل فى الناقص ظاهرا الا بقيد

کا لفظ اس شخص پر نہیں بولا جاتا ہے جو کہ مرتکب
کبیرہ ہو یا تارک فرض ہو کیونکہ مطلق کا اطلاق کامل
ہی پر ہوتا ہے اور ناقص میں استعمال قرینہ یا
قید کے بغیر نہیں ہوتا

اور ص۲۶ میں فرماتے ہیں:-

واعلم ان مذهب اهل الحق انه لا يكفر احد
من اهل القبلة بذنب ولا يكفر اهل الاهوا
والبدع وان من جحد مايعلم من دين الاسلام
ضرورة حكم بردته وكفره الخ

جاننا چاہیئے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اہل قبلہ میں
کسی کو کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہ کہا جاوے۔ نہ
اہل اہوا اور اہل بدعت کو کافر کہا جائے لیکن ضروریات
اور قطعیات اسلامیہ کے منکر خارج از اسلام ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج ۱ ص۴۴ میں فرماتے ہیں:-

فالسلف قالوا هو (الايمان) اعتقاد
بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان
وارادوا ان الاعمال شرط فى كماله
ومن هٰهنا القول بالزيادة والنقص
كما سياتى والمرجئة قالوا هو اعتقاد ونطق
فقط والكرامية قالوا هو نطق فقط والمعتزلة
قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق
بينهم وبين السلف انهم جعلوا الاعمال
شرطا فى صحته والسلف جعلوها شرطا
فى كماله

سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل
سے شہادتین کا اعتقاد کرنا اور اعضا سے مقتضائے شہادت
پر عمل کرنا، زبان سے کلمہ شہادت ادا کرنا سلف نے عمل
کرنے کو کمال ایمان کے لئے شرط قرار دیا ہے اور اسی وجہ
سے سلف قائل ہوگئے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی واقع
ہوسکتی ہے (یعنی اعمال کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے)
اور فرقہ مرجئہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان اعتقاد شہادت
اور زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے (یعنی عمل سے
ایمان کا کوئی تعلق نہیں) اور فرقہ کرامیہ کا مسلک یہ ہے
کہ ایمان صرف زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے اور
فرقہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان عمل اور نطق شہادت

اور اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ معتزلہ اور سلف صالحین کے مسلک میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ عمل کو ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط قرار دیتے ہیں اور سلف صالحین عمل کو صحت ایمان کے لئے شرط قرار نہیں دیتے بلکہ کمال ایمان کے لئے شرط کہتے ہیں (ترجمہ)

کلام سابق سے معلوم ہوا کہ علمائے کلام (اشاعرہ و ماتریدیہ) اور شافعیہ و محدثین اور سلف میں نزاع لفظی ہے، علمائے کلام نفس ایمان میں اعمال کی جزئیت کے نافی ہیں، کمال ایمان میں جزئیت کے نافی نہیں اور سلف اور شافعیہ اور محدثین کمال ایمانی میں جزئیت کے قائل ہیں نفس ایمان میں نہیں۔ اس لئے مرتکب کبیرہ اور تارک اعمال مفروضہ کسی کے نزدیک کافر نہیں ہوگا اور نہ نفس ایمان سے محروم ہوگا۔ البتہ کمال ایمانی سے سب کے نزدیک محروم رہے گا۔ اس لئے مودودی صاحب کا ارشاد بالکل اہل سنت والجماعت کے خلاف اور خوارج و معتزلہ ہی کا مذہب ہے جس کو مودودی جماعت اختیار کئے ہوئے ہے اور مسلمانوں کو اسی طرف بلاتی ہے اور اسی میں داخل کرتی ہوئی ان کو خارجی اور معتزلی بنا کر گمراہ کرتی ہے۔ اس پر مودودی صاحب کے یہاں آج ہندوستان اور پاکستان بلکہ تمام دنیائے اسلام کے اکثر و بے نہایت مسلمان دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ آج ملت محمدیہ میں بڑی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو تمام یا اکثر یا بعض فرائض کے تارک ہیں، ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا اور اقرار و یقین باللہ و بالرسول لغو اور غیر قابل اعتبار ہوجاتا ہے۔

جو حضرات مودودیت کی دعوت دینے کے لئے یہ پروپیگنڈہ کرتے پھرتے اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام اور جال میں پھنسا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریروں اور لٹریچروں سے بے شمار انگریزی خواں جو کالجوں کی تعلیم سے بالکل ملحد اور بے دین ہوگئے تھے دیندار ہوگئے ہیں۔ یہ عظیم الشان کارنامہ مودودی صاحب کا ہے جس کی بنا پر سب کو ان ہی کے حلقہ ارادت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور جو حضرات اس دام تزویر میں گرفتار ہیں وہ غور فرمائیں کہ مودودی صاحب کے لٹریچروں سے دائرہ ایمان و دین میں داخل ہونے والے زیادہ ہیں یا ان لٹریچروں کی وجہ سے نکل جانے والے زیادہ ہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ جو لوگ ان گنہگار مسلمانوں کو دائرہ اسلام و ایمان سے خارج نہیں کرتے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سے جاہل ہیں حالانکہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث ان لوگوں

کے ایمان اور اسلام کی شہادت دیتی ہیں اور اُن کو مغفرت اور نجات کی اُمید دلاتی ہیں ۔

(۱) قال اللہ تعالےٰ ۔ فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا ۔ الآیۃ (پ ۳ ع ۲ البقرہ)

پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں ۔

(۲) وقال سبحانہ وتعالیٰ ومن یسلم وجہہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ والی اللہ عاقبۃ الامور ومن کفر فلا یحزنک کفرہ الینا مرجعہم فننبئہم بما عملوا ان اللہ علیم بذات الصدور (پ ۲۱ ع ۱۲ لقمان)

(۲) اور جو شخص اپنا رُخ اللہ کی طرف جھکادے اور وہ مخلص بھی ہو تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہونچے گا اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہیے ان سب کو ہمارے پاس لوٹنا ہے سو ہم ان کو جتلادیں گے جو کچھ کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں ۔

(۳) وقال تعالیٰ ۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینٰہ فی الدنیا وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصالحین اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین (پ ۱ ع ۱۶ ۔ البقرہ)

(۳) اور ملت ابراہیمی سے تو وہی شخص روگردانی کریگا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے اُن کو دُنیا میں منتخب کیا اور آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں جبکہ ان سے اُن کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی ۔

(۴) وقال تعالیٰ ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (پ ۳ ع ۱۵ ۔ آل عمران)

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم اور کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے حق تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہدو کہ گواہ رہو ہم تو ماننے والوں میں ہیں

(۵) وقال اللہ تعالیٰ ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء الآیہ (پ۵ ع ۱۵ انعام)

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

(۶) وقال تعالیٰ: قُل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً الآیہ (پ۲۴ ع ۳ الزمر)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔

(۷) وقال سبحانہ وتعالیٰ ۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما ۔ الآیہ (پ۲۶ ع ۱۳ الحجرات)

اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو۔

(۸) وقال تعالیٰ ۔ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون (پ۷ ع ۱۵ انعام)

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے انھیں کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔

وفسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الظلم" بالشرک"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ظلم کی جو اس آیت کریمہ میں ہے شرک کے ساتھ تفسیر بیان فرمائی ہے۔

(۹) وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علیٰ ذلک الا دخل الجنۃ قلت وان زنیٰ وان سرق قال وان زنیٰ وان سرق ۔ قلت وان زنیٰ وان سرق قال وان زنیٰ وان سرق قلت وان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا بندہ کلمہ توحید کا قائل ہو پھر اسی عقیدہ پر اس کو موت آجائے تو وہ ضرور جنتی ہوگا (راوی حدیث یعنی ابوذرؓ صحابی فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ کلمہ توحید کا قائل جنتی ہے چاہے وہ زنا وچوری بھی کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں چاہے وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ پھر میں نے تعجب سے کہا اگرچہ وہ

زنی وان سرق قال و ان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر - الحدیث (متفق علیہ)

زنا اور چوری بھی کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ زنا اور چوری بھی کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ جنتی ہے ابوذر کی ناگواری کے باوجود اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے (بخاری و مسلم)

(۱۰) وعن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله - وان عيسى عبد الله ورسوله وابن امته وكلمته القاها الى مريم وروح منه والجنة والنار حق ادخله الله الجنة على ما كان من العمل (متفق علیہ)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور بلا شبہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی اس کے بندے اور رسول برحق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک بندی کے بیٹے ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں جن کو حق تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القا فرمایا تھا اور حق تعالیٰ کی جانب سے ایک روح ہیں اور گواہی دے کہ جنت دوزخ حق ہیں ایسے کو حق تعالیٰ جنت میں داخل فرمائینگے اس کے عمل خواہ کیسے ہی ہوں (بخاری و مسلم)

(۱۱) وعن انس رضی اللہ عنہ - قال يخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن شعيرة من الخير ويخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن برة من خير ويخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن ذرة من خير

انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ عذاب نار سے ایسے لوگ بالآخر نکال دیئے جائیں گے کہ جو کلمہ توحید کے قائل تھے اور اُن کے دل میں جَو برابر ایمان تھا اور وہ لوگ بھی دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے جو کلمۂ توحید کے قائل تھے اور اُن کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر ایمان تھا اور ایسے لوگ بھی دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے جن کے دل میں ذرّہ برابر ایمان تھا ابو عبداللہ بخاری فرماتے ہیں کہ (راوی) ابان نے کہا کہ

قال ابو عبد الله قال ابان حدثنا قتادة قال حدثنا انس عن النبی صلی الله علیہ وسلم من ایمان مکان خیر (صحیح بخاری ص۱۱)	ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ یہ روایت ہم کو انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کی تھی اور بجائے من خیر کے لفظ من ایمان نقل کیا تھا (بخاری)

کیا اسی قسم کی تعلیم کا نتیجہ وہ نہ تھا جو خوارج سے نہروان وغیرہ میں مسلمانوں اور حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے اصحاب واتباع کے خون بہانے کی صورت میں ظاہر ہوا اور جو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اتباع نے حجاز، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ۱۲۲۰ھ سے ۱۲۳۳ھ تک مسلمانوں کے خون کے دریا بہانے کی صورت میں پیدا کیا۔

(۱۲) رد المحتار حاشیہ درمختار (شامی) جلد ۳ ص۳۳۹ میں ہے۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع محمد بن عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علماءهم حتی کسر الله شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومائتین والف۔	جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے تبعین سے پیش آیا کہ انھوں نے نجد سے خروج کیا اور حرم مکہ اور حرم مدینہ پر تسلط جمایا اور اس کے مدعی رہے کہ حنابلہ کے مذہب کے پابند ہیں لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ لوگ ہیں جو ہمارے ہم مشرب ہیں اور جو ہمارے اعتقاد کے مخالف ہیں وہ سب مشرک ہیں اور اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا قتل کردینا اور ان کے علماء حق کو مار ڈالنا مباح سمجھا۔ ان کا تسلط قائم رہا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبہ کو فنا کردیا اور ان کے شہروں کو ویران کردیا اور اسلامی شہروں کو ان کے مقابلہ میں کامیابی عطا فرمائی ۱۲۳۳ھ میں۔

اور جو کہ ابن سعود کے تسلط کے وقت میں غطغط اور دخنہ نے مسلمانوں کو قتل اور اموال کے لوٹنے

کی صورت میں ہویدا کیا اور بالآخر ابن سعود نے تنگ آکر ان قبیلوں کی قوت کا قلع قمع کیا۔ ایسی ہی تعلیمات کے نتیجے ہیں جن کو آجکل مودودی صاحب کے اتباع نے شروع کر دیا ہے۔

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"یہاں حال یہ ہے کہ جو شخص بھی اس تحریک سے متاثر ہو گیا ہے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمام سلف صالحین کی عظمت و رفعت اپنے دل سے نکال چکا ہے۔ تقلید اس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی وہ ہر موقع پر کورانہ تقلید کے الفاظ استعمال کرتا ہے اگرچہ مودودی صاحب کا ربقۂ تقلید اپنی گردن میں ڈال چکا ہو۔ وہ عام مسلمانوں سے اپنے کو کچھ علیحدہ سمجھتا ہے اور اس کی ہر چال ڈھال انداز تکلم ہر حساس آدمی کی نظر میں علیحدہ امتیازی نظر آتا ہے۔ مودودی اور غیر مسلمانوں میں انتشار وافتراق بڑی حد تک پھیل چکا ہے۔ اگر کسی اسکول کا ہیڈ ماسٹر مودودیت سے متاثر ہو چکا ہے تو وہ مذہبی لحاظ سے اپنے چپراسی پر رحم نہیں کرتا۔ اگر کسی کمیٹی کا منیجر مودودی ہو چکا ہے تو وہ ایک کلرک کی بھرتی کے وقت مودودی کلرک رکھنا چاہتا ہے۔ بیٹا مودودی ہو گیا ہے تو وہ بوڑھے اور ضعیف حاجتمند باپ کی امداد نہیں کرتا۔ بھائی سے بھائی، چچا سے بھتیجا، ماموں سے بھانجا آپس میں دست و گریباں ہیں پرانی دوستیاں ختم ہو گئیں، عزیزوں میں اختلاف وافتراق رونما ہو گیا۔ جناب محترم ان سب باتوں کی بوقت ضرورت نشان دہی کی جا سکتی ہے"

غور فرمائیے کہ مودودیوں کے اس غلو اور افراط کے نتائج (کہ وہ اپنی جماعت کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو نسلی مسلمان قرار دیکر سلف اور متبعین مذاہب اربعہ اور صوفیائے کرام کو نہایت دلخراش الفاظ سے علانیہ ذکر کرتے ہوئے تکفیر اور تحمیق و تجہیل کرتے ہیں اور سلف صالحین اور صحابہ کرام سے آج تک کے تمام مسلم افراد پر زبان درازیاں کرتے ہوئے تنقید و سب وشتم کرتے ہیں) کہاں سے کہاں تک پہونچ رہے ہیں اور آئندہ ان نتائج کے کیا کیا پھول پھل لگ سکتے ہیں۔ دور بین اور سمجھدار لوگوں کو متنبہ ہونا اور عبرت پکڑنا از بس ضروری ہے اور جس قدر احتیاط اور انضباط ممکن ہو عمل میں لانا واجب ہے۔ واللہ الموفق۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ محرم ۱۳۷۱ھ

مکتوب ۱۱

جناب مولانا غلام حسین صاحب (بھاگل پور بہار) کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔

بدء الاسلام غریبا الحدیث کا ترجمہ یہ کرنا کہ اسلام غریبوں سے پھیلا اور پھر غریبوں میں لوٹ آئے گا لغت عربی کے خلاف ہے۔ ہماری زبان اردو میں غریب کا ترجمہ مسکین اور فقیر سے کیا جاتا ہے یعنی وہ شخص غریب ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو مگر عربی میں یہ معنی نہیں ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے۔ سب سے پہلے ایمان لانے والے مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو کہ مکہ معظمہ میں بہت بڑے تاجروں اور مالداروں میں سے تھے۔ غریب عربی میں اوپرے شخص کو کہا جاتا ہے یعنی وہ شخص جو کہ مشہور اور معروف نہ ہو لوگ عام طور سے اس کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔ خواہ وہ مالدار ہو یا مسکین و نادار۔ اسی وجہ سے مسافر کو غریب کہتے ہیں کیونکہ وہ بدیسی ہونے کی وجہ سے لوگوں کی پہچان میں نہیں آتا۔ جو چیز نادر الوقوع ہوتی ہے اس کو بھی غریب کہتے ہیں۔ کیونکہ قلیل الوقوع ہونے کی وجہ سے وہ مشہور و معروف نہیں ہوتی اور اس میں غرابت اور ندرت آجاتی ہے۔ لوگ اس سے مانوس نہیں ہوتے۔

نیز اس حدیث میں اسلام کو ذوالحال قرار دیا گیا ہے جو کہ مجموعہ احکام عقائد و اقرار و اعمال سے عبارت ہے یعنی دین اسلام غریب تھا نہ کہ اہل اسلام اگر اہل اسلام کی غربت مراد ہوتی جیسا کہ

حاشیہ مکتوب ۱۱ مولانا غلام حسین صاحب بھاگل پوری ۴۲ء کی تحریک میں گرفتار ہو کر جیل میں حضرت شیخ الاسلام کی صحبت میں رہے جیل کی وہ زندگی اور حضرت شیخ کی معیت موصوف کو شاید کبھی فراموش نہ ہوگی جلد اول مکتوب ۲۱ میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے حدیث بدء الاسلام الخ کے مفہوم و معنی کے متعلق حضرت سے سوال کیا تھا جس کی صحیح توجیہ اور مجتہدانہ تحقیق فرما کر حضرت مولانا مدظلہ نے اہل علم پر بڑا احسان فرمایا۔ حضرت نے جن عبارتوں کو نقل فرمایا ہے ان کا مفہوم بھی صاف کر دیا ہے اس لئے ہم اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں اس جلد میں کسی دوسری جگہ اس حدیث کے مفہوم و معنی پر کلام کیا جا چکا ہے۔ سب کا ماحصل ایک ہے - (اصلاحی)۔

اُردو والے اور آپ کے یہاں کے لوگ کہتے ہیں تو جانب ذوالحال میں لفظ اھل کہا جاتا یا یدالمسلمون کہا جاتا اور جانب حال میں غرباء کہا جاتا۔ بہرحال بہترین توجیہ حدیث کی یہ ہے کہ دین اسلام اور اس کے عقائد و اعمال سے لوگ ابتدا میں بیگانہ اور غیر مانوس تھے وہ عام انسانوں کی نظر میں اوپرا اور غیر معروف و غیر محبوب اور وحشی تھا پھر رفتہ رفتہ لوگوں کو اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد اور روحانی تصرف کی وجہ سے اُنس و محبت پیدا ہوئی اور تمام فضا بدل گئی ہر طرف اور ہر قوم میں مذہب اسلام مقبول و محبوب اور مانوس ہو گیا یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا سماں بندھ گیا اور جو قومیں مسلمان نہیں بھی ہوئیں وہ بھی اصول و قواعد اسلامیہ کو پسند کرنے لگیں اور اپنے اپنے یہاں کم و بیش اسلامی اصول و اعمال کو داخل کر لیا دین اسلام کا ڈنکا بج گیا اور ہر کہ ومہ میں عزیز و محبوب ہو گیا۔ پھر آخر زمانہ میں یہ فضا بدل جائیگی اور رفتہ رفتہ لوگوں کے مزاج ماؤف ہو جائینگے اور اسلام سے بیگانگی لوگوں میں پیدا ہو کر اس قدر بڑھ جائے گی کہ وہ مثل ابتدا کے بالکل غیر مانوس اور اوپرا بن جائے گا جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہو رہا ہے غیر مسلم تو متنفر تھے ہی خود مسلمان بھی اسلامی اصول اور قواعد اور اعمال سے متنفر نظر آتے ہیں دیکھو اہل پاکستان کو کہ وہ اسلامی دستور بنانے پر بھی راضی نہیں ہیں ان کو کفار اور یورپ والی قوموں اور مشرکین کی باتیں پسند ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت اور اُن کی سنتوں سے نفرت ہے۔ جو مسلمان دین پر چلتے ہیں اُن کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اُن کی عیب جوئی کرتے ہیں اُن کے ہر ہر کام پر اعتراض کرتے ہیں اور مشرکین و کفار کی مدح سرائی کرتے ہیں دیندار مسلمان ان کی نظر میں غرباء اور اوپرے غیر مانوس ہوتے جاتے ہیں۔ یہ حقیقۃً نتیجہ اسی کا ہے کہ دین اسلام اور اس کے قواعد اور اصول ان کی نگاہوں میں غیر مانوس اور وحشی بن گئے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مادی امراض کا حال وبار کے زمانہ میں ہوتا ہے وبار کے زمانہ میں ہوا بگڑ جاتی ہے ہر ہر انسان کا مزاج کم و بیش ماؤف ہو جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو روحانی وبار پھیلی ہوئی تھی آپ نے اپنی

روحانی قوت سے فضا کو بدلا انسانی امزجہ رفتہ رفتہ صحیح وسالم ہوئے اور اُن کو عمدہ روحانی غذا محبوب اور مانوس ہوگئی۔ اب اس زمانہ میں پھر وہی وبا پھیل گئی ہے اور لوگوں کے امزجہ ماؤف ہوتے چلے جاتے ہیں جس طرح صفرار کے غلبہ یا بلغم وغیرہ اخلاط ردیّہ کے غلبہ کے وقت عمدہ عمدہ غذا سے لوگوں کو نفرت ہوجاتی ہے اسی طرح اس زمانہ میں لوگوں کو اعمال اور عقائد صحیحہ سے نفرت ہوتی جا رہی ہے تو سیعود غریبا کا سماں اس وقت پیش آرہا ہے اس لئے بشارت دیجاتی ہر فطوبیٰ للغرباء۔ اوپرے اور غیر مانوس لوگوں کو خوش ہونا چاہئے کہ وہ حقیقت میں اس زمانہ میں مثل اُن صحابہ کرام کے ہونے جاتے ہیں جو ابتدائے اسلام میں دین حق کی تابعداری کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں مثل خار کھٹکتے تھے آج یہ مسلمان دیندار بھی حقیر اور غیر مانوس ہوکر نظروں میں خار بنے ہوئے ہیں واللہ اعلم

غرضکہ اس توجیہہ پر لفظ غریب کے معنیٰ اوپرے اور غیر مانوس بیگانہ کے ہونگے۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ غریب بمعنیٰ تنہا اور قلیل اور اکیلے کے ہیں۔ مجمع البحار جلد ۳ صـ۱۱ میں ہے" ان الاسلام بدأ غریبا ای کان فی اول امرہ کوحید لا اھل عندہ لقلۃ المسلمین وسیعود ای یقلون فی اٰخر الزمان فطوبیٰ ای الجنۃ للغرباء ای للمسلمین فی اولہ واٰخرہ لصبرھم علیٰ اذی الکفار ولزومھم الاسلام" اس توجیہہ پر حال تشبیہہ بلیغ کی صورت میں واقع ہوگا بخلاف توجیہہ اوّل کے کہ وہاں حالت حقیقی تھی بعض حضرات نے غریب کی توجیہہ نُزّاع قبائل کے ساتھ کی ہے یعنی ہر قبیلہ کے اِکّا دُکّا لوگ بعضوں نے غریب سے مہاجر مراد لیا ہے یعنی ایمان کی ابتدار مہاجرین سے ہوئی اور آخر میں بھی انہیں میں لوٹ آئے گا جبکہ ایمان تمام دُنیا سے سمٹ کر مدینہ منوّرہ اور مکہ معظمہ میں قرار پکڑیگا۔

دوسری توجیہہ کی بنا پر امام نووی رحمۃ اللہ تعالےٰ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ سے نقل فرماتے ہیں۔ وظاھر الحدیث العموم وان الاسلام بدأ فی احاد من الناس وقلۃ ثم انتشر وظھر ثم سیلحقہ النقص والاختلال حتی لا یبقیٰ الا فی احاد وقلۃ

ایضاً کما بدأ وجاء فی الحدیث تفسیر الغرباء وھم النزاع من القبائل جلد ا ص ۸۳

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ جو توجیہہ غریب کی بمعنی نادار اور مفلس کی جارہی ہے وہ غلط ہے اگرچہ یہ بات واقعی ہے کہ مفلسوں اور کم سرمایہ دار لوگوں میں بہ نسبت مالداروں کے تدین اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے مگر یہ اخیر زمانہ سے مخصوص نہیں ہے ہر زمانہ میں یہ ہی ہوتا رہا ہے۔ البتہ اسلام کی شوکت کے زمانہ میں تدین امراء اور اغنیاء میں بھی بہت کثرت سے پایا گیا اور اب بہت کم ہے۔ واللہ اعلم۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ

مکتوب ۱۲

جناب مولانا عبدالرشید صاحب خلیفہ ومجاز حضرت مدنی مبارکپور (بہار) کے نام

طریقہ بیعت لینے کا یہ ہے۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

حاشیہ مکتوب ۱۲۔ بیعت کے سلسلہ میں چند باتوں کا صاف کردینا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ موجودہ بیعت جو آج علماء اور مشائخ کے یہاں جاری ہے آخر اس کا ثبوت کیا ہے جبکہ یہ منصب خلیفہ وقت کا ہے کیونکہ نہ آج حکومت اسلامی ہے نہ خلیفہ نہ امیر شریعت۔

بلاشبہ بیعت امارت یا خلافت کا حق امیر یا خلیفہ وقت اور امیر لشکر کو ہوتا تھا یہی امیر یا خلیفہ توبہ اور ترک معاصی پر اقرار بھی لیا کرتا تھا لیکن امتداد زمانہ کے بعد جب خلافت سلطنت کی شکل میں تبدیل ہوگئی اور دنیاوی فرماں رواؤں اور دینی مقتداؤں کے دو سلسلے جداگانہ قائم ہوگئے تو بیعت توبہ نے حاکم وقت سے منتقل ہوکر دینی مقتداؤں کے دامن تربیت میں پناہ لی لوگ کسی مقتدائے وقت کے ہاتھ پر توبہ کرلیتے (باقی حاشیہ ص ۹۵ پر)

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔

(کہیئے) اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ
گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی عبادت کیئے جانے کے قابل نہیں اکیلا ہے وہ کوئی اسکا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ ہے وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات

(بقیہ حاشیہ صفحہ) وہ بیعت توبہ لے لیا کرتا چنانچہ یہی سلسلہ دنیائے اسلام میں اب تک جاری ہے اور اُسے ہمیشہ جاری رہنا ضروری ہے کیونکہ وجود اور ثبوت بیعت پیغمبر صلعم سے مستفیض اور یقینی طور پر ہے

دوسری چیز بیعت کا کیا مفہوم ہے اور بیعت کس کو کہتے ہیں ؟ پس جس طرح انسان علوم رسمیہ کے اکتساب میں کسی اُستاد اور معلم کی ضرورت محسوس کرتا ہے ٹھیک اسی طرح علوم باطنی یا بالفاظ دیگر معرفت اور تزکیہ نفس کی تحصیل میں ایک مرشد کامل اور اُستاد فاضل کا محتاج ہوتا ہے لغوی اعتبار سے بیع کے معنے خریدنے اور بیچنے کے ہیں اسلام میں یہ بھی ایک قسم کا معاہدہ ہے جس میں اُستاد یا کسی بزرگ اور صالح کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کیا جاتا ہے اور اس کی پابندی اہم خیال کی جاتی ہے گویا اس بیعت کرنے والے نے کسی ثواب یا رضائے الٰہی میں اس اقرار کے پورا کرنے کے لئے اپنے کو بیچ ڈالا ہے اسی تلمذ اور معاہدے کا نام بیعت ہے ۔

تیسری چیز حکمت بیعت ہے ۔ جس کو یوں سمجھا یا جاسکتا ہے ۔ کہ خدا کا قانون اور اس کی سنت یوں ہی جاری ہے کہ بہت سے امور خفیہ بذریعہ افعال و اقوال نفوس انسانی میں پوشیدہ و مخفی رکھے ہیں ۔ بلاشبہ تصدیق خدا اور رسول اور یوم آخرت ایک امر مخفی و کیفیت باطنی ہے لیکن زبان سے اقرار کر لینے کو اس کے قائم مقام تسلیم کیا گیا محض اس لئے کہ ظاہر باطن کی خبر دے اور زبان دل کے پوشیدہ اسرار کی ترجمانی کرے اسی طرح معاہدہ توبہ و عزم بر ترک معاصی و تمسک بحبل اللہ ایک امر مخفی قرار دیکر بیعت کو اس کی جگہ رکھا اور اس کے جمیع احکامات شرعیہ کا اجرا ضروری قرار دیا ۔

چوتھی چیز اقسام بیعت ہے ۔ کتب تصوف وغیرہ میں بیعت کی بہت سی قسمیں مرقوم ہیں لیکن ان پر کوئی زبردست ثبوت کتاب و سنت سے موجود نہیں ہے البتہ مندرجہ ذیل اقسام کتاب و سنت متفیضہ سے ثابت ہیں

(۱) بیعت امارت یا خلافت اور جہاد پر لوگوں نے آنحضرت صلعم سے بیعت کی حضرت انس رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے متعلق روایت کرتے ہیں (باقی صفحہ ۸۶ پر)

میں اور اپنے افعال میں۔ اکیلا ہے وہ کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں اور ایمان لایا میں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں جو کچھ انھوں نے فرمایا وہ سب حق ہے اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔

داخل ہوا میں دین اسلام میں سچے دل سے۔ بری اور بیزار ہوں میں سب دینوں سے سوائے دین اسلام کے۔ بیعت کی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بواسطہ اُن کے خلفاء کے۔ عہد کرتا ہوں کہ شرک نہ کروں گا، کفر نہ کروں گا، بدعت نہ کروں گا، چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، کسی کو ناحق قتل نہ کروں گا، کسی پر بہتان نہ باندھوں گا، جہاں تک ہو سکے گا خدا اور اُس کے رسول کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرماں برداری کرتا رہوں گا۔ اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہونگا اور اگر کبھی کوئی گناہ ہوگیا تو بہت جلد توبہ کروں گا۔ توبہ کرتا ہوں میں اپنے سب گناہوں سے اگلے ہوں یا پچھلے۔ چھوٹے ہوں یا بڑے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا۔ اے اللہ تو سب کچھ سُنتا ہے تو سب کچھ دیکھتا ہے تو سب کچھ جانتا ہے۔ تجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں

بقیہ حاشیہ ص۸۵ نحن الذین بایعو محمدًا ؛ علی الجہاد ما بقینا ابدًا

حضرت سلمہ بن الاکوع و معقل بن یسار رض انھیں میں سے ہیں۔

(۲) بیعت توبہ یعنی عزم بر ترک معصیت والتزام حسنات و قربات جو سورۂ ممتحنہ کی آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے یہی بیعت علماء اور صوفیہ کے نزدیک متفق علیہ ہے اور امت کا یہ سلسلہ اپنے پیشوا اور ہادی سے متصل ہے۔

مولانا عبدالرشید صاحب الحمد للہ جوان صالح اور حضرت شیخ مدظلہ العالی کے محبوب مجازین میں ہیں ابتدائی تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی اور آخری تکمیل دیوبند سے کی۔ خوش قسمتی سے ایشیا کے سب سے بڑے شیخ وقت حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم کی بارگاہ عالی میں شرف باریابی کی دولت اور بیعت و اجازت کی نعمت و سعادت نصیب ہوگئی اور اپنے شیخ کے معتمد علیہ قرار پائے۔ اسی جلد سوم میں مولانا عبدالمجید صاحب کے نام جو خط ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ مولوی صاحب موصوف سے بہت خوش اور ساتھ ہی اُن کی عملی زندگی پر مطمئن ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت۔ اور دین میں استقامت ارزانی فرمائے آمین۔

تو گناہوں کا بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ تو بار بار توبہ کو قبول کرنے والا اور کریم ہے۔ میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو بخشدے۔ بیعت کی میں نے ... کے ہاتھوں پر طریقہ چشتیہ صابریہ اور طریقہ چشتیہ نظامیہ اور طریقہ نقشبندیہ اور طریقہ قادریہ اور طریقہ سہروردیہ میں۔ اے اللہ میری بیعت قبول فرما اور مجھ کو ان سلسلوں کے بزرگوں کے طفیل میں اپنی سچی محبت اور کامل ایمان عطا فرما میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور آخرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ اور آپکی شفاعت اور جنت نصیب ہو، دعا.........

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ

مکتوب ۱۳

جناب مولوی محمد سالم صاحب ہنسوہ ضلع فتح پور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا تفصیلی والانامہ ملا۔ مضمون دیکھ کر تعجب ہوا۔ آپ جب چاہتے اپنے اشکالات کو پوچھ سکتے تھے۔ کوئی مرعوبیت کی وجہ نہیں تھی۔ میں یہاں تو دیوبند سے زیادہ مصروف ہوں۔ استفسارات کے جوابات حسب ذیل ہیں

(۱) اخوان المسلمین کے عقائد کی ہم کو کوئی تفصیل نہیں معلوم۔ البتہ جماعت اسلامی کے عقائد

حاشیہ مکتوب ۱۳۔ (۱) رسالہ دار العلوم دیوبند میں البعث الاسلامی عربی پر تبصرہ شائع ہوا کہ جماعت اسلامی اور اخوان المسلمین دونوں ہم مسلک ہیں اور البعث الاسلامی کو جماعت اسلامی اور اخوان المسلمین کا آرگن قرار دیا۔ اس کے متعلق حضرت شیخ مدظلہ العالی سے دریافت کیا گیا تھا۔

مودودی عقائد و افکار پر مکتوبات کی ہر ایک جلد میں جستہ جستہ بحث آگئی ہے اور سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ یہ گروہ گمراہی پر ہے، عصمت انبیاء علیہم السلام پر اسی جلد میں کسی مقام پر مفصل کلام کیا جا چکا ہے جس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے خیالات قطعاً غلط اور مسلک حق کے خلاف ہیں۔ رہ گیا اگر عزیزم مولوی ابو اللیث سلمہٗ اصلاحی ندوی امیر جماعت کا حضرت شیخ وغیرہم اکابر ملت سے تبادلۂ خیال کرنا یا اپنی غلطیوں کو سمجھنا ہے تو جماعت اسلامی کے بنیادی عقائد، خیالات اور افراد کی زندگیاں تحریریں موجود ہیں جن پر علماء حق (باقی ص۸۸ پر)

اُن کی تحریروں سے معلوم ہوتے ہیں اس لئے دونوں کو ایک کہنا غلط ہے ۔ مجھ کو دارالعلوم کے تبصرہ مذکور کی کوئی اطلاع نہیں آج آپ کے خط سے معلوم ہوا ۔

(۲) جو عقائد مودودیوں کی طرف نسبت کئے گئے وہ رسائل میں مفصل طریقہ پر آگئے ہیں وہ ایک دو نہیں ہیں اگر اُن کے وہ عقائد نہیں ہیں تو کیوں نہیں تبری شائع کرتے ہیں ۔ اور جو عبارتیں اُن کی مخدوش ہیں اُن کو اپنی تصنیفات سے کیوں نہیں نکالدیتے ہیں ۔ اگر ان کو واقع میں گفتگو کرنی ہے تو اُس کے لئے باقاعدہ تحریک ہونی چاہیئے ۔ ابو اللیث صاحب کو اگر اس طرح کی تکلیف دیجاتی تو پھر واپس ہو کر جو چاہتے شائع کرتے اور ہم جو چاہتے شائع کرتے تو یہ تُو تُو میں میں کس طرح ختم ہوتی اس لئے کہدیا گیا تھا کہ ہمارے پاس فرصت نہیں ہے ۔ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا جبکہ آخیر سال تھا اور کتابوں کی مصروفیت زیادہ تھی اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر صفائی دل سے گفتگو کرنی ہے تو باقاعدہ تحریک ہو ہم ہر وقت تیار ہیں ۔

(۳) پیغمبر بعد البعثت شرک، کفر، کبائر کے صدور سے معصوم ہے اور قبل البعثت

(بقیہ حاشیہ صفحہ) کے سواد اعظم نے گمراہی، بے راہ روی اور اُمت میں تفریق وغیرہ امور سے تعبیر کیا ہے اور بیسیوں مسائل کی غلطی جو عوام کے لئے معصیت، بدعت سیئہ وغیرہ ہو سکتی ہے اور ہوئی ثابت کر کے رکھدیا مگر ان لوگوں کو جو انبیاء کے مقام سے بولنے اور اقامت فی الدین کے مدعی ہیں یہ نہ ہو سکا کہ کسی ایک دو بنیادی غلطیوں کو مان کر سلف صالحین کی سنت کو زندہ کرتے سچ فرمایا گیا ہے ۔

۵ کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز ۔ اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ابو اللیث صاحب سے میری جولائی ۱۹۵۲ء میں ملاقات ہوئی اور گھنٹہ بھر اسی طرح کے امور پر گفتگو رہی اور میں نے اُس گفتگو کو تحریری صورت میں اُن کے پاس بھیجکر یہ چاہا تھا کہ کوئی ایسا حل نکال لیا جائے جس سے تفریق بین المؤمنین کے جُرم کی جو جماعت اسلامی مرتکب ہو رہی ہے وہ نہ رہ جائے مگر خط پر خط بھیجنے کے باوجود امیر سلمہ نے سکوت اختیار کیا ۔ کیا وہ ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ میرے خطوط ان کو نہیں ملے ۔ میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ یہ جماعت بھی سابق کی گمراہ جماعتوں کی طرح صریح گمراہی میں مبتلا ہے اللہ ہی چاہے تو راہ راست پر آسکتی ہے ورنہ نہیں ۔

شرک اور کفر سے معصوم ہے کبائر کے متعلق اختلاف ہے مگر کسی گناہ کا خیال آنا تو معصیت نہیں ہے اس کا سوال آپ نے کیوں کیا۔ خیال تو اختیار کے اندر داخل نہیں ہے۔

(۴) گنگوہ کے واقعہ میں جو دعوت میں مضمون شائع ہوا ہے وہ بہت زیادہ جھوٹ اور افتراء پر مشتمل ہے۔ بہت سی غلط باتیں شائع کی گئی ہیں۔ حکیم عبدالرشید صاحب نے اس کو شائع کیا ہے ابن تیمیہؒ کی جو چیزیں خلاف جمہور اہل سنت والجماعت ہونگی یعنی اُن کے تفردات وہ یقیناً مردود ہیں۔ ہم اُن کے مقلد نہیں ہیں۔ میں تکفیر اُن کی نہیں کرتا۔

(۵) مودودی صاحب کی اس عبارت کا مطلب مجھ سے آپ کیوں پوچھتے ہیں انھیں سے پوچھئے میں اُن کے اس مضمون (کہ مہر نبی سے ایک نہ ایک غلطی ہوئی اور دوسری اس قسم کی ہفوات) سے تکفیر نہیں کرتا۔ ضلال سمجھتا ہوں۔

(۶) خواب کی تعبیر حضرت رائے پوری زید مجدہم سے پوچھئے۔

والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۸ رمضان المبارک ۵؁ھ

مکتوب ۱۴

جناب مولانا رعایت اللہ صاحب (سہارنپور) کے نام

بعالیجناب فیضمآب مولانا رعایت اللہ صاحب زید مجدہم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ حضرت مولانا محمد صادق صاحب اور اہل مدرسہ مظاہر العلوم کی

حاشیہ مکتوب ۱۴ - یہ والا نامہ آب زر سے لکھکر پاس رکھنے کے لائق ہے جس پر تجربہ شاہد اور مدارس و تعلیمی اداروں کے حالات گواہ ہیں۔ چنانچہ جن مدارس و اداروں میں سختی سے اپنے مسلک مشرب کی پابندی نہیں رہی وہاں سے ہمیشہ گمراہ کن فرقوں کی حمایت ہوئی اور انھیں ایسے گہواروں میں اپنے کاروبار کو چلانے، بدعات اور نفاق عملی کو پھیلانے کا موقع ہاتھ آیا۔ قطب العصر حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کو مودودیت سے جو غصہ ہے وہ علی وجہ البصیرۃ ہے اور اس گروہ کے بارے میں جو شرح صدر آپ کو ہے اس کو فراست مومن کے سوا اور دوسرا کون سمجھ سکتا ہے یہی وہ چیزیں ہیں جن کو "قلندر انچہ گوید دیدہ گوید" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خیر و عافیت اور مدرسہ کی بہترین حالت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔

محترما! ہم نے ہمیشہ اپنے اکابر کا طریقہ دیکھا ہے اور حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز کی وصایا میں (جو کہ دارالعلوم دیوبند کے لئے چارٹر ہیں) ہم مشرب ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے اکابر[۱] مقلد ہیں حنفی[۲] ہیں۔ سُنی ماتریدی[۳] اشعری ہیں۔ اہل طریقت[۴] (صوفیہ چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی ہیں) بدعات[۵] سے متنفر اور مجتنب ہیں۔ یہ مشرب ہمارے اکابر اور اسلاف کا رہا ہے۔ اس مشرب کے خلاف ہونے والوں کو ہم نہ سب کو کافر کہتے ہیں نہ سب کو فاسق کہتے ہیں، نہ سب سے ہم عداوت رکھتے ہیں (ہاں اگر کوئی شخص کسی امر مکفر یا مفسق وغیرہ کا مرتکب ہوگا تو حسب استحقاق معاملہ ہوگا) غیر مشرب والوں کا کسی ادارے میں موجود ہونا ہم ادارے کے لئے مضر اور بجائے نفع، نقصان کا موجب سمجھتے ہیں اور یہی تجربہ ہمارا ہے۔ کوئی ادارہ مخالف مشرب کے اجتماع میں پھول پھل نہیں سکتا۔ غیر مقلد یا متبدع کی شرکت ادارہ کی عملی نظام بالخصوص تدریس اور تعلیم میں مضر اور سبب بربادی ہے حالانکہ ان دونوں کے تفردات تکفیر تک نہیں پہونچتے تو قادیانیوں، شیعوں اور اُن کے جیسے غالیوں کے کیا اثرات ہوں گے۔ ہمیشہ ہمارے اکابر عدم تقلید سے متنفر اور حنفیت اور تقلید کے مقلد اور داعی و دلدادہ رہے ہیں۔ طریقت اور تصوف کے مؤید اور عامل رہے ہیں۔ مودودیت غیر مقلدیت سے بھی نہایت زیادہ گندی اور گمراہ کن ہے۔ مودودی کی تصانیف دیکھئے وہ نہ صرف امام ابو حنیفہ اور ائمہ اور فقہا سے نفرت دلاتی ہے بلکہ وہ صحابۂ کرام اور خلفاء عظام کی بھی توہین کرتی ہے۔ ائمہ حدیث اور مجتہدین کرام کے متعلق زہر اگلتی ہے اگر کوئی مدرس اس خیال کا ہے تو اُس کی تعلیم سے طلبہ میں کیسا زہر بھر جائے گا۔ آپ خود اندازہ فرمائیے۔ جو شخص حضرت امام ابوالحسن اشعری رح، امام غزالی رح، حضرت مجدد الف ثانی رح، حضرت شاہ ولی اللہ رح، حضرت شاہ عبدالعزیز رح، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح وغیرہم کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا ہے اور اس کی تصانیف اس سے بھری ہوئی ہیں اس کی تصویب کرنے والا مدرس طلبہ میں کس ضلال و گمراہی کا باعث ہوگا آپ خود اندازہ فرمائیے۔ اس لئے ہم تو یہی کہیں گے کہ ایسے مشرب والے لوگ ہرگز ادارہ میں نہ ہونے

چاہئیں۔ نہ طلبہ نہ مدرس، مودودی کی تصانیف کو دیکھئے عمل کو جانچئے ہم تو یہاں تک دیکھتے ہیں کہ ہم مشرب شخص بھی اگر بے عمل یا بد عمل ہے تو ادارات تعلیمیہ میں بہت مضر واقع ہوتا ہے۔ میں حاجی قائم الدین صاحب کے عمل کی تصویب کرتا ہوں اگر مولوی عبدالحلیم صاحب مودودیوں کے ہم خیال اور موید ہیں اور انھوں نے اس کی تالیف وغیرہ کا مطالعہ کرکے یہ رائے قائم کی ہے تو یقیناً ان کو ادارہ سے نکال دینا چاہیئے۔ آئندہ آپ حضرات کو اختیار ہے ہم نے جو اعلان مودودیوں کے متعلق کیا ہے سوچ سمجھ کر ان کی کتابیں اور عملی حالت دیکھ کر اور اُن کے اثرات کا مشاہدہ کرکے کیا ہے۔ اور جو کچھ ابھی تک نہیں لکھا اور نہیں شائع کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اُن کی تالیفات گمراہیوں سے بھری ہوئی ہیں فالحذر الحذر والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند۔

مکتوب ۱۵

جناب مولوی شبیر احمد صاحب دھمّرپوری غازی پور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سوالات کے مختصر جوابات ارسال ہیں:۔

(۱) جب تک نماز کے پورے وقت میں اتنا وقت نہ مل سکے کہ وضو اور فرض کو بلا عذر ادا کر سکیں جب تک انسان معذور شرعی شمار نہیں ہو سکتا اس لئے بار بار ہی وضو کرنا ہوگا۔ البتہ ریاح کو صرف اسی وقت ناقض وضو شمار کیا جائے گا جبکہ ظن غالب ہو جائے کہ ریح خارج ہوئی۔

(۲) نماز ہو جائے گی وہم نہ کرنا چاہیئے۔

حاشیہ مکتوب ۱۵ (۱) خاکسار کو تقریباً بارہ برس سے بواسیر خونی کا عارضہ ہے۔ چھوٹا استنجا کر لینے یا پاخانے کے بعد ریاح کی کچھ دیر کے لئے رکی ہو جاتی ہے اس طرح کسی صورت سے نماز ادا کرتا ہے لیکن بعض وقت اس قدر ریاح کی کثرت رہتی ہے کہ ایک وضو سے چار رکعت پڑھنا غیر ممکن ہو جاتا ہے ایسی صورت میں نابعدار کیا کرے (۲) بعض وقت ایک عجیب قسم کی ریاح چلتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ کے (باقی ص۹۲ پر)

(۳) اگر جماعت نقض وضو کی وجہ سے چھوٹ جائے تو حرج نہیں۔ اس کے لئے معذوری ظاہر ہے۔ اگرچہ شرعی معذوریت طہارت کے بارے میں نہیں ہوتی ہے، مولانا نے جو کچھ فرمایا ہے بجز اس عبارت کے دیکھنے کے معلوم نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس کے جواب کی حاجت نہیں علاج کیجئے۔

(۵) چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بالخصوص ایسی معذوریت کی حالت میں جو کہ آپ کو ہے۔ درود شریف پہلے یا بعد میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کو اختیار ہے جس طرح آسان ہو عمل کریں۔

(۶) میرے پاس خطوط کے گڈے کے گڈے جمع ہیں مجھے عدیم الفرصتی بہت زیادہ ہے اور خطوط کی کثرت بھی بہت زیادہ ہے اس لئے ممکن ہے کہ آپ کا والا نامہ پہونچا ہو اور ذخیرہ میں جمع ہو۔

(بقیہ حاشیہ ۹۱) اندر سے چلی اور پھر پاخانہ کے مقام تک آ کر واپس ہوتی ہے نہ ہوا خارج ہوتی ہے نہ آواز لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاخانہ کے مقام تک ریاح کا دورہ ہو گیا نماز ہوئی یا پھر سے وضو کر کے پڑھے (۳) حضرت تھانوی مدظلہ العالی کی خدمت میں لکھا تھا تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ اس کا جواب مختصر سے کارڈ میں نہیں آ سکتا۔ کوئی تسکین بخش حل فرما دیجئے مولانا نے معذور قرار نہیں دیا یا نہ جانے کیا لکھا (۴) یہ ریاح کی صورتیں ہمہ وقت نہیں رہتی ہیں بعض روز سخت حملہ رہتا ہے۔ مختلف حالتیں رہتی ہیں (۵) وظیفہ چھ تسبیح برابر جاری ہے اکثر حضور والا کی زیارت خواب میں ہوتی ہے۔ ہماری بستی میں مولوی عبدالمجید صاحب ہیں جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں وہ کہتے ہیں کہ چوزانو بیٹھ کر مت پڑھا کرو۔ نماز میں جس طرح بیٹھتے ہو ویسے بیٹھا کرو اور اس طرح مسلسل بیٹھنا تکلیف دہ ہے۔ تابعدار کس طرح بیٹھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ درود شریف پہلے پڑھنا چاہیئے۔ حضرت مولانا مدنی سے پوچھ لینا۔ تابعدار کو جس طرح تعلیم فرمائی گئی اسی طرح پڑھتا ہے۔ (۶) حضور والا کی خدمت میں دیوبند کے پتہ پر دو لفافے تابعدار نے بھیجے تھے جواب سے محروم رہا (۷) اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو اور کسی وجہ سے تمام نہ کر سکے تو بغیر اس نفل کی قضا (اعادہ) پڑھے فرض اور سنت نماز اس کی ادا ہوگی یا نہیں؟ (۸) تابعدار کی صحت خراب رہتی ہے حضور والا سے گذارش ہے کہ صحتیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ تابعدار شبیر احمد عفی عنہ دھرم پوری ضلع غازی پور۔

(۷) ادا ہو جائے گی وہ قاعدہ فرائض کے لئے ہے

(۸) انشاء اللہ دعا کروں گا۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب ۱۶

جناب مولانا محمد طیب صاحب بمدرسہ فیض آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مراقبہ کی زیادتی کرتے رہیے کہ دوام حضور قائم ہو جائے۔ یہ جسمانی اور مادی تکالیف اندیشناک نہیں بلکہ ذکر کی تاثیرات ہیں جیسے اجزاء ناریہ دخان میں اجزاء ارضیہ کو اپنے مرکز کی طرف اٹھالیجاتے ہیں اور درمیان میں تصادم کی وجہ سے برق، رعد اور صاعقہ وغیرہ پیش آتے ہیں یہی حال سالک کو ذکر کے ساتھ پیش آتا ہی هنیئاً لارباب النعیم نعیمھم الخ

تاہم آپ ذکر جہر بارہ تسبیح کو موقوف کر دیجئے اور علیٰ ہذا القیاس اسم ذات کو بھی بند کر دیجئے باقی اذکار یعنی پاس انفاس اور ذکر قلبی جو کہ جاری ہیں باقی رکھئے اور مراقبہ میں ترقی کیجئے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ رمضان المبارک بانس کنڈی آسام

مکتوب ۱۷

جناب غلام پیر صاحب یوسف پور محمد آباد غازیپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج مبارک

(۱) میرے محترم پاس انفاس سے اصلی غرض یہ ہے کہ انسان کا کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ رہے نہ اندر جانے والا سانس نہ باہر نکلنے والا سانس۔ انسان دن رات میں تقریباً پچیس ہزار

حاشیہ مکتوب ۱۶۔ نفاق اور اخلاص ایک دوسرے کے ضد ہیں جہاں نفاق وہاں اخلاص نہیں اور جہاں اخلاص وہاں نفاق نہیں۔ اخلاص پر جلد اول میں کلام کیا جا چکا ہے اس مکتوب گرامی میں (باقی ۹۴ پر)

سانس لیتا ہے سب کا سب ذکر سے معمور رہے۔ عمر عزیز کا جو حصہ بھی ذکر میں گذرے وہی زندگی ہے اور وہی مفید ہے۔ ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب ٭ عاقبت روزے بیابی کام را

(۲) توکل کی عادت ڈالئے اور اللہ تعالیٰ ہی پر ہر کام میں اعتماد اور بھروسہ کیجئے انشاء اللہ تدریجی طور پر اثر ہوگا۔ ؎

تو مگو مارا بآں شہ بار نیست ٭ برکریماں کارہا دشوار نیست

(۳) بیشک یہ امور ثلاثہ جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا نفاق کے شعبے ہیں مگر یہ نفاق عقیدہ نہیں ہے نفاق عملی ہے ان کو جہاں تک ممکن ہو چھوڑنا چاہیئے اور اس کے ترک کی کوشش میں لگے رہنا چاہیئے اور بارگاہ خداوندی میں استغفار کرتے رہنا چاہیئے اور اسی سے دعا مانگتے رہنا چاہیئے کہ وہ کریم کارساز ان تمام بری عادتوں اور تمام ناپسندیدہ اخلاق و اعمال سے ہم کو بچائے اور موجودہ ناسزا امور کو دور کردے۔

(۴) آپ ذکر اور اتباع شریعت و سنت پر مداومت کرتے رہئے انشاء اللہ اصلاح رفتہ رفتہ ہو جائے گی۔ اہل و عیال اور ان کی خبرگیری چھوڑ کر میرے پاس آنا بہتر نہیں ہے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ

بقیہ حاشیہ ص۹۳ نفاق کی دو قسموں پر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی نفاق اعتقادی دوسرے نفاق عملی، پہلا زیادہ سنگین ہے۔ کیونکہ اس میں سرے سے قلبی تصدیق ہی نہیں ہوتی ہے، اسی کو اصلی نفاق کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے جو منافق ہے اس میں اور کافر میں آخرت کے دن کوئی فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں ہوگا۔ اور عملی نفاق یہ ہے کہ اس نے دل سے تصدیق کرلی ہے صرف اعضاء و جوارح کے اعمال پورے طور پر ادا نہیں کرتا تو اس کو فاسق کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور بعض سلف سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر دل کا عمل تصدیق کے ساتھ فوت ہو رہا ہے تو یہ نفاق عمل ہے۔ نفاق در اصل قلب کی ایک خاص حالت کا نام ہے اور وہ ایک ملکۂ رذیلہ اور کیفیت راسخہ ہے جس میں انسان بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے قسم قسم کے گناہوں کا صدور ہونے لگتا ہے۔ تفصیلی بحث تفہیمات الٰہیہ اور حجۃ اللہ میں ملاحظہ ہو۔

مکتوب ۱۸

جناب بابو سراج الحق خاں صاحب سیدپاری اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم - والانامہ باعث سرفرازی ہوا والدہ ماجدہ کے انتقال سے صدمہ ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰے مرحومہ کو اپنے فضل وکرم سے نوازے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ مرحومہ کا اتنی مدت دراز تک بیمار رہنا اُن کی مغفرت کے لئے ذریعہ قویہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان کو جو بھی تکلیف بیماری، غم درد وغیرہ کی پہونچتی ہے حتیٰ کہ اگر کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کے لئے کفارہ اور ذریعہ معافی ہو جاتا ہے دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰے جب کسی بندہ سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کو مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر کے گناہوں سے پاک وصاف کر کے اُٹھاتا ہے اس قسم کی متعدد روایات ہیں جو کہ نہایت اُمید افزا ہیں۔ مرحومہ نے سال بھر سے زیادہ بیماری وغیرہ کی تکالیف اٹھائیں یہ امور اُن کی مغفرت کے لئے شاہد عدل اور ذریعہ ہیں میں دعا کرتا ہوں۔ آپ کو بھی چاہیئے کہ صبح وشام کم از کم ایک ایک تسبیح استغفار کی اُن کے لئے پڑھا کریں اور اس کے علاوہ جو ذرائع اُن کی مغفرت کے لئے ممکن ہوں اُن میں کوتاہی نہ فرمائیں۔

خاندان میں میل جول اتفاق واتحاد ہونا بہت مفید اور ضروری ہے اور جو سبیل بھی باعث میل جول کی ہو اس میں کوتاہی نہ ہونی چاہیئے افسوس ہے کہ بابو فضل صاحب عقلمندی کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور غلط طریقوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور تمام خاندان کو اپنی رضا اور خوشنودی پر چلائے اور اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ صبر جمیل کو اختیار فرمایئے - اور جہاں تک ممکن ہو اتباع شریعت میں کوشاں رہیئے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ

مکتوب ۱۹

جناب حضرت مولینا محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کے نام

یظن الناس بی خیرا وانی ؛ لشر الناس ان لم یعف عنی

سیدنا المحترم اعلی اللہ درجاتکم فی الدارین آمین ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ آنجناب کا حسن ظن ہی امید نجات کا ذریعہ ہے ورنہ واقعی حالت اوراعمال یاس ہی یاس کے موجب ہیں "گر بدریا رود برآرد دود" کی کیفیت ہے امتثال حکم باعث شرف ہے اعانت بالدعوات الصالحہ کا متمنی ہوں۔

یہ کارڈ ارسال ہے۔ میں مرسل اور اس کے احوال سے بالکل واقف نہیں ہوں اگر کسی معتبر ذریعہ سے اُن کے احوال دریافت فرماکر جلد خبر دیں تو بڑا احسان ہوگا۔ میں انشاء اللہ ۳-۴ شوال تک یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ بانس کنڈی کچھار آسام ۱۹ رمضان المبارک ۷۵ھ

مکتوب ۲۰

جناب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سہارنپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔ سفر پاکستان سے

حاشیہ مکتوب ۱۹ رکارڈ محمد سلیمان اندرون محلہ میر کوٹ سہارنپور کا تھا جنھوں نے اپنی ہمشیرہ کے نکاح کے لئے حضرت دامت برکاتہم سے اعانت روپیہ کی درخواست کی تھی جواباً حضرت شیخ الاسلام نے ۲۵ روپے اسی وقت روانہ کرادیئے اور پھر حالات کو بھی دریافت فرمایا ایسے نہ معلوم کتنے ہیں کہ جن کی مدد حضرت فرماتے رہتے اللہ تعالیٰ حضرت کے فیض کو دائم وقائم رکھے آمین۔ صد افسوس اس کی اشاعت حضرت کی وفات کے بعد ہوگی اور فرماتے رہتے ہیں کے بجائے فرماتے رہتے تھے پڑھنا پڑیگا۔

بخیریت واپسی پر بہت خوشی ہوئی نیز وہاں سے چندہ اور اس کی منتقلی کی کامیابی اور زیادہ موجب سرور ہے کاش ان مواعید کو فعلیت کی نوبت جلد آجائے۔

مناسب ہوگا کہ دارالطلبہ کے حجروں کی سفیدی اور مرمت وصفائی ان ایام میں قبل از ہجوم طلبہ کرائی جائے۔ ہر وارد اس کو دیکھتا ہے۔ ابھی تک ضروری درسگاہوں کا کوئی سامان نہیں ہوا۔ شاہ سعود کے روپئے اسی لئے تھے جو کہ بطور دستگرداں خرچ ہوئے درس گاہوں کی قلت بہت زیادہ پریشان کن ہے۔ نیز طلبہ کے حجروں کی کمی بہت زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔ چندہ کی رفتار ذکر فرمودہ باعثِ تشکرات واطمینان ہے مگر گجرات سے آنے والے وہاں کے چندہ کو بہت کم فرماتے ہیں جس کا سبب مفتی صاحب کا نہ جانا بیان کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بحمد اللہ یہاں کا موسم بہت خوشگوار ہے۔ کئی روز سے ساون بھادوں کا سماں ہے۔ ابر محیط ہے۔ جھڑی لگی ہوئی ہے۔ طپش کا نام بھی نہیں ہے۔ روزوں میں پیاس کا واہمہ بھی نہیں گذرتا۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے آمین۔

سُنا گیا ہے کہ مودودیان کرام تجلی اور دعوت وغیرہ میں بندگان والا اور خدام پر بہت زیادہ کیچڑ اچھال رہے ہیں "حسبہم اللہ"

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ بانس کنڈی کچھار آسام ۲۰ رمضان المبارک ۷۵ھ

مکتوب ۲۱

جناب مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی مدظلہٗ نائب امیر شریعت بہار کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔ ذکر کی جو کیفیت آپ نے تحریر فرمائی ہے باعث مبارک بادی ہے اللّٰھم زد فزد آمین اب آپ بارہ تسبیح اور پاس انفاس

حاشیہ مکتوب ۲۱۔ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار ہندوستان کے اُن مشاہیر میں سے ہیں جو اپنے علم وعمل میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ موصوف حضرت شیخ الہندؒ اسیر مالٹا کے (باقی ص ۹۸ پر)

(جو کہ جاری ہے) اُس کے ساتھ ذکر قلبی بھی روزانہ کم از کم تین ہزار مرتبہ کر لیا کریں۔ یہ ذکر قلبی محض تصور اور دھیان سے ہوگا یعنی یہ تصور کیا جائے کہ قلب سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اس میں زبان یا سانس کی طرف توجہ نہ ہو بلکہ یہ دھیان ہو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے قلب اس کا نام نامی لے رہا ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے اور سُن رہا ہے دن و رات میں بالفعل تین ہزار مرتبہ اس کو عمل میں لائیں پھر اس کو رفتہ رفتہ بڑھائیں تاآنکہ مثل پاس انفاس یہ بھی جاری ہو جائے۔ بیوی بچوں کے حقوق شرعیہ ادا کیجئے مگر دل میں محبت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہونی چاہیئے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲۳ محرم ۶۷ھ

مکتوب ۲۲

جناب مولانا محمد سعید صاحب سملکی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ والانامہ سابقہ اور لاحقہ حاملہ الساعۃ ۱۳۶۶ھ بمد صرف طلبہ اور ماحصہ برائے قربانی پہونچ گیا اطمینان فرمائیں۔ حسب ارشاد سابق مدینہ منورہ کو آپ کے لئے دو کمروں کو مدرسہ شرعیہ میں سید حبیب سلمہ کو لکھ دیا گیا۔۔۔ طلبہ کے لئے یکم ذیقعدہ سے کھانے جاری کر دیئے گئے۔ کاغذات حساب طلبہ جمادی الاول ۶۵ھ تک کے آپکو دیدیئے گئے تھے۔ ماہ جمادی الثانی سے آگے تک کے ہمارے پاس ہیں حساب ان کے ساتھ پیش ہوگا۔ آپکے ارادہ سفر حج سے خوشی ہوئی اللہ تعالےٰ اپنی قبولیت اور رضا سے نوازے آمین

(۲) ڈابھیل کی تعلیمی حالت اور انتظامی کیفیت معلوم نہیں ہوئی مولانا عبدالحلیم صاحب کا تار آیا

بقیہ حاشیہ صـ۹۷۔ شاگرد اور ہمارے اُستاد حضرت مولانا حمید الدین فراہی صاحب تفسیر نظام القرآن عربی سے قرآن مجید کی مشکلات وغیرہ پر کچھ دنوں پھر اعظم گڈھ رہ کر استفادہ فرمایا ہے۔ حد درجہ متین خاکسار اور خاموش بزرگ ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف اور کتابوں کے کیڑا ہیں اسی وجہ سے صحت خراب رہا کرتی ہے اللہ رحم فرمائے۔

تھا کہ وہ یکم جولائی ۵۶ء کو ڈابھیل پہونچیں گے خدا کرے ان کا اور دیگر کارکنان تعلیم و تنظیم کا شغلہ راست آئے اور باعث طمانینت و ترقی ہو۔

(۳) غسلخانہ کا حسب تحریر ارادہ ہوگیا ہے۔ تخمینہ منسلک ہے دریان بن رہی ہیں انشاء اللہ اسی مہینہ میں آجائیں گی۔

(۴) مدرسہ میں دینی تعلیم کی جدوجہد کی کیفیت سے بھی اطمینان ہوا آپ کا والد مرحوم کی جگہ پر خدمات دینیہ کا انجام دینا باعث تشکرات ہے جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ نیز اتباع شریعت اور احیاء سنت میں آپکی مساعی سے بہت خوشی ہوئی خصوصاً اذکار کی پابندی بہت اُمید افزا ہے اس میں کسل کو راہ نہ دیجئے اور مردانہ وار قدم بڑھایئے۔ عمر عزیز کا ہر حصہ بالخصوص شباب کا زمانہ بہت ہی قیمتی اور کار آمد ہے اس میں ذکر و شغل بہت زیادہ موثر اور دیرپا ہوتا ہے اس کو غفلتوں میں ضائع کرنا خسارۂ عظیمہ ہے اس کو غنیمت کبریٰ سمجھنا اور اس کو موجبات رضوانیہ ذکر و فکر سے معمور رکھنا ازلبس ضروری اور مفید ہے۔

ع من نکردم شما حذر بکنید

(۵) والدہ مرحومہ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور اپنی خصوصی رحمتوں سے ڈھک لے آمین ..... والدین کا سایہ ظل رحمانی ہے وہ جس قدر بھی دراز ہو لبا غنیمت ہے اولاد اور متعلقین کو صدمہ اور قلق ضرور ہوتا ہے مگر ہم کو طبعی امور کو اللہ تعالےٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر قربان کرنا ازلبس ضروری ہے۔

والسّلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند۔

مکتوب ۲۳

ایضاً بنام مولانا محمد سعید صاحب موصوف

جنابعالی دعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میرا خیال تو یہی ہے کہ اولاً مدینہ منوّرہ حاضر ہوں اور وہاں اوائل ذی الحجہ تک مقیم رہ کر مکّہ معظمہ کو روانہ ہوں اور حج سے فارغ ہو کر جلد از جلد واپس

ہندوستان کو ہوں۔

(۱) یہ مسئلہ مختلف فیہ ہو کہ پہلے مکہ معظمہ جانا افضل ہے یا مدینہ منورہ مگر آیت ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ اور قاعدہ شفاعت اسی کا مقتضی ہے کہ پہلے شفیع کی خلوت میں حاضر ہوں اور اسی کو لیکر شہنشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اسی کو ترجیح دیتے ہیں کہ مدینہ منورہ اولاً حاضر ہوں۔ آئندہ اختیار ہے مطوفین اس کے خلاف زور دیتے ہیں اس میں اُن کے مصالح ہیں۔

(۲) شوافع کے یہاں حرم کی کوئی چیز جنس ارض کی حتیٰ کہ صراحیاں بھی حرم سے نکالنی جائز نہیں مگر حنفیہ غیر ضروری اور زائد کی یا اُن چیزوں کی جو انسانی ضرورتوں کے لئے بنائی گئی ہوں اجازت دیتے ہیں (۳) حنفیہ کے نزدیک جائز ہے (۴) ہر دو حنفیہ کے یہاں درست ہے۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

حاشیہ مکتوب ۲۳ جناب مولانا محمد سعید صاحب سملکی ڈابھیل ضلع سورت حضرت مولانا احمد صاحب بزرگ کے صاحبزادے صاحب نسبت بزرگ ہیں آپ کے والد بزرگوار حضرت گنگوہیؒ کے خدام میں تھے جن کا ذکر تذکرۃ الرشید میں اکثر جگہ آیا ہے۔ آپ ہی نے ڈابھیل کے مدرسہ کو ترقی دی اور جائیداد حاصل کر کے مدرسہ کو خود کفیل بنایا بعد کو ۱۹۵۴ء میں ڈیڑھ دو لاکھ روپے سے مسلم ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد کو پایہ تکمیل تک پہونچایا جس کو آج اپنے خلف الصدق مولانا محمد سعید صاحب چلا رہے ہیں۔ سالانہ خرچ ۱۵ ہزار روپے ہیں۔ مولانا محمد سعید صاحب امانت، دیانت اور خوش اخلاقی اور مہمان نوازی میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ کا پرتو ہیں اللہ تعالیٰ عمر میں برکت دے اور اخلاص سے نوازے آمین۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ جب ۷۵ھ میں حج بیت اللہ تشریف لے گئے تھے تو مولانا محمد سعید صاحب نے شرف ہمرکابی کی سعادت کے دوران چند سوالات بھی کئے تھے جو برائے افادہ ناظرین مکتوبات درج کئے جا رہے ہیں۔ اصلاحی۔

سوالات:- (۱) ۲۷ شوال ۷۵ھ محمدی جہاز پر عرض کیا گیا کہ پہلے مدینہ منورہ حاضری دیجائے یا میقات سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جائیں؟ (۲) حرم شریف کی کنکریاں یا خشت یا شکستہ پتھر وغیرہ بطور تبرک لیکر اپنے پاس رکھنا کیسا ہے؟ (۳) بصورت اجازت کارکنان مسجد نبوی صلعم حرم شریف سے کسی پتھر کو بطور تبرک حاصل کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ (۴) اشیاء مذکورہ بصورت خرید یا ہدیہ درست ہے یا نہیں؟ ۷ ذیقعدہ ۷۵ھ مدینہ منورہ (محمد سعید)

مکتوب ۲۴

بنام جناب سکریٹری صاحب و اراکین مدرسہ عربیہ بانس کنڈی آسام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مجھ کو خطوط سے معلوم ہوا کہ مولینا احمد علی صاحب بدرپوری بانس کنڈی پہونچ گئے مگر آپ حضرات نے ان کو مدرسہ میں درس و تدریس کی اجازت نہیں دی ہے آپ کو اس میں توقف ہے اور شیطانی نزعات سنی پوری اور بنگالی کے آپ کو ستا رہے ہیں۔

محترما ۔ مولانا احمد علی صاحب بدرپوری دارالعلوم دیوبند میں کئی سال رہے ہیں اور تمام کتابیں درسیہ نہایت محنت اور شوق سے پڑھی ہیں امتحانات میں نہایت اعلیٰ نمبر آئے، چال چلن نہایت عمدہ، سلوک طریقت میں پوری جد و جہد کرتے رہے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہت کامیاب ہوئے طبیعت نہایت سلیم پائی ہے ۔ قلب میں تقویٰ اور اخلاص ہے ۔ ایسے سعید اور قابل اشخاص بہت کم ہوتے ہیں ۔ حرمین شریفین میں بہت دنوں تک نہایت دینداری اور تقویٰ کے ساتھ رہے ہیں ۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل اور توجہات نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) سے سرفراز ہوتے رہے ہیں ۔ نہ صرف آپ کے ضلع کچھار بلکہ صوبہ آسام و بنگال کے لئے مایۂ فخر بلکہ تمام ہندوستان کے اندر اُن کے مثل افراد اقل قلیل ہیں ۔

مدینہ منورہ میں اسی سال اُن کے متعلق تذکرہ پیش کیا گیا اور اُن کے متعلق یہ مشورہ ہوا کہ اُن

حاشیہ مکتوب ۲۴ ۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب بدرپوری زیدت معالیہ کے بارے میں حضرت اقدس دامت برکاتہم کا یہ والا نامہ بڑا ہی وزن رکھتا ہے اور مجھ کو تو اس بات کی خوشی ہے کہ ہماری جماعت میں الحمد للہ ایسے بزرگ بھی موجود ہیں جن کے مثل ہندوستان میں بہت کم ہی لوگ ہیں ۔ اصل کمال تقویٰ اور اخلاص کا ہے جو بدقسمتی سے بہت ہی کمتر اور کبریت احمر ہے ۔ کاش مولانا بدرپوری سے کبھی ملاقات کا شرف حاصل ہوجاتا ۔

کو کہاں رہنا چاہیئے۔ میرے پاس اُن کے طلب کرنے کے مختلف مقامات سے خطوط آئے ہوئے تھے
پاکستان شرقی سے ۴۔۵ جگہ سے خطوط تھے اور ضلع کچھار بدر پور سے بھی اور آسام برم پتر والے
کے گوال پاڑے سے بھی ان کی طلب تھی میں نے خود طلبہ آسام و بنگال میں دیوبند میں ان کو نہایت
ہر دلعزیز دیکھا تھا سب جگہ سے اُن کے لئے تنخواہ بڑی مقدار میں دینے کے وعدے تھے کئی آدمی
صوبہ بنگال اور آسام کے اس سال حج میں شریک تھے جو ان کو اپنے یہاں لے جانے کے لئے اصرار
کر رہے تھے۔ مگر چونکہ مجھ کو مدرسہ بالس کنڈی سے بہت زیادہ محبت ہے میں چاہتا ہوں کہ آپکا
مدرسہ تمام صوبہ میں دین اور علوم دین کا مرکز ہو جائے اور اس طرف کے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ
فیض پہونچے اس لئے میں نے ان کو مشورہ دیا کہ تم بالس کنڈی میں قیام کرو۔

میرے محترم! مولوی احمد علی صاحب کا آپکے مدرسہ میں رہنا بہت مفید اور بہت کارآمد اور
غنیمت کبریٰ ہے ان کی قدر و منزلت کیجئے اور اُن کو خوش رکھ کر دین اور علم دین کو پھیلائیے۔ اُن
کے جیسا آدمی لایق اور متقی اگر چراغ لیکر ڈھونڈھیں گے تو نہیں ملیگا۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ضلع سہارن پور ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۲۵

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والانامہ مورخہ ۱۶ ر ذیقعدہ باعث
سرفرازی ہوا۔ احوال مندرجہ سے بہت خوشی ہوئی۔ آپ کو مشکوٰۃ شریف کی تدریس تفویض ہوئی ہے
بڑی خوشی کی بات ہے علم حدیث کا اشتغال بہت ہی مبارک ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے روحانی تعلق بہت قوی ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشتغلین
حدیث کے درمیان میں ایک نورانی دھاگہ متصل ہے اس لئے انھوں نے وصیت فرمائی ہے کہ تمکو
اشتغال بالحدیث رکھنا چاہیئے تعلیماً ہو یا مطالعۃً تحریراً ہو یا کسی اور طرح اس کو ہمیشہ باقی رکھنا

چاہیئے۔ اس اشتغال میں ہمیشہ سلف صالحین کا اتباع اور ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ شرح اور حواشی کا مطالعہ کرتے رہیں۔ ہر قول و فعل میں اتباع سنت کا اہتمام رکھیں۔ طلبہ کو سمجھانے میں پوری کوشش کرتے رہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے طریقہ کو احادیث کے مطابق ثابت کر کے طلبہ کو سمجھائیں...... حطام دنیا کی رغبت سے اعراض اور اخلاص وللہیت ہر قول و فعل میں ملحوظ رکھیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۲۶

جناب مولوی عبد الحفیظ خاں صاحب (ہاپوڑ ضلع میرٹھ) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مبلغ ایک ہزار روپیہ سفر حج کے لئے ناکافی معلوم ہو رہا ہے اور جدہ کے بعد ریگستانی و پہاڑی علاقہ نیز راستہ کی خرابی کے باعث سائیکل پر سفر نہ ہو سکیگا اس لئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اس قلیل سرمایہ کے ساتھ سائیکل لیکر چلیں۔

آپ پر جب حج فرض نہیں تو کیوں اس ناتمام رقم سے حج کا ارادہ کرتے ہیں اتنی رقم سے کیا ہوتا ہے والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند۔ ۷ رجب ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۲۷

جناب مولانا محمد الیاس صاحب مالیگاؤں ضلع ناسک کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حسب ارشاد عزیزم سید حبیب بن عزیزم سید محمود سلمہما اللہ تعالیٰ کو خط لکھدیا ہے انشاء اللہ حسب امکان وہ دونوں ضروریات میں تسہیل پیدا

حاشیہ مکتوب ۲۷ بدعت سیئہ کی تعریف اور تحقیق کے لئے مکتوبات جلد اول میں مکتوب ۸۶ کا حاشیہ ملاحظہ فرمایا جائے انشاء اللہ کافی ہوگا۔ اگر اس مسئلہ خاص کی تفصیل مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ "بدعت" ضرور دیکھا جائے لاؤڈ اسپیکر کی تفصیل جلد اول ص ۴۳۱ پر ملاحظہ کر لی جائے۔

کریں گے۔ اس سفر حج میں اوقات کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور جس قدر بھی ممکن ہو عبادات اور ذکر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ مجالس اور اجتماعات فضولیہ دنیاویہ سے بچنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد جس قدر اور جس پیرایہ میں ہو غنیمت بارد ہے اسم ذات (اللہ) زبان سے آہستہ آہستہ کہتے رہیں اور اس میں کوتاہی روا نہ رکھیں۔

مدینہ منورہ میں اور اس کے راستہ میں آتے جاتے درود شریف اور ذکر کی کثرت رکھیں۔ نماز میں جماعت کی پابندی کا لحاظ رکھیں۔ امام کے اتنے قریب کھڑے ہوں کہ انتقالات میں اس کی تکبیر سُنائی دے یا اُس کی تکبیر سننے والوں کے انتقالات دکھلائی دیں اور اس کی وجہ سے آپ کے انتقالات ہوا کریں۔ محض لاؤڈ اسپیکر سے انتقالات عمل میں لانا ہماری سمجھ میں باوجود غور و خوض صحت صلوٰۃ کو مانع ہے اس کا اعادہ ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ اس بدعت سیئہ سے جلد از جلد مسلمانوں کو نجات دے آمین۔

اکبری جہاز میں اسعد اور اس کی اہلیہ بھی گئے ہیں غالباً کہیں ملاقات ہوئی ہوگی۔

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ

مکتوب ۲۸

جناب مولانا عبدالمجید صاحب قاسمی (مبارک پور ضلع مونگیر) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ احوال مندرجہ سے بہت تعجب ہوا۔ دنیا کا طلبگار تو دنیا کی طلب میں ذرا بھی جھجک نہیں کرتا اور بغیر شرم و حیا کے دن و رات سرگرم رہتا ہے مگر خدا کا طالب شرم کرے لوگ مضحکہ اُڑائیں گے کس قدر تعجب کی بات ہے، اگر آپ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی محبوب حقیقی ہے اور اس کے علاوہ سب فانی اور بیکار ہیں تو یقیناً اس راہ میں ہر چیز کو فدا کرنا ضروری سمجھیے۔

عشق چوں خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ ؛ پختہ مغزاں جنون را کے حیا زنجیر پاست

یہ آپ کی انتہائی خام خیالی ہے۔ معلوم ہوا کہ نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت ہے نہ آخرت پر پورا یقین و ایمان ہے۔ یہ سب شیطانی اور نفسانی وسوسے ہیں ؎

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است ✿ جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوے لوح دل از نقش غیر حق ✿ علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

جو رکاوٹیں آپ کو ذکر میں پیش آرہی ہیں وہ سب شیطانی ہیں حقیقی علم اور سچا عزم پیدا کیجئے ورنہ عمر ضائع کرنا اور پھر کف افسوس ملنا ہے۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ کہیں ہاتھ خالی نہ جانا پڑے......... پاس انفاس ہی آپ عمل میں لاکر کیا کما لیں گے جبکہ آپ کا نفس اور شیطان ان نجس خیالات سے گندہ ہو رہا ہے۔ ذکر اللہ ھو اللہ میں آنتوں کی اینٹھن بھی شیطانی اثرات سے ہے اور حقیقی طلب اور عزم راسخ سے خلو کی دلیل ہے سچی طلب اور علم حقیقی پیدا کیجئے اور عشق حقیقی سے اپنی روح کو زندہ کیجئے۔

تہجد کی رکعتوں میں کوئی تحدید نہیں ہے۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ روزانہ چھ سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے تو کیا یہ حضرات فقط بارہ رکعتوں ہی پر اکتفا کرتے رہے؟

مولوی عبد الرشید صاحب کی والدہ ماجدہ سے بعد سلام مسنون عرض کر دیجئے کہ ماشاء اللہ مولوی عبد الرشید صاحب کی حالت نہایت بہتر اور قابل شکر ہے اُن کو اجازت بھی مل گئی ہے ان کو والدین کی دعاؤں کی ضرورت ہے میں اُن سے بہت خوش ہوں اور اُن کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خاندان کے لئے قابل فخر بنائے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے دونوں جہان میں نوازے آمین۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

آسام۔ ۳۰ شوال ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۲۹

جناب مولانا خورشید عالم صاحب شمیمی نگینہ بجنور کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپ کو یاد ہوگا کہ سال گذشتہ میں میں نے آپکو زور دیا تھا کہ آپ جلد از جلد نکاح کر لیں اور اُمت محمدیہ کے اضافہ کی صورتیں عمل میں لائیں .... آپنے والد صاحب پر ٹال دیا ...... اور ابھی تک آپکی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے اس عریضہ کو آپ اپنے خاندان کے ان بڑوں پر پیش کر کے جلد اس کی تحریک کرائیں جن کے بغیر آپ ظاہری حیثیت میں تحریک نہیں کر سکتے ...... اور اگر بالفرض آپ خود ہی اس معاملہ کو انجام دے سکتے ہوں تو خود تحریک کریں ...... میں تاخیر ہرگز صحیح نہیں سمجھتا نہ اُن رسوم کو صحیح و جائز تصور کرتا ہوں جو بزرگوں نے آپ لوگوں کے خاندانوں میں جاری کر کے تمام خاندانوں کو نقصان پہونچایا ہے۔

جو اعذار آپنے تحریر فرمائے ہیں اُن کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا کیا آپ آیت " وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ " بھول گئے ہیں۔ کیا آپنے عقد سابقہ باہر نکلنے اور اسباب معیشت مکمل کرنے کے بعد کیا تھا... آپ

حاشیہ مکتوب ۲۹ - مولانا خورشید عالم صاحب کی پہلی شادی مفتی مولانا شمیم احمد صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جو مدقوق ہوکر اس دار فانی سے رخصت ہوگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون - عقد ثانی پر حضرت اقدس مولانا مدنی مدظلہ نے اپنے والانامہ میں زور دیا جس کے اندر بہت سے دینی اور دنیوی فوائد مخفی ہیں - حضرت پر اتباع سنت اور ساتھ ہی اپنے متوسلین پر شفقت کا ایسا پختہ رنگ چڑھا ہوا ہے کہ اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو حضرت مدظلہ کی زندگی اور آپکے دینی تاثرات سے اچھی طرح واقف ہے اپنے اسلاف کرام کی اتباع میں اس ناچیز نے حضرت مدنی سے بہتر نہ کسی کو دیکھا اور نہ سُنا کاش ہمارے اندر بھی وہی اخلاق پیدا ہو جائیں - حضرت کی دور رس نظر اور حکیمانہ تعلیم ہی کا یہ اثر ہے کہ اپنے متوسلین کو شروع ہی سے نکاح کرنے کی ترغیب دیکر اُن امکانات کا سدباب فرماتے ہیں جن کی بدولت انسانی اخلاق و کردار کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگ سکتا ہے - ان ہر دو والاناموں میں یہی چیز سب سے زیادہ نمایاں اور سلوک نبوی کی رُوح اُبھری ہوئی ہے -

میرے پہلے عریضہ کو بھی اور اس کو بھی مولانا ممتاز علی صاحب زید مجدہم اور اپنے دیگر بزرگوں پر پیش کیجئے۔ میرے خیال میں آپکو ہرگز تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۰؍ و ۲۰؍ صفر ۱۳۶۱ھ

مکتوب ۳۰

جناب مولانا محمد ابو یوسف صاحب کاکوی (قصبہ کاکو ضلع گیا) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محترما! یہ دُنیا مسلمانوں کے لئے راحت و آرام کا گھر نہیں ہے بلکہ ابتلاء و امتحان اور مصائب و تکالیف کا گھر ہے الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے بلکہ جو جس قدر مقرب خداوندی ہے اس کے لئے حسب مرتبہ شدائد و تکالیف زیادہ ہی فرمایا جاتا ہے اشد الناس بلاءً الانبیاء

حاشیہ مکتوب ۳۰۔ حضرت بختیار کاکیؒ ہوں یا دوسرے اکابر صوفیہ اُن کی سیرت کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور اسوہ حسنہ اس درجہ واضح ہے کہ کہیں اور جگہ یہ چیز اتنی اُبھری ہوئی نہیں محسوس ہوتی ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہ جماعت ہمہ تن عمل تھی اور شریعت کی اتباع میں اُن کا خاص مقام تھا اور عشق و محبت کے پاک جذبہ نے اُن کے اندر احترام شریعت کو اس طرح رگ و پے میں بھر دیا تھا کہ سطحی حضرات کو انہیں دیکھ کر مجنون و پاگل کہدینے میں باک نہ تھا غور کرو مصائب کو بڑی ہی تند و تلخ چیز سمجھی جاتی ہے اور ہے بھی مگر ان بزرگوں نے اس کو راحت و آرام کی چیز بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر مصیبت مصیبت نہ رہی بلکہ عین راحت بن گئی کیونکہ محبوب حقیقی کی طرف سے اپنے بندے کو جو چیز ملتی ہی اس کا نام تم مصیبت اور دکھ رکھدو مگر ہے وہ آرام و سکھ راحت و سکون۔ حضرت کاکیؒ کے مقام کی بلندی کے لئے اُن کی زندگی کا یہ واقعہ کافی ہے آج بھی اور پہلے بھی ہمارے لئے بخدا اور طریقوں کے یہی طریقہ اللہ تعالےٰ سے قرب و نزدیک ہونے کا رہا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کو عارف رومیؒ نے ع "اے طبیب جملہ علتہائے ما" سے تعبیر فرمایا ہے۔ رباعیات مولانا رومؒ میں یہ رباعی بھی اسی حقیقت حال کی ترجمان ہے اہل دل حضرات کی خاطر ہم درج کر رہے ہیں بہت ہی خوب اور عرفان رومی کا ترجمان ہے۔

رباعی

با دردیا ز چوں ردائے تو منم ؛ در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر کشتہ شوی مگو کہ من کشتہ شدم ؛ شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

ثم الامثل فالامثل - اس لئے مسلمان حقیقت میں ان مصائب میں لذت اور نعمت پاتا ہے - حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کسی دن کسی مصیبت کا سامنا نہیں ہوتا تھا تو روتے تھے اور فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج ہمارا محبوب حقیقی ہم سے خفا ہے - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ - صبر کرنے والوں کے لئے بغیر حساب اجر کا وعدہ کیا گیا ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب .... اللہ تعالےٰ کے سامنے گڑگڑائیے اور عرض کیجئے کہ پروردگار ہم کمزور ہیں ہم کو سنبھال اور ہم کو صابرین اور شاکرین کے زمرہ میں داخل فرما اور اپنی خوشنودی اور رضا نصیب فرما۔ ذکر وعبادت میں فرق نہ آنا چاہیئے ... اتباع شریعت اور ذکر میں کوتاہی نہ فرمائیں - والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۷ رشوال ۷۱ھ

مکتوب ۱۳۱

جناب مولانا عبدالوہاب صاحب (مبارک پور ضلع مونگیر) کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - آپکے والد صاحب محترم کے والانامہ سے خبر وحشت اثر انتقال صاحبزادی کی معلوم ہوئی جس سے ہم سبھوں کو صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون آپکے پہلے بچوں اور ان کی ماؤں کی وفات کی بھی خبریں نہایت دلخراش ہیں -

میرے محترم ! یہ صدمات اگرچہ نہایت تکلیف دہ ہیں مگر آپ کو صبر واستقلال سے رہنا چاہیئے اور ہرگز ہرگز مایوس اور غمگین نہ ہونا چاہیئے - تقدیرات الٰہیہ میں بندوں کا کوئی چارہ نہیں ہے، پروردگار کے حکم پر راضی رہنا وظیفہ عبودیت ہے -

---

حاشیہ مکتوب ۱۳۱ - مولانا عبدالرشید صاحب مجاز حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ کے بڑے بھائی کی پہلے دو شادیاں ہوئیں اور بچے بھی ہوئے اور سب راہی ملک عدم ہوئے تو تیسری شادی ہوئی اس سے بھی اولاد ہوئی مگر جاتی رہی فطری طور پر جو صدمات ہونے چاہیئے ضرور ہوئے اگر اللہ کو منظور ہے تو انشاءاللہ دعائیں رنگ لائیں گی وما ذلک علی اللہ بعزیز

میرے محترم! مسلمان کو جو بھی صدمہ پہونچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور سبب بناتا ہے اس لئے یہ صدمات ذریعہ مغفرت ہیں۔ پھر یہ بچے ماں اور باپ کے لئے عذاب آخرت سے نجات دلانے والے اور حجاب عن النار ہیں جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جن ماں اور باپ کے تین بچے مرجائیں تو وہ بچے ماں باپ کے درمیان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائیں گے پھر دو بچوں کے لئے بھی یہی فرمایا پھر ایک بچہ کے لئے بھی ایسا ہی فرمایا تو آپ کو اور اہلیہ محترمہ کو خوش ہونا چاہیئے کہ عذاب آخرت سے بچاؤ کا بہت بڑا سامان مہیا ہوگیا۔ فللّٰہ الحمد شکر کیجئے۔

میرے محترم! خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوجیئے اور ہمیشہ صابر و شاکر رہیئے۔ خداوند کریم اس کے بعد بچوں سے آپ کو نوازے اور وہ طویل العمر، بااقبال، نیک و صالح ہوں اس کی دعا کرتے رہیئے اور ہم سب بھی دعا کرتے ہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۷ ربیع الاول ۷۵ھ

مکتوب ۳۲

جناب منشی عبد القیوم صاحب اصالت پورہ مرادآباد کے نام

ہر ایک جمہوری ادارہ کی قوت حاکمہ مجلس ممبران ہے یہی مجلس عوام کی نمائندہ ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمام امور عزل و نصب ترقی و تنزل وغیرہ متعلقہ ادارہ ہیں۔ تمام ملازمین ادارہ خواہ مدرس ہوں یا غیر مدرس۔ اوپر سے نیچے تک۔ اسی مجلس

حاشیہ مکتوب ۳۲۔ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کی مجلس عاملہ کے ارکان مولانا مظفر الدین صاحب، الکٹ داچ کمپنی، مولانا حکیم انتظار احمد صاحب نے ایک عرضداشت ذریعہ منشی عبد القیوم صاحب، حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کرائی جس میں مدرسہ شاہی کے کچھ اندرونی معاملات اور شکایات کا تذکرہ تھا۔ جواب میں حضرت شیخ مدظلہ العالی نے مدارس عربیہ میں مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کی حیثیت پر گراں قدر افادہ فرمایا ہے۔ اصلاحی۔

کے سامنے جوابدہ ۔ اور حسب قوانین ادارہ مکلف اور پابند ہیں۔ کسی ملازم یا مدرس کو جائز نہیں ہے کہ جب تک وہ اس ادارہ کی ملازمت میں ہے مجلس کے احکام سے روگردانی کرے۔ یہی حال تمام مدارس دینیہ وجمہوریہ کا ہے۔ ممبران شوریٰ چندہ دہندگان کے نمائندہ اور ملازمان مدرسہ کے حاکم ہیں۔ کسی مدرس کو خواہ مولوی .... ہوں یا مولوی .... یا حافظ .... ہوں یا کوئی اور صاحب۔ احکام مجلس شوریٰ کی سرتابی کرنا درست نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی حرکت جائز ہے جس سے ادارہ کو نقصان پہونچے یا اس کے نظم ونسق میں ابتری پیدا ہو۔ مجلس عاملہ اس مجلس شوریٰ کی مقرر کردہ مجلس ہے اس کی سرتابی کرنا مجلس شوریٰ حاکمہ کی سرتابی ہے۔ اس لئے ان حضرات کے مذکورہ بالا اعمال واقوال سراسر ناجائز ہیں اگر وہ پابندی عاملہ کے احکام کی نہیں کرتے تو ان کو ادارہ سے علیحدہ ہوجانا چاہیئے۔ ادارہ میں رہتے ہوئے ایسے اعمال کا یا ایسے اقوال کا ارتکاب سراسر بغاوت اور عنداللہ وعندالناس گرفت کا موجب ہے ۔ ان حضرات کو غور کرنا اور اپنے ان مہمل اور ناجائز امور سے تائب ہونا ازحد ضروری ہے ۔ ان کو جامعہ قاسمیہ شاہی مسجد کو نقصان پہونچانا انتہائی شرمناک اور نمکحرامی ہے۔ والی المشتکی۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از دارالعلوم دیوبند

۸ ؍ شعبان ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۳۳

جناب مولانا عبد الخالق صاحب سید پور سلہٹ کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔

حاشیہ مکتوب ۳۳ ۔ اس والانامہ میں یہ فقرہ درج ہے " دن کو تہجد کی قضا پڑھئے " ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ فرائض نمازوں کی قضا کی طرح اس تہجد کی بھی قضا ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت اقدس کا یہ ارشاد بطور تنبیہہ ایک حکیمانہ تعلیم ہے یعنی اگر کسی کو جماعت یا تہجد کا پابند بنانا ہو تو اس کو پہلے اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ان نمازوں کی قضا کیا کرے۔ انشاء اللہ بتدریج جماعت اور تہجد وغیرہ کا پابند بھی ہوجائے گا۔ حضرت شیخ کا ارشاد کہ تہجد قضا پڑھے اور نفس کو ملامت کرکے روزہ رکھئے۔ نفس امارہ کے استیصال کے لئے یہ تریاق ہے جو شیخ کامل ہی ایسا حکم دے سکتا ہے کیونکہ بقول خواجہ حافظ رحؒ ع کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا۔

(۱) میرے محترم کوشش کیجئے اور نفس امارہ پر نندرڈالئے جس روز اٹھنا نہ ہوسکے نفس کو ملامت کیجئے اور دن کو تہجد کی قضا پڑھئے اور نفس کو ملامت کر کے روزہ رکھئے تھوڑے دن اس پر قوت سے عمل کیجئے انشاء اللہ اصلاح ہوجائے گی۔ عشا کے بعد جلد سوجایا کیجئے۔ ع من نکردم شما حذر بکنید انوار و کرامات وغیرہ سب غیر اللہ ہیں صرف ذات مقدسہ فاطر السموات والارض منزہ عن الحوادث والنقائص متصف لسائر الکمالات کی طرف توجہ رکھئے اور کوشش کیجئے اس میں دوام حاصل ہوجائے

ے ہر آں کو غافل از وے یکزمان است ❊ ہماندم کافر است امانہاں است

مبادا غائبی پیوستہ باشد درا سلام بروے بستہ باشد

مقصود اصلی اس کی رضا اور خوشنودی ہے اس میں پوری جد وجہد کرنی چاہیئے اور ہر حرکت و سکون میں اس کی نظر اور عنایت شفقت اور رحمت کی جستجو ہونی چاہیئے۔ ے

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب

کہ حیف باشد از و غیر از یں تمنائے

(۲) عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اس لئے ان کو تعلیم ہلکی اور خفیف ہونی چاہیئے اُن کے ذمہ تربیت اولاد اور خدمت زوج ہے احوال قویہ کی وہ متحمل نہیں ہوسکتیں اسی لئے صرف ذکر لسانی پر اکتفا ہونی چاہیئے۔ نورمیاں کو مراقبہ وفی انفسکم تعلیم فرمایئے اور ذکر قلبی جاری کرائیے

(۳) الفاظ بیعت میں اگر ضرورت ہو تو یہ تفصیلی چیزیں داخل کرسکتے ہیں ورنہ اجمالی الفاظ عہد اتباع شریعت کے کافی ہیں۔ بنگلہ میں تمام الفاظ بیعت کا ترجمہ کرنا زیادہ ترمناسب ہے۔ سالک کو ترقی دینے میں جبکہ اس کو بارہ تسبیح سے ذکر جہر کے آثار پیدا ہوجائیں اور گریہ کا غلبہ ہونے لگے دنیا سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوجائے اور پاس انفاس بھی جاری ہوجائے تو ذکر قلبی تعلیم فرمایئے اور جب ذکر قلبی جاری ہوجائے تب مراقبہ تعلیم کیجئے۔ ضیاء القلوب امداد السلوک اور صراط مستقیم مطالعہ کیجئے۔

(۴) آثار ذکر خواہ انوار ہوں یا الہامات وکشف وکرامات وغیرہ خود بخود ظاہر ہوں تو

بیشک معین و مددگار رہیں اگرچہ یہ مبتدی کو لبھانے اور متوجہ کرنے کے لئے عموماً ہوتے ہیں۔ اسلاف کرام کا قول ہے "تلک خیالات تربّٰی بہا اطفال الطریقۃ" مگر ان کو طلب کرنا اور نہ حاصل ہوتے پر غمگین اور مایوس ہونا سخت غلطی ہے۔۔۔۔ ان امور کے عدم حصول سے ذکر اور مراقبہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونی چاہیئے۔ ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ... با کریماں کارہا دشوار نیست

ہم عبید ہیں ہمارا کام عبودیت اور امتثال حکم ہے، عاجزی اور نیازمندی ہے" خواہ ہمت افزائی اور اجابت ہو یا نہ ہو۔ ؎

یابم او را یا نہ یابم جستجوئے میکنم ... بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

جس شخص کا سلوک مثل قرن اول ان امور سے خالی ہو اس کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اسلاف کرام اعلیٰ اور اولیٰ فرماتے ہیں دل لگانا اور اخلاص سے کام کرنا ضروری ہے تھوڑا کیجئے مگر مداومت نہ چھوڑیئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۳۴

جناب مولانا عبد الجبار صاحب (مدن پورہ بنارس) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امور مسؤلہ کے جوابات حسب ذیل ہیں:۔

حاشیہ مکتوب ۳۴۔ جناب مولانا عبد الجبار صاحب بنارس مدنپورہ کے معزز فرد اور حضرت شیخ مدظلہ العالی کے جاں نثار خادم ہیں اسی واسطہ سے موصوف حضرت مدنی مدظلہٗ کے جملہ خدام سے محبت رکھتے ہیں اولاد بھی الحمد للہ صالح ہے۔ راقم الحروف پر بڑی ہی نظر کرم ہے۔ مدرسہ جامعہ اسلامیہ عربیہ کے روح رواں آپ ہی کی ذات ہے۔ اللہ تعالےٰ موصوف کے اخلاص میں اضافہ اور عمر میں برکت اور کاروبار میں ترقی دے۔ آمین۔

(۱) دورانِ ذکر میں آنکھوں کا کھلا رہنا شرط نہیں جہاں تک ممکن ہو دل لگا رہنا چاہیئے اور معنوں کا خیال رہنا چاہیئے خواہ آنکھ کھلی رہے یا بند، اگر کھلنے سے تشویش ہو تو بند رکھیں۔

(۲) اثنارِ ذکرِ جہری میں ہر پندرہ یا بیس یا پچیس مرتبہ کے بعد سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کہنا چاہیئے اور یہ دھیان رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا محبوب حقیقی ہے اس تک پہونچنے کے لئے وسیلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اُن کے لئے درود شریف بطور شکریہ پیش کرتا ہوں۔

(۳) جو جو چیزیں میں طلب کروں ان کی قیمت لینی ضروری ہے یہی انعام اور احسان کیا کم ہے کہ آپکی عنایت سے چیز عمدہ اور مناسب قیمت پر مل جاتی ہے جو کہ بڑے بڑے دولتمندوں کو حاصل نہیں ہوتی۔ نیز آپکو قیمت میں مہلت دینی پڑتی ہے انھیں احسانوں پر اکتفا فرمایئے اور مجھ کو قاعدہ کے خلاف پر مجبور ہرگز مت فرمایئے۔　　والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۷؍فروری ۱۹۵۳ء

مکتوب ۳۵

جناب حکیم مولانا احمد اللہ صاحب (فیض آباد) کے نام

محترم المقام زید مجدکم ---　حافظ بشیر احمد صاحب کے والد ماجد کی سخت خطا ہے۔ اس زمانہ میں اولاد کو شادی سے روکنا انتہائی غلطی ہے۔ نہایت سادگی سے اولاد کی شادی بالغ ہوتے

حاشیہ مکتوب ۳۵ - ترجمہ حدیث انس بن مالکؓ کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی لڑکی کی عمر بارہ سال ہو جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے (اتفاقاً) اگر وہ لڑکی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اُس کے باپ پر بھی ہے۔ دوسری حدیث ابن عباسؓ کا ترجمہ یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے لڑکا پیدا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور شریعت کی تعلیم و ادب سکھائے پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دینا چاہیئے۔ پس اگر لڑکا بالغ ہوا اور گناہ میں مبتلا ہو گیا تو باپ پر بھی اس کا گناہ ہوگا۔ (باقی صفحہ ۱۱۴ پر)

ہی کر دینا اشد ضروری ہے۔ زیور جوڑے، جہیز، ولیمہ وغیرہ کے چکر میں نوجوان اولاد کو روکنا اللہ تعالیٰ کے مواخذہ اور اس کی پکڑ کا باعث ہے۔

عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنتہٗ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ رواھما البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص۲۷۹)

وعن ابی سعید وابن عباس رضی اللہ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ (مشکوٰۃ عن البیہقی ص۲۷۸)

ان دونوں روایتوں کو ان کو سمجھا دیجئے۔ مولوی بشیر نے اگر تقاضہ کیا ہے تو یہ اُس کی صلاحیت کی بات ہے وہ حرام سے بچنا اور تقویٰ چاہتا ہے اس پر خوش ہونا چاہیئے اس پر خفا ہونا اور بے ادبی کا الزام دینا غلطی ہے۔ نیز ان سے بہت بہت سلام مسنون پہونچا دیجئے اور تاکید کر دیجئے کہ نہایت سادگی سے بغیر دھوم دھام شریعت کے موافق نکاح کر دیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۲۴ ربیع الثانی ۷۴ھ

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۳) مطلب ہر دو حدیثوں کا یہ ہے کہ باپ گناہ کا سبب ہو رہا ہے لہٰذا باپ کو چاہئے کہ لڑکا اور لڑکی کے بالغ ہو جانے پر جہاں تک ممکن ہو جلد نکاح کر دینے کی سعی کرے جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں میں جلدی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ باقی اس طرح کی روایات کو زجر، تہدید اور ترہیب پر محمول کر کے مطمئن ہو جانا روح ارشاد نبوی کو پامال کرنا ہے۔ ہمارے حضرت کا یہ مخصوص مقام ہے کہ آپ اس طرح کے کاموں میں اتباع نبوی پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ تاویل و مداہنت کر کے امت کو تنگی میں مبتلا نہیں فرماتے بلکہ سادگی پر زور دینے اور رسومات کا قلع قمع کر کے اپنے مریدین کو معاشی پریشانیوں سے بچاتے ہیں۔

مکتوب ۳۶

جناب مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب (ایبٹ آباد پاکستان) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھ کو اس سے سخت صدمہ ہوتا ہے کہ آپ مادحانہ کلمات لکھتے ہیں اور آپ اس سے تغافل برت رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مادحین کے لئے کس قدر سخت کلمات فرمائے ہیں اور ممدوحین کے لئے کس قدر خطرات ہیں جن پر آیات واحادیث روشنی ڈال رہی ہیں اس سے آپ کو بہت زیادہ اجتناب چاہیئے اور سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ آپ اظہار مادح کرتے ہوئے ناجائز کلمات مثل خیر الاخیار، ذات نور علی نور، قبلہ کعبہ حاجات وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ کس قدر غضب کی بات ہے کہ جس چیز کو ہم دوسروں کے لئے ناجائز بتلائیں اور جس سے ہم دوسروں کو روکیں اسی کو خود عمل میں لائیں۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ ایسی باتوں سے سخت گریز کیجئے ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھاتکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ" الحذر الحذر خاتمہ کا حال معلوم نہیں جب تک خاتمہ علی الایمان نہ ہو جائے جب تک اشرف المخلوقات ہونا بھی صحیح نہیں۔

(۱) بخاری شریف کے تراجم اس وقت میرے پاس نہیں ہیں میں اس وقت سفر کر رہا ہوں کراچی

حاشیہ مکتوب ۳۶ ۔ اس والانامہ میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ لوگوں کے احترام میں حدود سے تجاوز نہ کیا جائے اور ایسے بچے تلے الفاظ استعمال کئے جائیں جو مناسب ہوں کیونکہ اسی طرح کی افراتفری نے یہود ونصاریٰ کو سخت گمراہی اور ضلالت میں مبتلا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ انسان کے مقابلہ میں رب اور عبد کا استعمال نہ کیا جائے کہ شرک فی اللفظ ہوتے ہوتے شرک فی المعنی کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے لہذا آپ نے لفظ رب اور عبد کو فتی اور سید سے بدل دیا۔ اسی بنا پر حضرت مولانا فرنگی محلی مرحوم مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم کے صـ۱۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ایسا نام جس میں اضافت عبد کی طرف غیر خدا کی ہو شرعاً درست نہیں ہے اور اگرچہ صرف اسی قسم کے نام رکھنے سے حکم شرک کا نہ ہو بسبب احتمال اس کے کہ عبد سے مراد خادم ومطیع ہے مگر بوئے شرک سے ایسا نام رکھنا خالی نہیں ہے الخ۔

اور مجاولپور کے درمیان میں ہوں آپ کے کاغذات وہاں دیوبند میں دوسرے کاغذات میں رکھے ہوئے ہیں مجھ کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ ان کو دیکھوں آپ کو یہ خیال ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ لوگوں کی تعریفیں اور تصدیقات ہوا کریں یہ ایک غلط اور بے فائدہ چیز لوگوں میں رائج ہے عوام پر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے یہ میرے نزدیک نہایت فضول اور لغو امر ہے آپ خود احتیاط اور تیقظ سے کام کیجئے۔

(۲) آدمی کو اللہ تعالےٰ اور جناب رسول علیہ السلام کا غلام بننا چاہیئے اور اسی کی تمنا چاہیئے۔ جو رسالہ آپ نے شان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لکھا ہے اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے آمین۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ ر ج ۲ ۵۶ھ

مکتوب ۳۷

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل ؛ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ع کسی کے درد اور غم کو کسی کا ناز کیا جانے ؛ گذرتی صید پر کیا ہو دل صیاد کیا جانے

عدیم الفرصتی کی حالت یہ ہے کہ بسا اوقات خطوط پر نظر ڈالنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔

ع نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم ؛ در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

حاشیہ مکتوب ۳۷۔ محترم قاضی صاحب نے بحالت اعتکاف خواب میں قبر اطہر سید دوعالم صلعم کو بوسہ دیا اسی کی جانب حضرت اقدس نے اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اسی سال ۱۹۳۹ء میں پہلی بار حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے للہ الحمد والمنۃ۔ قبر کو بوسہ دینا تعلق قلبی کی علامت ہے ممکن ہے کسی کو حیلہ نکل آئے اور وہ قبروں کو چومنا شروع کرنے۔ سو اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سد باب ذریعہ اصول تشریع میں سے ایک اصل عظیم ہے چنانچہ جو ذریعہ مباح بلا قصد وارادہ انسان کو کسی مفسدہ میں مبتلا کر دے جیسے قبروں کے سامنے نماز پڑھنا یا اس کو بوسہ دینا۔ خواہ کسی کی ہو شریعت اُس کو روک دیگی۔ کیونکہ بقول امام العصر شرعاً مذموم ہے۔ اصلاحی۔

جن خطوط کے جواب نہیں دے سکا ہوں اُن کی مقدار تقریباً ہزار سے بہت زیادہ ہے۔ کیا کروں اور کس طرح کروں؟ آپ کے محبت آمیز کلمات کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر میرے عزیز عشق و وارفتگی محبوب حقیقی خالق کون و مکان سے ہونا چاہیئے کسی فانی اور ناقص کے ساتھ ایسا تعلق ہونا غلطی ہے اسی ذات وحدہ لا شریک لہٗ کا تصور ہونا چاہیئے اور اسی سے وابستگی ؎

یحبز تو شاہا دگر ندارم بجز دُرے تو درے ندارم ؛ الیک سعی و منک رجوٰ وان سالت بکم سوالی

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است ؛ جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

روحانی برکات مبارک ہوں خواب بہت بہتر ہے اللہ تعالےٰ مبارک کرے کیا تعجب ہے کہ واقعیت کا جامہ اللہ تعالےٰ پہنا دے (قبر کو) بوسہ دینا اگرچہ شرعاً مذموم ہے مگر تعلق قلبی کی خبر دیتا ہے۔ والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۶ / رمضان ۵۷ھ سلہٹ

مکتوب ۳۸

محترم المقام زید مجدکم۔ جو کیفیت آپ لکھ رہے ہیں کہ تمام بدن بے اختیار حرکت کرنے لگتا ہے اور رونا آتا ہے یہ سلطان الاذکار کی شاخ ہے قلب اور بدن میں ذکر کی قوت سرایت کرتی ہے اور اس کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کا اثر جسم وغیرہ پر زور سے پڑتا ہے اور اس قسم کی حالتیں رونما ہوتی ہیں دُنیا سے نفرت بھی ذکر کا اثر ہے اہل دُنیا سے علیحدہ رہنے کو چاہنا "حُبّب الیہ الخلا" کا منظر ہے ..... رویاء صالحہ بھی ذکر کے آثار میں تھے مگر ابتدائی آثار ہیں اب بحمد اللہ سلطان الاذکار کے آثار رونما ہیں ابتدائی منزل طے ہو جانے کے بعد اُن کا ڈھونڈھنا غلطی ہے پاس انفاس ہمیشہ جاری رہنا چاہیئے ..... ایک ایک سانس میں قلب کا ذکر کئی کئی مرتبہ ہو جایا کرے۔ خیال ہو یا نہ ہو برابر جاری رہے۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۱ / شوال ۵۹ھ

حاشیہ مکتوب ۳۸ - سلطان الاذکار کی تعریف اور اس کا مفہوم مکتوبات جلد ثانی میں مولانا عزیز الرحمن صاحب کے والا نامہ کے تحت ملاحظہ فرمایا جائے۔

مکتوب ۳۹

محترم المقام زید مجدکم ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مدت دراز کے بعد والانامہ محررہ ۲۵ ربیع الاوّل باعث سرفرازی ہوا۔ یادآوری کا شکر گذار ہوں۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم۔ اس گوشہ نشینی میں بفضلہ تعالےٰ بہت خیرات و برکات ہیں اللہ تعالےٰ اپنے جود و رضا سے ہمکو آپکو سب کو نوازے آمین۔ آپکے علمی اور تعلیمی و تصنیفی مشاغل اور اُن میں کامیابی سے بہت خوشی ہوئی۔ اللّٰھم زد فزد۔ ذکر سے اب مذکور کی طرف بڑھنا چاہیئے اور اسم سے مسمی کی طرف قدم بڑھانا چاہیئے یعنی تھوڑا سا وقت اب اس میں بھی خرچ کیجئے کہ ذات مقدسہ باری عزوجل کی طرف دھیان کیا جائے اور آیت وھو معکم اینما کنتم کے مفہوم کے مطابق یہ تصور کیا جائے کہ وہ ذات جو کہ مصداق ہو کی آیت میں مذکور ہے بلا کیف وبلا کم منزھا عن جمیع سمات النقص والزوال متصفا بسائر المحامد والکمال وغایۃ الجلال والجمال ہر جگہ میرے ساتھ ہے اور اس کی معیت بھی کما یلیق بشانہ ہے ہماری عقول سے بالاتر اور نرالی ہے۔ اس تصوّر اور دھیان کو جو واقعی ہے تقویت دیجئے اور وقت مقررہ میں یہی دھیان کیجئے۔ اس وقت میں ذکر قلبی یا انفاس کی طرف سے دھیان ہٹا لیجئے۔ قلب ذکر حسب عادت کرے تو مت روکئے کرنے دیجئے سانس حسب عادت جاری بالذکر ہو نے دیجئے روکئے مت مگر اسوقت آپ کی توجہ کا نصب العین آیت مذکورہ کا مفہوم اور مسمی لفظ ھو اور لفظ اللہ ہوا کرے اس مراقبہ پر مداومت کیجئے اور ابتدا میں اگر کچھ ثقل پیش آئے تو تحمل کیجئے رفتہ رفتہ آسانی اور سہولت حاصل ہوگی۔

مدرسہ[۱] محمدیہ میں کامیابی سے خوشی ہوئی۔ طوبیٰ لمن جعلہ اللہ مفتاحًا للخیر مغلاقًا للشر

حاشیہ مکتوب ۳۹ ۔ اس مکتوب عالی میں معیت سے معیت ذات مراد ہے نہ کہ باعتبار علم وغیرہ کما قال قطب الارشاد الگنگوہی مکاتیب رشیدیہ ص ۱۶

[۱] یہ مدرسہ بحمداللہ تعالےٰ ۱۳۵۶ھ سے قرآن اور علوم اسلامی کی خدمت کر رہا ہے اور اب ۱۳۷۶ھ میں حضرت کے نام پر اسی کی زیر نگرانی کیمبل پور شہر میں ایک جامعہ مدنیہ کا قیام عمل میں آچکا ہے اللھم تقبل وبارک (قاضی صاحب)

فھینا لکم - اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید توفیق عطا فرمائے - اگر ممکن ہو تو کتاب صراط مستقیم مولفہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو کہ درحقیقت ملفوظات حضرت سید صاحب ہیں زیر مطالعہ رکھئے نیز امداد السلوک کا بھی مطالعہ فرمائیے - والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد ۹ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ نینی جیل

مکتوب ۴۲

اخی المحترم سلمکم اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - وصلنی مکتوبکم المنیف فشکرت اللہ علی صحتکم واما ما ذکرتم من الرویا فعسی اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ ان یصدق ذلک - اما البیعتہ فان شاء اللہ العزیز تتحقق بعد ما تلاقی، واما اجازۃ حزب البحر فقد اجزتکم کما اجازنی بہ مشائخی العظام واما قراۃ الفاتحہ فی الصلوۃ بالوقف علی کل آیۃ فھی عادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قرأتھا کما ھو مذکور فی الصحاح من الحدیث والسلام ختام داعیکم حسین احمد غفرلہ

میرے بھائی - اللہ آپکو اچھا رکھے سلام مسنون - آپ کا گرامی نامہ پہونچا - آپ کی صحت معلوم کر کے شکر ادا کیا - آپ نے جو خواب ذکر فرمایا ہے خدا کرے وہ ویسا ہی ہو - رہگیا بیعت کا معاملہ سو وہ ملاقات پر انشاء اللہ ہو جائیگی میں نے آپ کو حزب البحر کی اجازت اسی طرح دیدی ہے جس طرح میرے مشائخ نے مجھ کو دی ہے - سورہ فاتحہ کا ہر ہر آیت پر وقف کرتے ہوئے پڑھنا آنحضرت صلعم سے صحاح میں ثابت ہے -

والسلام

حاشیہ مکتوب ۴۲ قاضی صاحب محترم کو خواب میں بشارت ہوئی کہ حضور صلعم فرماتے ہیں کہ کیسے بے وقوف لوگ ہیں کہ میری زندگی میں ولی کامل سے بیعت نہیں کرتے اس کے بعد حضرت نے بیعت کو منظور فرمالیا اور قاضی صاحب بیعت ہوگئے -

مکتوب ۱۴۱

اخوانا المحترم ۔ ان القبض والبسط من خواص البشریۃ فلا ینبغی التاثر من ذلک وینبغی ان یستغفر الانسان فی حالۃ القبض ویستکثر من ذلک ویشکر اللہ عزوجل فی حالۃ البسط ویستکثر من ذلک وقد قال اللہ سبحانہ وتعالی لئن شکرتم لازیدنکم

الانتشار الذی حدث فی دیارکم فمن الغرائب ھدانا اللہ وایاھم لما یحب ویرضاہ

قد غفلوا ھولاء عما صرحہ الاسلاف الکرام من اھل السنۃ

قبض اور بسط کی حالت کا پیش آنا خواص انسانی میں سے ہے اس سے زیادہ متاثر نہ ہونا چاہئے البتہ قبض کی حالت میں آدمی کو چاہیئے کہ وہ کثرت سے استغفار کرتا رہے ۔ اور بسط کی حالت میں حق تعالیٰ کا شکر کثرت سے ادا کرتا رہے کیونکہ خدا کا ارشاد ہے اگر تم شکر کروگے اور احسان مانوگے تو اور زیادہ تم کو دوں گا ۔

ہاں جو اختلاف اور انتشار آپ کے اطراف میں ہے تعجب خیز ہے ۔ اللہ ہم کو، اور اُن کو ہدایت کرے اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق دے ۔

یقیناً ان حضرات نے اہل سنت والجماعت کے اسلاف کرام کی تصریحات سے بے پروائی برتی

حاشیہ مکتوب ۱۴۱ ۔ اس والا نامہ میں قبض وبسط کی اصطلاح بھی آگئی ہے جس کو ہم نے مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۵ کے تحت صاف کر دیا ہے ملاحظہ فرمالیا جائے کفر سازی اور تکفیر بازی کا مشغلہ ایک عام وبا ہے جس نے لوگوں کو قریب آنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور تبادلہ خیالات کرنے سے کوسوں دور کر دیا ۔ اگر ایمانداری کے ساتھ لوگوں کی کتابیں پڑھی جائیں اور حق مدنظر ہو تو اب بھی بہت سی جماعتوں میں جو رسہ کشی جاری ہے کم ہو جائے ۔ اس مکتوب گرامی میں وہ تمام بنیادی ہدایات موجود ہیں جو طرفین کے لئے شمع راہ بن سکتی ہیں کیونکہ بقول شاعر

ع اللہ کے رستے سب ہیں کھلے آثار ونشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا (اصلاحی)

والجماعة ان من وجد فی کل کلامه ما فیه تسع وتسعون محامل تقتضی التکفیر ومحمل واحد للایمان فلا ینبغی تکفیره ولا یصح لاحد الجرأة علی ذلك ویجب علی هؤلاء المتعنتین ان ینظروا الی رسالة حضرة الگنگوهی المرحوم المسماة بمکتوب انوار القلوب توجد هذه الرسالة عند مولانا شیخ الحدیث بمظاهر العلوم فی المکتبة المسماة بکتبخانه یحیویه بسهارنپور وکان حضرته رحمة الله علیه یقول انی منذ کتبت هذه الرسالة لا اجترء علی تکفیر احد ۔

فعلیکم السکوت عما یخدش فی شان احد من الاکابر فان کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه وقد قال علیه السلام فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم الحدیث ۔ ثم ان مسئله

ہے جنہوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ۹۹ باتیں کفر کی اور ایک بات ایمان پر محمول کرنے کی پائی جائے تو تکفیر نہ کی جائے اور کسی شخص کے لئے ایسی جرأت کرنا جائز نہ ہوگا ۔ ان صاحبان کو چاہیئے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ انوار القلوب کا مطالعہ کریں جو سہارنپور کے مکتبہ یحیویہ میں شیخ الحدیث مظاہر العلوم سے مل جائے گا ۔ جس کے اندر حضرت نے تصریح کر دی ہے کہ میں نے اس رسالہ کے بعد کسی پر تکفیر کی ہمت نہیں کی ۔

بہرحال آپ کے لئے ضروری ہے کہ قطعاً خاموشی اختیار کریں ۔ اور ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالیں جس سے اکابر کی شان میں فرق آتا ہو کیونکہ جان مال آبرو غرض مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے واجب الاحترام ہے ۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تمہارے خون (جانیں) تمہارے مال تمہاری آبروئیں آپس میں

مکتوب ۱۴۱

اخوانا المحترم - ان القبض والبسط من خواص البشریة فلا ینبغی التاثر من ذلک وینبغی ان یستغفر الانسان فی حالة القبض ویستکثر من ذلک ویشکر اللہ عزوجل فی حالة البسط ویستکثر من ذلک وقد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ لئن شکرتم لازیدنکم

قبض اور بسط کی حالت کا پیش آنا خواص انسانی میں سے ہے اس سے زیادہ متاثر نہ ہونا چاہئے البتہ قبض کی حالت میں آدمی کو چاہیئے کہ وہ کثرت سے استغفار کرتا رہے۔ اور بسط کی حالت میں حق تعالیٰ کا شکر کثرت سے ادا کرتا رہے کیونکہ خدا کا ارشاد ہے اگر تم شکر کروگے اور احسان مانوگے تو اور زیادہ تم کو دوں گا۔

الانتشار الذی حدث فی دیارکم من الغرائب هدانا اللہ وایاهم لما یحب ویرضاہ

ہاں جو اختلاف اور انتشار آپ کے اطراف میں ہے تعجب خیز ہے۔ اللہ ہم کو، اور اُن کو ہدایت کرے اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق دے۔

قد غفلوا هولاء عما صرح به الاسلاف الکرام من اهل السنة

یقیناً ان حضرات نے اہل سنت والجماعت کے اسلاف کرام کی تصریحات سے بے پروائی برتی

حاشیہ مکتوب ۱۴۱ - اس والانامہ میں قبض وبسط کی اصطلاح بھی آگئی ہے جس کو ہم نے مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۵ کے تحت صاف کردیا ہے ملاحظہ فرمالیا جائے کفر سازی اور تکفیر بازی کا مشغلہ ایک عام وبا ہے جس نے لوگوں کو قریب آنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور تبادلہ خیالات کرنے سے کوسوں دور کردیا۔ اگر ایمانداری کے ساتھ لوگوں کی کتابیں پڑھی جائیں اور حق مدنظر ہو تو اب بھی بہت سی جماعتوں میں جو رسہ کشی جاری ہے کم ہوجائے۔ اس مکتوب گرامی میں وہ تمام بنیادی ہدایات موجود ہیں جو طرفین کے لئے شمع راہ بن سکتی ہیں کیونکہ بقول شاعر

ع اللہ کے رستے سب ہیں کھلے آثار ونشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

(اصلاحی)

والجماعة ان من وجد فی کل
کلامه ما فیه تسع و تسعون محامل
تقتضی التکفیر و محمل واحد
للایمان فلا ینبغی تکفیره و
لا یصح لاحد الجرأة علی ذلك
و یجب علی هؤلاء المتعنتين
ان ینظروا الی رسالة حضرة
الگنگوهی المرحوم المسماة بمکتوب
انوار القلوب توجد هذه الرسالة
عند مولانا شیخ الحدیث بمظاهر
العلوم فی المکتبة المسماة بکتبخانه
یحیویه بسهارنفور وکان حضرته
رحمة الله علیه یقول انی منذ کتبت
هذه الرسالة لا اجترء علی تکفیر
احد .

فعلیکم السکوت عما یخدش
فی شان احد من الاکابر فان
کل المسلم علی المسلم حرام دمه
وماله وعرضه وقد قال علیه السلام
فان دماءکم واموالکم واعراضکم
حرام علیکم الحدیث . ثم ان مسئلة

ہے جنہوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے کلام میں
۹۹ باتیں کفر کی اور ایک بات ایمان
پر محمول کرنے کی پائی جائے تو تکفیر نہ
کی جائے اور کسی شخص کے لئے ایسی جرأت
کرنا جائز نہ ہوگا ۔ ان صاحبان کو
چاہیئے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
کے رسالہ انوار القلوب کا مطالعہ
کریں جو سہارنپور کے مکتبہ یحیویہ
میں شیخ الحدیث مظاہر العلوم سے
مل جائے گا ۔ جس کے اندر حضرت
نے تصریح کر دی ہے کہ میں نے اس رسالہ
کے بعد کسی پر تکفیر کی ہمت نہیں
کی ۔

بہرحال آپ کے لئے ضروری ہے کہ قطعاً خاموشی
اختیار کریں ۔ اور ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالیں
جس سے اکابر کی شان میں فرق آتا ہو کیونکہ
جان مال آبرو غرض مسلمان کی ہر چیز دوسرے
مسلمان کے لئے واجب الاحترام ہے ۔ صحیح حدیث
میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں
کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تمہارے خون
(جانیں) تمہارے مال تمہاری آبروئیں آپس میں

التکفیر خطیرة جدًا یبوءُ باحدهما
اعاذنا الله وایاکم وایاهم عن
مثلها وقد ارسل الله سبحانه سیدنا
محمدا علیه السلام لتالیف
قلوب الناس وهدایتهم الی
الاسلام وجلب الخلائق الی
رحمة الله تعالی وغفرانه لا
لاخراج الناس من النور الی الظلمة
ومن الایمان الی الکفر نعم لابد
من ازالة المنکرات واصلاح العقائد
والاعمال لکن بالحکمة والموعظة
الحسنة وقد قال علیه السلام
لمعاذ بن جبل وابی موسی الاشعری
رضی الله عنهما یسرا ولا
تعسرا وبشرا ولا تنفرا و
تطاوعا ولا تختلفا الحدیث
فایاکم والغلو والافراط و
التفریط هدانا الله جمیعًا لما
یحبه ویرضاه آمین - والسلام
داعیکم حسین احمد غفرله
۲۶ جمادی الثانی سنہ ۶۳ھ

ایک دوسرے پر حرام ہیں - اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو کافر کہنے کا مسئلہ بہت ہی نازک اور خطرناک ہے ان دونوں میں سے کسی ایک پر اس کی زد ضرور پڑا کرتی ہے (یعنی جسکا کافر قرار دیا ہے اگر وہ مستحق کفر نہیں ہے تو اس کا وبال اس کافر کہنے والے پر پڑتا ہے) (اللہ تعالےٰ ہم سب کو محفوظ رکھے) اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی تالیف قلوب - اسلام کی طرف ہدایت کرنے اور اللہ تعالےٰ کی رحمت ومغفرت کی طرف کھینچ کرلانے کے لئے بھیجا تھا - نہ لوگوں کو نور سے نکالکر ظلمت اور تاریکی میں کردینے اور ایمان سے ہٹاکر کفر کی طرف دھکیل دینے کے لئے البتہ منکرات وقبائح کو ختم کرنا اور عقائد واعمال کی اصلاح ضروری ہے مگر یہ اصلاحی کام حکمت اور موعظہ حسنہ (سمجھ بوجھ اور بہترین نصیحت کے ذریعہ ہونا چاہیئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو باہر بھیجتے ہوئے ہدایت فرمائی تھی - آسانی اور نرمی برتنا - دلجوئی کرنا - نفرت نہ پھیلانا - اور تم خود آپس میں اتفاق اور باہمی رضامندی سے کام کرنا اختلاف نہ کرنا (صحاح) پس پوری احتیاط رکھو کہ نہ کسی مسئلہ میں غلو ہو نہ افراط وتفریط اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان کاموں کی ہدایت بخشے جو اس کو محبوب اور پسند ہوں - آمین - والسلام -

آپکا دعاگو حسین احمد غفرلہ - ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۶۳ھ

مکتوب ۴۲

حضرت طالوت کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السّلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ - مزاج مبارک - والانامہ باعث سرفرازی ہوا - میں آپ کی ہمدردانہ محبت کا شکرگذار ہوں بالخصوص اس بنا پر کہ باوجود عدم ملاقات کے اس قدر التفات فرماتے ہیں - میرے پاس بہت سے خطوط مضامین اس کے متعلق استفسار کے آئے مگر میں انتہائی درجہ میں عدیم الفرصت ہوں اور اس قسم کے افتراآت اور سب وشتم کا سیلاب کم و بیش (اس زمانہ سے جبکہ میں نے تحریکات وطنیہ اور ملیہ میں قدم اُٹھایا ہے) برابر جاری ہے - اس لئے ایسی باتوں میں وقت صرف کرنا اضاعت وقت سمجھتا ہوں وَاِذَا خَاطَبَہُمُ الْجٰہِلُوْنَ الخ پر عمل پیرا رہتا ہوں - میں اس وقت بھی چپ تھا مگر آپ کے والانامہ نے مجبور کیا کہ حقیقت واضح کی جائے اس لئے باوجود عدیم الفرصتی مختلف اوقات میں لکھ کر مندرجہ ذیل مضمون پیش کرتا ہوں اور تاخیر کی معافی کا خواستگار ہوں

اصل واقعہ یہ ہے کہ صدر بازار دہلی متصل بنگش زیر صدارت مولانا نور الدین صاحب جلسہ کیا گیا - اس میں اہل محلہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا اور اُس میں میری ملی اور وطنی خدمات کو سراہا گیا - جلسہ وعظ و نصیحت کا نہ تھا اور نہ اسلامی تعلیمات کے بیان کرنے کا اس روز صبح کو جلسہ مذہبی ہو چکا تھا - مولانا نور الدین صاحب نے تین یا چار برس میں ترجمہ قرآن شریف ختم کیا تھا اور اس کی خوشی میں جلسہ ہو چکا تھا اس میں مذہبی تقریر فضائل قرآن اور اُس کی تعلیمات کے متعلق تقریباً دو گھنٹہ ہو چکی تھی - نیز جامع مسجد میں تبلیغ کے متعلق مذہبی وعظ اس سے پہلے اسی دن ہو چکا تھا - شب کے جلسہ کے اعلان میں یہ طبع کیا جا چکا تھا کہ حسین احمد کو ایڈریس پیش کیا جائے گا - ایڈریس کے جلسہ سے لیگیوں اور بالخصوص مولوی مظہر الدین صاحب اور اُن کے ہمنواؤں میں انتہائی غصہ پھیلا ہوا تھا - کوشش کی جا رہی تھی کہ جلسہ کو درہم برہم کیا جائے جس کو احساس کرکے جناب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں یہ کہہ دیا تھا کہ اس جلسہ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق کوئی تقریر نہ ہوگی - اس کے بعد میں ایڈریس کا جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا (صدارتی تقریر کے

بعد ایڈریس پیش کیا گیا تھا) میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانہ میں تو میں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں. دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کئے جاتے ہیں حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں، نصرانی بھی پروٹسٹنٹ بھی کیتھولک بھی یہی حال امریکہ جاپان اور فرانس وغیرہ کا ہے الخ ۔ جو لوگ جلسہ کو درہم برہم کرتے آئے تھے انھوں نے شور مچانا شروع کیا میں اس وقت یہ نہ سمجھ سکا کہ شور کی وجہ کیا ہے. جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور وغوغا چاہتے تھے سوال وجواب دیتے رہے اور "چپ رہو" کے الفاظ سنائی دیئے ۔ اگلے روز الامان وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے مذہب سے نہیں ہوتی ۔ اور اس پر شور وغوغا ہوا اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب وشتم چھاپا گیا ۔ کلام کے ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے میں اس تحریف اور اتہام کو دیکھ کر چپکا ہو گیا اور تقریر کا بڑا حصہ "انصاری" اور "تیج" میں بھی چھپا مگر اس کو کسی نے نہیں لیا "الامان" اور "وحدت" سے "انقلاب" "زمیندار" وغیرہ نے لیا اور اپنے اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی، ۸ یا ۹ جنوری کے انصاری اور تیج" کو ملاحظہ فرمائیے میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ مذہب وملت کا دارومدار وطنیت پر ہے یہ بالکل افترا اور دجل ہے " احسان" مورخہ ۱۳ جنوری کے صفحہ ۳ پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ " قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے اگرچہ یہ بھی غلط ہے مگر یہ بھی ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب وملت کا مدار وطنیت پر ہوتا میں نے نہیں کہا تھا، شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسے افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں، اس قسم کی تحریفیں اور سب وشتم ان کے فرائض منصبیہ میں سے ہیں ہی، مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا اُن کی صف میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے ۔ ان سے میری خط و کتابت نہیں، مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا اُن کی بارگاہ عالی تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔ اگر غیر مناسب نہ ہو تو اُن کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہونچا دیجئے ۔ ے

هنیأ مریئا غیر داء مخامر　　　　اعزة من اعراضنا ما استحلت

افسوس کہ سمجھدار اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال تعجب یہ جانتے ہیں کہ مخالفت کی بنا پر یہ اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں اُن پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا چاہیئے اور سر اقبال جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کار شخص کو یہ خیال نہ آیا نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی، آیۃ (اذا جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا الآیۃ گویا کہ ان کی نظر سے نہیں گذری سر اقبال فرماتے ہیں۔

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

کیا انتہائی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ملت اور قوم کو سر اقبال ایک قرار دیکر ملت کو وطنیت کی بنا پر نہ ہونے کی وجہ سے قومیت کو بھی اس سے منزہ قرار دیتے ہیں۔ یہ بوالعجبی نہیں تو کیا ہے۔ زبان عربی اور مقام محمد عربی (علیہ السلام سے) کون بے خبر ہے؟ ذرا غور فرمائیے میں نے اپنی تقریر میں لفظ قومیت کا کہا ہے۔ ملت کا نہیں کہا ہے۔ دونوں لفظوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ملت کے معنے شریعت اور دین کے ہیں اور قوم کے معنے عورتوں اور مردوں کی جماعت کے ہیں۔

قاموس میں ہے و بالکسر الشریعۃ او الدین یہ ملت کی بحث میں ہے

نیز قاموس میں ہے۔ القوم الجماعۃ من الرجال والنساء معا او الرجال خاصۃ او تدخلہ النساء تبعیۃً (بحث قوم)

مجمع البحار میں ملت کے معنے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں ما شرع اللہ لعبادہ علی سنۃ الانبیاء علیہم السلام ویستعمل فی جملۃ الشرائع لا فی احادھا ثم اتسعت فاستعملت فی الملۃ الباطلۃ فقیل الکفر ملۃٌ واحدۃ) الخ

میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ منطق کون سی ہے۔ لفظ قوم، ملت، دین، تینوں عربی ہیں۔ اُن کے معانی کو لغت عربی سے پوچھئے اور دیکھئے کہ کسی لغت عربی کی معتبر کتاب میں قوم اور علیٰ ہذا القیاس

قوم اور دین کو مرادف اور ہم معنی قرار دیا ہے یا نہیں۔ آیات و روایات کو ٹٹولئے اور سر صاحب کی بوالعجبی کی داد دیجئے۔

اگر میری تقریر کے سیاق وسباق کو بھی حذف کر دیا جائے اور عبارت میں حسب اعلان جریدہ "احسان" "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے" بتائی جائے تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یا دین کی اساس وطن پر ہے۔ پھر سر موصوف کی یہ نسبت "سرود بر سر منبر الخ" افترا محض نہیں ہے تو کیا ہے اور اُن کا ان تینوں کو ایک قرار دینا عجمیت اور زبان عربی سے ناواقفیت نہیں ہے تو کیا ہے؟ یا للعجب و لضیعۃ الادب۔

آپ مجھ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ تو اپنے خیالات سے مجھ کو مطلع کر۔ جواباً عرض ہے کہ قوم کا لفظ ایسی جماعت پر اطلاق کیا جاتا ہے جس میں کوئی وجہ جامعیت کی موجود ہو۔ خواہ وہ مذہبیت ہو یا وطنیت یا نسل یا زبان یا پیشہ یا رنگت یا کوئی صفت مادی یا معنوی وغیرہ وغیرہ۔

کہا جاتا ہے عربی قوم۔ عجمی قوم۔ ایرانی قوم۔ مصری قوم۔ پختون قوم۔ فارسی بولنے والی قوم سیدوں کی قوم، شیخوں کی قوم کنجڑوں کی قوم، موچیوں کی قوم، کالوں کی قوم، گوروں کی قوم صوفیوں کی قوم، دنیا داروں کی قوم وغیرہ وغیرہ۔ یہ محاورات تمام دنیا میں شائع و ذائع ہیں۔ اور زبان عربی بلکہ احادیث و آیات میں بکثرت وجوہ پر اطلاق لفظ قوم کا پایا جاتا ہے۔ انھیں میں ہندوستانی قوم بھی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہندوستانی قوم سے بیرونی ممالک میں تمام باشندگان ہندوستان سمجھے جاتے ہیں خواہ اُردو بولنے والے ہوں یا بنگلہ، خواہ وہ کالے ہوں یا گورے، ہندو ہوں یا مسلمان، پارسی ہوں یا سکھ، انڈین کا لفظ ہر ہندوستانی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ میں ہندوستان سے باہر تقریباً سترہ برس رہا ہوں۔ عرب، شام، فلسطین۔ افریقہ۔ مصر، مالٹا وغیرہ میں رہتا ہوا ہر ملک کے باشندوں سے ملنا جلنا، بیٹھنا اٹھنا ہوا جرمن۔ اسٹرین بلگیرین۔ انگریز۔ فرانسیسی، آسٹریلین، امریکی، روسی، چینی، جاپانی، ترکی، عربی وغیرہ وغیرہ مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ سالہا سال ملنا جلنا نشست و برخاست کی نوبت آئی۔ اگر یہ لوگ عربی یا ترکی یا

فارسی یا اُردو سے واقف ہوتے تھے تو بلا ترجمان ورنہ بذریعہ ترجمان گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ سیاسی مسائل اور مذہبی امور زیر بحث رہتے تھے۔ میں نے بیرونی ممالک کے عام لوگوں کو اسی خیال اور عقیدہ پر پایا کہ وہ ہندوستانی لوگوں کو ایک قوم سمجھتے ہیں اور سب کو باوجود مختلف المذاہب مختلف اللسان والالوان ہونے کے ایک ہی لڑی میں پروتے ہیں۔ لغوی معنیٰ اس سے انکاری نہیں عرف اس کا متقاضی ہے پھر اس کے انکار کے کیا معنیٰ ہیں۔ یہ دعویٰ کہ اسلام کی تعلیم قومیت کی بنیاد جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت یا رنگ کی یکسانی کے بجائے شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے (جیسا کہ مدیر احسان کا دعویٰ ہے) مجھے نہیں معلوم کہ نص قطعی یا ظنی سے ثابت ہے جس کی بنا پر اختلاف اوطان وغیرہ پر اطلاق لفظ قوم ممنوع ہو۔ لوگوں میں مساویانہ برتاؤ اور برادرانہ معاملات دوسری چیز ہیں۔ حالانکہ اُن میں امتیاز عرفاً و شرعاً معتبر ہے اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریہ کا ذکر بھی نہیں تھا۔

میرے محترم اس اجنبی اور خود غرض حکومت اور پردیسی خون چوسنے والی قوم نے جس قعر مذلت اور ہلاکت اور قحط و افلاس کے تیرہ و تاریک گڑھے میں تمام ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً عرصہ دراز سے ڈال رکھا ہے اور جس طرح وہ ہندوستانیوں کو روزافزوں فنا کے گھاٹ اتارتی جارہی ہے وہ اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں ہے۔ نیز اس سے آزاد ہونا اور ملک و ملت کی زندگی اور بہبودی کی فکر اور سعی کرنا ہر حیثیت سے سبھوں کا فریضہ ہونا بھی اظہر من الشمس ہے (ان دونوں چیزوں سے بجز غبی یا مکابر کوئی شخص بھی منکر نہیں ہو سکتا) اگرچہ اس پردیسی خونخوار قوم سے نجات کے اور بھی ذرائع عقلاً ممکن ہیں مگر جس قدر قوی اور موثر ذریعہ تمام ہندوستانیوں کا متفق اور متحد ہو جانا ہے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے آگے اس حکومت کے جملہ اسلحہ اور تمام قوتیں بیکار ہیں اور بغیر نقصان عظیم ہندوستانی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے اور اُس کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق

ملل کے لئے کوئی رشتہ اتحاد بجز متحدہ قومیت کے نہیں جس کی اساس وطنیت ہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی اور دوسری چیز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کانگریس نے ابتدا، ہی سے اس امر کو اپنے اغراض ومقاصد میں داخل کیا ہے ۱۸۸۵ء میں جبکہ کانگریس کا اولین اجلاس ہوا تو سب سے پہلا مقصد مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا گیا۔

"ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متفق اور متحد کر کے ایک قوم بنایا جائے"

یہی متحدہ قومیت انگلستان کے دل میں ہمیشہ سے کھٹکتی رہی ہے اور ہر انگریز اس سے خائف اور اس کے زائل کرنے کے لئے ہر طرح سے ساعی ہے۔ پروفیسر سیلے نے "اکسپنشن آف انگلینڈ" میں اس کے متعلق لکھا ہے۔

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح بھی نہ ہو بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے تو اسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے"

اس بنا پر ہمیشہ سے یہی کوشش مدبران برطانیہ کی جاری ہے کہ یہ جذبہ ہندوستانیوں میں پیدا نہ ہونے دیا جائے اور اگر کبھی اس کی کوئی صورت پیش آ بھی جائے تو اس کو جلد از جلد ہر ممکن صورت سے تفرقہ ڈلوا کر فنا کر دیا جائے۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی انگریزی پالیسی مشہور تر اور مشاہد ہے بالخصوص کانگریس کے پیدا ہونے کے بعد تو اس راہ میں انتہائی جدوجہد جاری ہے۔ مسٹر بیک اور مسٹر ماریسن اور سر اکلانڈ کالون وغیرہ کی انتہائی انفرادی مساعی اور پھر ۱۸۸۸ء کی اجتماعی مساعی اس کی شاہد عدل ہیں جس کے ماتحت اولاً اسی سنہ میں "یونائیٹڈ انڈین پٹریاٹک ایسوسی ایشن" قائم کرائی گئی

ہے جس کا دوسرا نام "انٹی کانگرس" تھا۔ اور پھر ۱۹۰۳ء میں "محمڈن اینگلو اورنٹیل ڈفینس ایسوسی ایشن آف اپرانڈیا" تخلیق کی گئی جس کے مقاصد حسب ذیل قرار دیئے گئے تھے۔

(الف) مسلمانوں کی رائیں انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔

(ب) عام سیاسی شورش کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔

(ج) ان تدابیر میں امداد دینا جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور سلطنت کی حفاظت میں ممد ہوں ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا

مسٹر بیک اور مسٹر کالون وغیرہ کی انفرادی مساعی کا نتیجہ تھا کہ سر سید جیسے تیز اور سخت سیاسی آدمی کے خیالات پر نہایت زہریلا اثر ڈالا گیا (اسباب بغاوت ہند) کے لکھنے والے شخص کے عقائد اور ارادوں کو روزانہ اور پیہم مساعی سے بالکل ہی جامد اور انگریز پرست ڈرپوک بنا دیا گیا۔ انھیں مساعی کی بناء پر ۱۹۰۰ء میں لارڈ میکڈانلڈ نے ناگری اور اردو کا قصہ اٹھایا اور انھیں وجوہ کی بناء پر ۱۹۰۶ء میں متعدد ذمہ داران برطانیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ کی تخلیق شملہ کی چوٹیوں سے ظہور پذیر ہوئی اور آج تک اسی پالیسی پر گامزن ہے اسی بنا پر بار بار امن سبھائیں قائم کرائی گئیں اسی بناء پر شدھی اور سنگھٹن کو میدان میں پیش کیا گیا۔

مسٹر مارلین اور مسٹر بیک وغیرہ کی کارروائیاں اگر دیکھنی ہوں تو انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے پرچے ملاحظہ ہوں مسلمانوں کو خصوصی طور پر کانگریس سے متنفر کرنے اور اس سے دور کرنے کی پالیسی آج سے نہیں بلکہ ۱۸۹۵ء یا اس سے بھی پہلے سے جاری ہے اور کامیاب ہوتی جاتی ہے، آج بھی یہی شراب ارغوانی جو کہ مسلم لیگ کی گھٹی میں ڈالی گئی تھی اس کے ممبروں کو گورے گورے ہاتھوں سے پلائی جارہی ہے اور وفاداران ازلی اپنے خداوندوں کی مختلف پیراؤں میں خدمات جلیلہ انجام دیتے ہوئے لیگ کے پلیٹ فارم پر جمعیتہ علماء اور دیگر سچے مخلصین خدام ملک و ملت سے نفرت دلاتے ہیں طول کے خوف سے میں مفصل کیفیت اس بیان میں نہیں لاتا۔ اگر آئندہ کوئی موقعہ ملا تو عرض کروں گا، مسلمانوں کو

ہمیشہ دھوکہ دیا گیا اور آج بھی نہایت قوت اور چالاکی سے دیا جا رہا ہے، ان کو چاہیے کہ گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کریں اور اپنے تحفظ و زندگی کا سامان کریں۔ اہل مطالعہ سے میری پُر زور درخواست ہے کہ وہ ضرور بالضرور کتاب "مسلمانوں کا روشن مستقبل" جو کہ ابھی ابھی مطبع نظامی میں چھپی ہے منگائیں اور اُس کے آئینے میں انگریزی پالیسی اور مسلم لیگ وغیرہ کی حقیقت اور نام نہاد لیڈروں کی برہنہ تصاویر مشاہدہ کریں۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

مکتوب ۴۳

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

والانامہ مجھ کو کلکتہ میں کل ۲۴ ذی الحجہ کو ملا۔ میں دیوبند سے ۱۱ ذی الحجہ کو ہری پور کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ ادھر سے بمبئی ہوتا ہوا کلکتہ آیا ہوں۔ اس وقت مجھ کو بنگال آسام کے متعدد جلسوں میں شریک ہونا ہے۔ انشاء اللہ ہفتہ عشرہ کے بعد دیوبند پہونچوں گا۔ میں نے جب عریضہ لکھا تھا تو بعض احباب نے اصرار کیا تھا کہ چونکہ جگہ جگہ پروپگنڈہ کیا گیا ہے اور ہر طرف سے خطوط آ رہے ہیں، نیز بذریعہ "مدینہ" وغیرہ مجھ سے استفسار کیا ہے۔ بنا بریں لازم ہے کہ اس خط کی نقل شائع کر دی جائے۔ میں نے ان کے اصرار پر اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ آپ کے پاس عریضہ روانہ کر دینے کے بعد انھوں نے اس کی نقلیں 'مدینہ'، 'الجمعیۃ'، 'انصاری'، 'ہند جدید'، 'ترجمان سرحد'، 'پاسبان'، 'اجمل' وغیرہ کو بھیج دیں وہ شائع ہو گئی ہیں۔ بنا بریں عرض ہے کہ جناب کا اس عریضہ کو سر اقبال صاحب کی خدمت میں بھیجنے کے متعلق استفسار فرمانا اب غیر ضروری ہے اور اس میں کوئی پرائیویٹ مضمون تھا بھی نہیں۔ اگر ان کو ان اخباروں کے مضامین نہ پہنچے ہوں اور غالباً نہ پہنچے ہوں گے۔ کیونکہ بڑے حضرات اُردو کے اخبار اور بالخصوص قومی اخبار ملاحظہ نہیں فرماتے تو ضرور بھیج دیجئے۔ میرے محترم سر موصوف کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلافِ

دیانت ہے اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ یہ اس زمانہ میں جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ تم کو ایسا کرنا چاہئے خبر ہے انشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں کیا نہ امر و انشار کا لفظ ذکر کیا ہے۔ پھر اس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے اور واقعہ اصلی یہ تھا کہ میں تقریر میں ان امور کو گنوا رہا تھا۔ جو کہ ہندوستانیوں کو اور بالخصوص مسلمانوں کو انگریزوں سے ہندوستان سے پہنچے ہیں۔ ان میں پہلی چیز ذکر میں ذلت آئی تھی کہ تمام دنیا میں اس زمانہ میں ہم ذلیل شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ساری دنیا کا خیال ہے کہ ہندوستانی (ہندوستان کے باشندے) ایک قوم ہیں اور وہ سب کے سب غلام ہیں۔ اور غلام ذلیل و خوار ہوتا ہی ہے۔ اس لئے ہم بیرون ممالک میں نہایت ذلیل دیکھے جاتے ہیں۔ وہاں کے لوگ مسلمان، ہندو، سکھ، پارسی، یہودی وغیرہ کا مذہبی یا نسلی یا صنعتی فرق نہیں دیکھتے ہیں اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستانیوں کے متعلق نٹال، ٹرانسوال، کیپ کالونی، مارشیس، زنجبار، نیروبی، کینیا، فجی، آسٹریلیا، کینیڈا۔ امریکہ وغیرہ نہایت شرمناک اور ذلیل ترین قوانین اپنے یہاں بناتے ہیں اور ہندوستانی باشندوں کو شہری حقوق سے محروم کرتے ہیں اور ہم کوئی امداد وہاں کے ہندوستانی باشندوں کی نہیں کر سکتے۔ کیا ایسا وہ جاپان یا چین یا اطالین یا انگلینڈ یا ڈچ وغیرہ آزاد قوموں کے ساتھ کر سکتے ہیں اسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق جو کہ فلسطین یا سیریا یا مصر یا عراق۔ طرابلس یا الجیریا وغیرہ میں موجود ہیں آوازیں اٹھاتے ہیں مگر کوئی یورپین طاقت ہماری آواز کی طرف رخ نہیں کرتی اور نہ متاثر ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ذلت ہے۔ خود برطانیہ کے مقابل ہم اس کے کھلے ہوئے مظالم پر جو کہ ہندوستان اور سرحد وغیرہ میں ہو رہے ہیں پروٹسٹ کرتے ہیں مگر وہ کان بھی نہیں دھرتی ہم بیرون ممالک میں دیگر اقوام کے سامنے اسی غلامی کی وجہ سے ہندوستانی قوم کو ذلیل کرتے ہوئے بارہا مشاہدہ کر چکے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

دوسری چیز میں نے ذکر کی تھی "بزدلی اور جبن" امور جنگ سے ناواقفیت اور اس کو واضح طور پر ثابت کیا تھا - تیسری چیز نفاق - چوتھی چیز فقر وفاقہ - پانچویں چیز جہل - چھٹی چیز کسل اور سستی - ساتویں چیز بدعقلی - آٹھویں بیکاری وغیرہ مسلمانوں کے لئے خصوصی دارالاسلام کا دارالحرب ہوجانا - عالم اسلامی کا اس غلامی کی وجہ سے برباد ہونا مذہبی امور کا غارت ہونا وغیرہ یہاں کوئی مشورہ بجز اس کے ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ اشد ضروری ہے کہ جلد از جلد کوشش کر کے ہندوستان کو آزاد کرائیں اگر اس مشورہ کو خلاف دین وامانت شمار کیا جاتا ہے تو باعلان کہتا ہوں کہ میں اسی کو فرض سمجھتا ہوں -

فذالک ذنب لست منہ اتوب (یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کر سکتا)

دنیا ادہر سے اُدہر ہو جائے اس مشورہ کو دوں گا اور میرا اعتقاد ہے کہ اس میں تقصیر کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے اپنی طاقت کے مطابق اس میں حصہ لینا ضروری ہے -

باقی رہا ملت اسلامی کا بلاانساب بلاالوان بلااوطان بلاصنائع وغیرہ متحد ہونا اور کرنا تو یہ دوسرا امر ہے اس کو بھی ہم جانتے ہیں' ہماری گھٹی میں پڑا ہے اس کی بنا پر ہم مالٹا میں قید رہے - ہم نے کراچی کا جیل کاٹا اور سیکڑوں مصائب اٹھائے اور بچپن سے اس کی تعلیم پائی - قرآن کی آیات احادیث صحیحہ اور روایات آج نہ سطور میں بلکہ صدر میں موجود ہیں - جن کو بارہا منابر پر مجامع میں ہم پڑھتے اور اُس کا وعظ سُناتے ہیں - کوئی تو صرف اُس کا قوال ہی ہوگا - ہم قوال اور فعال دونوں ہیں - قوم کی بے حسی اور کمزوری کی وجہ سے اس حالت میں پڑے ہوئے ہیں پھر کس قدر تعجب خیز امر ہے کہ قوم اور ملت اور دین کو ایک قرار دیا گیا - میں فرق کو نقل کر چکا ہوں - اگر خلاف لغت سر صاحب موصوف کا نظریہ دونوں کے اتحاد وغیرہ کا ہے تو اُن کو اپنے نظریہ کے مخالف کو ایسے ناشائستہ الفاظ کہنے کا کیا حق تھا - بہرحال

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی

جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

میرے محترم! ہم تو ایسی سب و شتم کے عادی ہو گئے ہیں - سنکر کچھ تغیر نہیں ہوتا

رنج کا عادی ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

مسلم لیگ کی شرمناک کارروائیاں مشاہدہ کرنے کے بعد جب سے میں علیحدہ ہوا ہوں ہر قسم کے سب و شتم کا بہ نسبت سابق زیادہ نشانہ بنا ہوا ہوں وہ کون سے الفاظ اور معاملات ہیں جو نہیں کئے گئے۔ سر موصوف صاحب تو جب بھی غیر ہیں۔ یہاں اپنے ہی کیا کمی کر رہے ہیں۔ والسّلام دعوت صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ اس وقت میں نے یہ عریضہ اسٹیمر میں گوالندو اور چاندپور کے درمیان لکھا ہے۔ تاخیر پر مواخذہ نہ فرمائیں۔ اگر مناسب سمجھیں تو میرے عریضہ کی نقل "احسان" کو بھیج دیں شاید وہ شائع کر دے اور جب کہ اُس نے سر موصوف کا مقالہ ابتدا میں شائع کیا ہے تو اس کا فریضہ ہے کہ اس کو بھی شائع کر دے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس عریضہ کو بھی شائع فرما دیں یا سر موصوف کی خدمت میں بھیج دیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ - ۲۵ ذی الحجہ

حاشیہ مکتوب ۴۲ و ۴۳

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ صدر دارالعلوم دیوبند کی ذات گرامی کسی تعریف و تعارف کی محتاج نہیں۔ اتحاد اسلامی کے وہ اولین مبلغ و ناشر ہیں۔ اور حریت وطنیہ کے وہ پرانے جانباز سپاہی بلکہ رہنما ہیں۔ اُن کے صفات حسنہ اپنے تو اپنے اغیار بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ضرورت وقتی کے طور پر لوگوں کی عقیدت کو اُن کے آستان عالی سے برگشتہ کرنے کی خاطر آسمان دہلی و شملہ کے کرو بی بعض اوقات اُن کے خلاف خرافات و ہذیانات اور اباطیل و اکاذیب کی نشر و اشاعت ضروری سمجھتے ہیں۔ پروپیگنڈہ کی اس بارش کے بعد لالہ جی کی گلے تو آسانی سے گذر جاتی ہے مگر شیخ کا اونٹ جو "کیفَ خُلقَت" کی اعجوبہ زا تعبیر ہے جون پھسلنا شروع ہوتا ہے تو شملہ کی بلندیوں سے لے کر شاہجہاں اور عالمگیر کی مساجد کی

سیڑھیوں تک بس پھسلتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک لغزش میں علامہ اقبال مرحوم بھی مبتلا ہو گئے تھے۔ مگر خدا بھلا کرے بھائی طالوت صاحب کا جنھوں نے علامہ اور مولانا سے خط و کتابت فرما کر علامہ کی غلط فہمی کو دور کرا دیا تھا۔ چنانچہ علامہ مرحوم نے "احسان" لاہور میں اپنا ایک بیان بھی شائع کرایا تھا جس میں صاف الفاظ میں اعلان فرمایا تھا کہ مجھے اب مولانا پر کوئی اعتراض نہیں، مگر بدقسمتی سے علامہ مرحوم اس کے کچھ عرصہ بعد انتقال فرما گئے اور اُن کی آخری تصنیف "ارمغان حجاز" کی جمع و ترتیب اور طباعت و کتابت کا کام ان لوگوں کے ہاتھ میں آگیا جن کی نکیل حدی خوانان شملہ کے ہاتھ میں رہتی ہے اور علامہ کا اعتراض واپس لینے کے بعد بھی علامہ کے ان دل آزار اشعار کو "ارمغان حجاز" میں درج کر دیا گیا اور ایک حجازی مہاجری کی نہیں (کیونکہ اس کی ذات تو مدح و قدح کی اس قسم کی آلائشوں سے وراء الوراء ہے) بلکہ حجاز کے جملہ نام لیواؤں کے قلوب کو مجروح کر کے اُن پر نمک پاشی کا فریضہ فرنگی ادا فرمایا گیا اس پر بس نہیں بلکہ بعض تصرابیض کے راز و رموز سے واقف "رازیوں" نے علامہ مرحوم کے وہ بیانات بھی دوبارہ سہ بارہ چھاپ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جن کی حیثیت علامہ کے آخری بیان کے بعد ایک "ناگفتہ بہ" چیز کے برابر ہو جاتی ہے، دیانت و امانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر علامہ کے تبرکات ہی شائع کرنا مطلوب تھے تو علامہ کا آخری بیان بھی ساتھ ہی شائع کر دیا جاتا۔ مگر ان لوگوں کو تو "لا تقربوا الصلوٰۃ" کا مفہوم بطور وسواس القا کرنا تھا "انتم سکاریٰ" بتلانے سے تو تلبیس کی ہانڈی عقل و خرد کے چوراہے پر دھڑام سے گر کر پھوٹ جاتی۔ پھر وہ آخری بیان شائع کرتے تو کیونکر؟ حُسن اتفاق سے بھائی طالوت سے ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا اور علامہ مرحوم کے خطوط اُن کے پاس موجود تھے، خطوط دیکھنے کے بعد معاً خیال ہوا کہ اقانیم ثلاثہ کے پُجاریوں کے پُجاری، ابالیس ارضیہ کی تلبیسات کا اس سے بہتر کوئی جواب نہیں کہ یہ ساری خط و کتابت شائع کر دی جائے۔ چنانچہ طالوت صاحب سے استدعا کی گئی تو اُنھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے وہ خطوط بندہ کے حوالے کر دیئے بلکہ "احسان" کا

وہ پرچہ بھی عنایت فرمادیا جس میں علامہ کا آخری بیان شائع ہوا تھا۔ میں اپنے بھائی "طالوت" کا نہایت ہی شکرگذار ہوں جنھوں نے اس آفتاب علم کے چہرۂ روشن سے غلط فہمیوں کے گرد وغبار چھانٹنے میں نہایت ہی بیش بہا اور گراں قدر مدد فرمائی۔ (نیاز مند ناشر)

طالوت صاحب کا خط
علامہ اقبال کے نام

متاع محترم اسلامیاں۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اگرچہ میرا یہ درجہ نہیں کہ آپ سے شرف مخاطبت حاصل کرسکوں۔ مگر "الضرورات تبیح المحذورات" کی بنا پر باوجود اس علم کے کہ آپ کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔ اُمید کہ آپ اخلاق کریمہ کی بنا پر اپنے اوقات ثمینہ میں سے دو چار منٹ نکال کر میرے عریضہ کو پڑھنے اور اس کے جواب کی زحمت برداشت کریں گے مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق آپ کی نظم عجم ہنوز نداند الخ "احسان" میں چھپی اور اس سے پہلے "احسان" "زمیندار" "انقلاب" میں اُن کے خلاف متواتر پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا رہا۔ میں نے مولانا کو ایک نیاز نامہ میں اس نظم اور اس پروپیگنڈہ کی طرف توجہ دلائی اس کے جواب میں انھوں نے ازراہ شفقت ایک مفصل تحریر بھیجی ہے جس کے اہم اقتباسات ذیل میں درج ہیں۔

میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت، بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیسز اندرون ملک میں آزادی کی ضرورت کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں۔ دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں۔ نصرانی بھی پروٹسٹنٹ بھی کیتھولک بھی یہی حال امریکہ۔ فرانس۔ جاپان وغیرہ کا ہے الخ جو کہ جلسہ درہم برہم کرنے کے لئے آئے تھے اور موقع چاہ رہے تھے، اُنھوں نے شور مچانا

شروع کیا۔ میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا کہ شور کی وجہ کیا ہے۔ جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور و غوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے اور چپ رہو وغیرہ کے الفاظ سنائی دیئے اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا ہے کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے مذہب سے نہیں ہوتی اور اس پر شور و غوغا ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب وشتم چھاپا گیا۔ کلام کے ابتدا و انتہا کو حذف کر دیا گیا تھا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے۔ میں اس تحریف اور اتہام کو دیکھ کر چپکا ہو گیا۔ تقریر کا بڑا حصہ "انصاری" اور "تیج" میں چھپا مگر اس کو کسی نے نہیں لیا "الامان" اور "وحدت" سے "انقلاب" اور "زمیندار" نے لیا اور اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی۔ ۸۔ یا ۹ جنوری کے "انصاری" اور "تیج" کو ملاحظہ فرمایئے۔ میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دار و مدار وطنیت پر ہے یہ بالکل افترا اور دجل ہے" احسان" مورخہ ۱۳ جنوری کے صفحہ ۳ پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ بھی غلط ہے، مگر یہ ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا مدار وطنیت پر ہوتا ہیں۔ نے نہیں کہا تھا۔ شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسا افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں۔ اس قسم کی تحریفیں اور سب وشتم اُن کے فرائض منصبیہ میں سے ہیں ہی۔ مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا ان کی صف میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے۔ اُن سے میری خط وکتابت نہیں، مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا اُن کی عالی بارگاہ تک پہونچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اگر غیر مناسب نہ ہو تو اُن کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے ؎

هنيئاً مريئاً غير داءٍ مخامر　　　اعزة من اعراضنا ما استحلت

افسوس کہ سمجھدار اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال یہ تو جانتے ہیں کہ مخالفت کی بنا پر اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں اُن پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا

چاہیئے اور سر اقبال موصوف جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کار شخص کو یہ خیال نہ آیا نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی آیتہ اذا جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا الآیتہ گویا ان کی نظر سے نہیں گذری - اگر میری تقریر کے سیاق و سباق کو حذف بھی کر دیا جائے اور عبارت میں تحریف کر کے حسب اعلان جریدہ "احسان" قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے" بتائی جائے تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یا دین کی اساس وطن پر ہے - اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریہ کا ذکر بھی نہیں تھا۔

یہ مولانا کی تحریر کے وہ اقتباس ہیں جو میرے نزدیک ضروری تھے کہ آپ کی نظر سے گذر جائیں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا کی پوزیشن صاف ہے آپ کی نظم کا اساس غلط پروپیگنڈا پر ہے ۔ آپ کے نزدیک بھی اگر مولانا بے قصور ہوں تو مہربانی فرما کر اپنی عالی ظرفی کی بنا پر اخبارات میں اُن کی پوزیشن صاف فرمائیے ۔ بصورت دیگر مجھے اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے تاکہ مولانا سے مزید تشفی کر لی جائے ہمارے جیسے نیاز مند جو دونوں حضرات کے عقیدت کیش ہیں دوگونہ رنج و عذاب میں مبتلا ہیں - اُمید کہ باوجود عدیم الفرصتی کے ہمیں اس ورطہ حیرانی سے نکالنے میں آیۂ رحمت ثابت ہونگے ۔ "طالوت"

علامہ اقبال کا خط
جناب طالوت کے نام

۱۶ر فروری ۱۹۳۸ء

جناب من - مولانا حسین احمد صاحب کے معتقدین اور احباب کے بہت سے خطوط میرے پاس آئے ان میں سے بعض میں تو اصل معاملہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے مگر بعض نے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے اور مولوی صاحب کو بھی اس ضمن میں خطوط لکھے ہیں چنانچہ آپکے خط میں مولوی صاحب کے خط کے اقتباسات درج ہیں اس واسطے میں نے آپ ہی کے خط کو جواب

کے لئے انتخاب کیا ہے۔ جواب انشاء اللہ اخبار "احسان" میں شائع ہوگا۔ میں فرداً فرداً علالت کی وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ فقط مخلص

محمد اقبال

علامہ اقبال کا دوسرا خط
حضرت طالوت کے نام

۱۸ ر فروری ۱۹۳۸ء

جناب من - سلام مسنون - میں حسب وعدہ آپ کے خط کا جواب "احسان" میں لکھوانے کو تھا کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی جس کا گوش گذار کر دینا ضروری ہے امید ہے کہ آپ مولوی صاحب کو خط لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر اس بات کو صاف کر دیں گے۔ جو اقتباسات آپ نے ان کے خط سے درج کئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اگر اُن کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امر واقعہ کو بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے۔ البتہ اگر اُن کا یہ مقصد تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریئے کو قبول کر لیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کیونکہ کسی نظریئے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافی۔ اس خیال سے کہ بحث تلخ اور طویل نہ ہونے پائے اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود ان الفاظ سے کیا تھا۔ اُن کا جو جواب آئے وہ آپ مجھے روانہ کر دیجئے۔ مولوی صاحب کو میری طرف سے یقین دلایئے کہ میں اُن کے احترام میں کسی مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔ اگر مذکورہ بالا ارشاد سے ان کا مقصد وہی ہے جو میں نے اوپر لکھا ہے تو میں اُن کے مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کی رو سے اسلام کی روح اور اس کے اساسی اصولوں کے خلاف جانتا ہوں۔ میرے نزدیک ایسا مشورہ مولوی صاحب کے شایان شان نہیں اور مسلمانان ہند کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ اگر مولوی صاحب نے میری تحریروں کو پڑھنے کی کبھی تکلیف گوارا فرمائی ہے تو انہیں معلوم ہوا ہوگا کہ میں نے

اپنی عمر کا نصف اسلامی قومیت اور ملت کے اسلامی نقطۂ نظر کی تشریح و توضیح میں گذارا ہے محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیا کے لئے اور خصوصاً اسلام کے لئے فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایک خطرۂ عظیم محسوس ہوتا تھا کسی سیاسی جماعت کا پروپیگنڈہ کرنا میرا اس سے پہلے مقصد تھا نہ آج مقصود ہے بلکہ وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردہ بناتا ہے میرے نزدیک لعنتی ہے۔

مخلص :۔ محمد اقبال

علامہ اقبال کا تردیدی بیان

جو روزنامہ احسان ۲۸؍ مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا

"میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت قبول کرنے کا مشورہ نہیں دیا" (حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا بیان)

"مجھے اس اعتراف کے بعد اُن پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا" (علامہ اقبال کا مکتوب)

قومیت و وطنیت کے سلسلہ میں ایک علمی بحث کا خوشگوار خاتمہ۔

جناب ایڈیٹر صاحب احسان لاہور۔ السّلام علیکم

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے اُس میں اس امر کی تصریح کر دی تھی کہ اگر مولانا کا یہ ارشاد کہ "زمانہ حال میں اقوام اوطان سے بنتی ہیں" محض برسبیل تذکرہ ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور اگر مولانا نے مسلمانان ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریہ وطنیت کا اختیار کریں تو دینی پہلو سے اس پر مجھ کو اعتراض ہے مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار "انصاری" میں شائع ہوا مندرجہ ذیل الفاظ ہیں۔

"لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے اور اُن کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لئے کوئی رشتۂ اتحاد بجز قومیت اور کوئی رشتہ نہیں جس کی اساس محض یہی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔"

ان الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانان ہند کو مشورہ دیا ہے۔ اسی بنا پر

میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار احسان میں شائع ہوا ہے۔ لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا جس کی ایک نقل انھوں نے مجھ کو بھی ارسال کی ہے اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں۔

میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں اور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلاف دیانت ہے اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کیا جائے اور اُس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یہ اس زمانہ کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہئے۔ خبر ہے انشا نہیں ہے کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں کیا پھر اس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔"

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ اُنھوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اس پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنھوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں خدا تعالےٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے نیز اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں اُن کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں" محمد اقبال

ہم مولانا خدا بخش صاحب ملتان کے شکر گذار ہیں کہ موصوف نے کتابچہ "نظریہ قومیت" حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ و علامہ اقبال مرتبہ جناب طالوت صاحب بغرض اشاعت اور ہماری واقفیت کے لئے بھیجا۔ ہم نے بغور پڑھا اور کئی بار پڑھا اور ڈاکٹر صاحب مرحوم پر اس وجہ سے سب سے زیادہ افسوس ہوا کہ جب موصوف کے دل میں مولانا مدنی مدظلہ کا احترام دوسروں سے کسی طرح کم نہ تھا تو کیا اُس کا یہی اخلاقی جواب تھا کہ محض اخبارات اور

اپنے حاشیہ نشینوں کے کہنے اور رطب و یابس کے شائع کر دینے ہی کو قرآن و حدیث سمجھ کر مولانا ممدوح سے دریافت کئے بغیر ایسے اشعار جو مزامیر ابلیس کے تحت داخل ہیں اپنی زبان فیض ترجمان سے کیونکر نکال دیئے اور پھر باہمی خط و کتابت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے خود کیوں نہ ہدایت کر دی کہ "ارمغان حجاز" سے یہ خرافات علیحدہ کر دی جائیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ایک شاعر اور فلسفی سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اُن کے کلام کو بغور پڑھا ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مرحوم کے جہاں سیکڑوں اور ہزاروں اشعار مفید ہیں وہیں اُن کے کتنے اشعار ایسے ہیں جن سے کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفہ پر اس کی زد پڑتی ہے" اگر زمانہ حال میں اقوام اوطان سے بنتی ہیں" یا "متحدہ قومیت" کا نظریہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اسلام کے مطابق نہ تھا تو اس سے کہیں کھلی ہوئی گمراہی کی تبلیغ موصوف کے اس شعر میں کیا موجود نہیں ہے؟

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

کہ ہزاروں جلوے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

پاکستان میں قانون سازی کا اصول فکر اقبال کی روشنی میں" تو ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان جس اسلام کے نام پر بنا ہے وہ مرحوم ہی کے فلسفہ کا دوسرا نام ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم اکابر اولیاء اسلام کے دوش بدوش بلکہ مع شی زائد رتبہ دیدیا جائے تو پھر بھی کم ہے مگر ہم ہندی طالب علموں کے نزدیک تو ڈاکٹر صاحب کا وہی مقام ہے جو علامہ اقبال احمد صاحب سہیل مرحوم کا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آخر الذکر وکالت کی نذر ہو کر رہ گئے اور اول الذکر پنجاب کی نبوت خیز زمین کی بدولت آج شارح اور مقنن اسلام وغیرہ کے ناموں سے یاد کئے جا رہے ہیں۔ یوپی جو ہندوستان اور پاکستان کا قلب ہے اگر ڈاکٹر صاحب مرحوم اس سرزمین میں پیدا ہوئے ہوتے اور یہیں اُن کا نشوو ارتقاء ہوا ہوتا تو شاید رموز و اسرار شریعت کے ساتھ ان کو اگر فرق مراتب نہ کنی زندیقی کا حکیمانہ مصرع فراموش نہ ہوتا اور نہ وہ آخر میں رجوع فرماتے بلکہ یا تو خاموش رہتے یا براہ راست مولانا

مدنی سے پوچھ کر وہ کرتے جس کے وہ اہل تھے۔ بہر کیف ماسفی لایعود۔ ارمغان حجاز سے جب وہ اشعار نہیں نکالے گئے تو مجبوراً ہم کو بھی یہ حق مدافعت حاصل ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اشعار کے جوابات دیئے گئے تھے اب الگ شائع کردیں۔ یہاں پر صرف علامہ اقبال صاحب سہیل مرحوم اعظم گڈھ کے اُن اشعار کو شائع کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس کے اندر نہ صرف شاعری بلکہ ڈاکٹر صاحب کو تعلیم بھی دیدی گئی ہے اہل دیانت خود ہی انصاف فرمائیں گے۔ مانا کہ ڈاکٹر صاحب بہت بڑے فلسفی کہے جاتے ہیں لیکن جہاں تک شاعری اور وہ بھی اُردو فارسی شاعری کا درجہ ہے سہیل صاحب کا مقام اُن سے بہت زیادہ بلند ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

اقبال با اقبال

معاندے کہ بشیخ الحدیث خردہ گرفت	سبک بچشم فروزیں سباب بے سببی است
بیان او ہمہ تخئیل و بحث در تفسیر	زبان او عجمی و کلام در عربی است
کہ گفت بر سر منبر کہ ملت از وطن است	دروغ گوئی اُبر او وایں چہ بوالعجبی است
درست گفت محدث کہ قوم از وطن است	کہ مستفاد ز فرمودۂ خدا و نبی است
زبان طعن کشودی مگر ندانستی	کہ فرق ملت و قوم از لطائف ادبی است
تفاوتے است فراواں بیان ملت و قوم	یکے ز کیش و دگر کشوریست یا نسبی است
بملت ارچہ براہی است سرور ما	ولے بہ قوم حجازی بنسل مطلبی است
ز قوم خویش شمرد اہل کفر را باحد	رسول پاک کہ نامش محمد عربی است
خدائے گفت بعبرت آں لکل قوم ہاد	مگر بہ نکتہ کجا پے برد کسے کہ غبی است
بقوم خویش خطاب پیمبراں بہ نگر	پُر از حکایت "یٰقوم" مصحف عربی است
بلند تر بود از قوم رتبہ ملت	کہ حبل دین قوی تر ز رشتۂ نسبی است
کسے کہ ملت اسلام نور سینۂ اوست	برو رواست اگر زنگی است در حلبی است
اگر بہ ہموطناں در جہاد استخلاص	مجاہدانہ تعاون ز روئے حق طلبی است

سلوک رفق و مدارا بہ جار و ذی القربیٰ — عمل بہ حکم الٰہی و اتباع نبی است
محبت وطن است از شعایر ایمان — ہمیں حدیث ہمیشہ فدیتہ بابی است
نظر نہ بودن و بادیدہ و درافتادن — دوگونہ شیوہ بوجہلی است بولہبی است
رموز حکمت ایماں ز فلسفی جستن — تلاش لذت عرفاں ز بادہ عنبی است
خموشی از سخن ناسزا گزیدہ تر است — کہ ہرزہ لاف زدن خیرگی و بے ادبی است
بہ دیوبند گزر گر نجات می طلبی — ز دیو نفس سلیح شور و دانش تو ابی است
بگیر راہ حسین احمد از خدا خواہی — کہ نائب است نبی را و ہم ز آل نبی است

مسئلہ قومیت وغیرہ پر جلد اوّل و دوم میں بحث ہو چکی ہے ضرور ملاحظہ ہو۔ اصلاحی

مکتوب ۴۴

جناب مولانا الحاج احمد حسین صاحب لاہرپور ضلع سیتاپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ میں شاہ ولایت احمد صاحب نے جو امور ذکر فرمائے ہیں اُن سے بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی۔ جزاہم اللہ وایاکم احسن الجزاء آمین ہم کو جد امجد شاہ نور الحق صاحب قدس سرہٗ العزیز کے نسب نامہ کی طرف سے بہت زیادہ مایوسی تھی ۵۷ء کے واقعات ہائلہ میں یا اس سے پہلے تمام قدیمی کاغذات ضائع ہو گئے راجہ بھیٹی نے تمام اثاثہ لوٹ لیا اور ضائع کر دیا تھا۔ والد صاحب مرحوم وغیرہ نے شجرۂ نسبیہ بہت تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ مگر جو تصریحات شاہ ولایت احمد صاحب نے تلاش فرما کر ذکر فرمائے ہیں بہت ہی مفید اور کارآمد ہیں اور اس سے بہت سے مخفی امور معلوم ہو گئے ہیں بہت ہی زیادہ شکر گذار ہوں۔ اگر تکلیف فرما کر مندرجہ ذیل عقدوں کو حل فرما دیں تو بہت ہی زیادہ احسان ہو گا۔

(۱) سید شاہ زید بن حضرت شاہ احمد زاہد سے شاہ نور الحق صاحب تک کا سلسلہ نسب کیا ہے؟ موصوف فرماتے ہیں کہ باوجود تلاش کے وہ نہیں ملا۔ چونکہ موصوف کے پاس وہ قدیمی کتابیں ہیں جو کہ ہم کو

حاصل نہیں ہیں اور حضرت موصوف کو اُن پر نظر بھی ہے تو اُمید ہے کچھ مواد حاصل ہو جائیں۔

(۲) وہ فرماتے ہیں "سادات ٹانڈہ وغیرہ حضرت سید احمد توختہ تمثال رسول (علیہ السلام کی اولاد ہیں" دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ حضرت مخدوم سید نور الحق چشتی ٹانڈوی قدس اللہ سرہٗ العزیز حضرت سید احمد توختہ تمثال رسول (علیہ السّلام) کی اولاد سے تھے"۔ عرض یہ ہے کہ یہ تصریح کس کتاب میں ہے اور اس کی عبارت کیا ہے اگر نقل فرمادیں تو بہت بڑا احسان ہوگا۔ چونکہ موصوف نے "نقش حیات" کو پسند فرمایا اور قابل اپنے کتب خانہ کے قرار دیا اس لئے ہر دو جلد ارسال خدمت ہے اُن کی خدمت میں ہدیۃً پیش فرمادیں اور استدعا دعوات صالحہ کر دیں ایسے قدر دان صاحب کمال بزرگوں کا قبول فرمالینا نعمت گرانمایہ ہے۔ حضرت کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں اگر ممکن ہو تو جواب جلد عطا فرمادیں۔

آپ نے مسافت قصر کے متعلق جو فتویٰ پوچھا ہے اور حضرات فرنگی محل کے فتاویٰ کے خلاف نقل فرمائے ہیں اس کو میں نے دارالافتاء میں بھیجدیا ہے انشاء اللہ جواب پہونچ جائے گا۔ ہمارے اکابر کا معمول بہ اڑتالیس میل ہی ہے اور اسی پر فتویٰ دیتے ہیں حضرات فرنگی محل اس میں تشدد فرماتے ہیں۔ مگر کتب فقہ میں حکم میلوں پر نہیں ہے بلکہ تین دن تین رات کی مسافت اوسط ایام سال میں متوسط انسانی رفتار یا اونٹ کی رفتار سے جملہ حوائج انسانیہ اکل وشرب، پیشاب، پاخانہ وغیرہ اور حوائج شرعیہ نماز وغیرہ کو انجام دیتے ہوئے اکثر حصہ یوم ولیلہ میں جو قطع ہو سکے وہ مسافت قصر ہے۔ اسی قاعدہ سے بمشکل ۱۶ میل چل سکتا ہے بلکہ ۱۵ میل بھی چلنا دشوار ہوگا۔ اس لئے بعض حضرات ۱۲ میل روزانہ اور بعض ۱۵ میل روزانہ قرار دیتے ہیں۔ ہمارے اکابر نے ۱۶ میل روزانہ احتیاط کے طور پر قرار دیا ہے اس سے زائد قرار دینا غیر معقول ہے۔ واللہ اعلم

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۸ رجمادی الثانی ۔۔۔ دیوبند

حاشیہ مکتوب ۴۴

مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل اور نقش حیات جلد اوّل میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کا سلسلہ نسب جو درج ہوگیا تھا وہ بہت مختصر تھا بعد کو مولانا شاہ ولایت احمد صاحب مرحوم لاہرپوری نے مزید تحقیق فرماکر حضرت مولانا مدنی مدظلہ کو مطلع فرمایا نقش حیات جلد اوّل طبع دوم میں شاہ صاحب مرحوم کی تحقیق درج ہوچکی ہے مگر مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل طبع دوم میں پھر اندراج نہ ہوسکا۔ اس کی تلافی جلد سوم میں کی جارہی ہے، شاہ صاحب مرحوم نے اس سلسلہ میں مولانا الحاج احمد حسین صاحب لاہرپوری کو جو والا نامہ تحریر فرمایا تھا وہ یہ ہے۔

برادر عزیز از جان من حاجی احمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف۔ بڑی محنت اور تحقیق سے جو حالات شجرۂ نسبی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ العالی دریافت ہوئے وہ پیش ہیں۔ افسوس کہ سیّد شاہ زید بن شاہ احمد زاہد کے نیچے کا سلسلہ نہ دریافت ہوسکا اور یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ سلسلہ طریقت میں حضرت مخدوم سیّد شاہ نور الحق چشتی ٹانڈوی قدس اللہ سرہٗ العزیز اور حضرت شاہ نور الحق بن شاہ نصیر الحق قلندر قدس سرہٗ العزیز کے مرید وخلیفہ تھے نور الحق قلندر سرہرپور ۹۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ مزار سرہرپور میں ہے۔ مگر داؤد شاہ کا سنہ وفات نہیں ملا البتہ اُن کے پیر اور خُسر حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندر کا سنہ وصال ۹۲۹ھ ہے۔ مکرر عرض یہ ہے کہ حضرت مولانا مدنی مدظلہ کے جدِّ اعلیٰ حضرت شاہ داؤد کے اور وہ حضرت شاہ قطب الدین بینا دل کے اور وہ سیّد شاہ نجم الدینؒ کے اور وہ سیّد خضر رومی قلندر کے اور وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی قدس اللہ اسرارہم کے مُرید وخلیفہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں یہ محقق ہے اخبار الاخیار اور اذکار الابرار میں دیکھئے۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ناچیز محمد ولایت احمد غفرلہٗ

نقل تحریر حضرت مولانا شاہ ولایت احمد صاحب زید مجدہم ساکن لاہرپور بوسیلہ مولوی احمد حسین صاحب لاہرپوری زید شانہم۔

عہد سلطان مبارک شاہ جونپوری (یہ دوسرا بادشاہ جونپور کا تھا) ۸۰۳ھ لغایت ۸۰۴ھ

اس کے مختصر عہد میں اکثر سادات مستقر خلافت جون پور میں تشریف لاکر بحصول علوفہ وجاگیر علیٰ قدر مراتب بادشاہ مرحوم سے بفصل ذیل میں سکن گزیں ہوئے۔ مورثان سادات ٹانڈہ ضلع فیض آباد و سادات مسوی وسادات بچھوکرہ وسادات ملوپور پرگنہ کادی پور ضلع سلطان پور وسادات ددنی پور وسادات کمال پور نکنی وسادات منڈیاہو پرگنہ خاص وسادات دیوگاؤں (دیوگام) پرگنہ خاص۔

ذکر سادات ٹانڈہ۔ سادات آں بسیار نجیب اند واکثر در قبائل ایشاں صاحب جاہ وجلال بودہ اند ودر سیادت ایشاں ہیچ شکے نیست وسادات بوی دخرسوان بھی نہایت صحیح النسب تھے۔ وصلت ومصاہرت اُن کی سادات ٹانڈہ سے تھی وغیرہ۔ حضرت سیّد احمد توختہ تمثال رسول صلعم کے اولاد میں ہیں اسی طرح سیّد شاہ زین بن سیّد شاہ احمد زاہد بن سیّد شاہ حمزہ بن سیّد شاہ ابوبکر بن سیّد شاہ عمر بن سید شاہ محمد بن حضرت مخدوم سیّد شاہ احمد توختہ تمثال رسول صلی اللہ علیہ وسلّم بن سیّد علی بن سیّد حسین بن سیّد محمد مدنی المعروف بہ سیّد ناصر ترمذی بن سیّد حسین ابن سید موسیٰ حمصہ بن سیّد علی بن سیّد حسین بن اصغر بن حضرت امام علی زین العابدین علی جدّہ وعلیہم السّلام۔

سیّد علی مدنی عرف سیّد ناصر ترمذ تشریف لائے اور اُن کی اولاد سے حضرت مخدوم سید احمد توختہ تمثال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لاہور تشریف لائے اور سنہ ۶۰۲ھ میں وصال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے ان کی اولاد میں سے سیّد شاہ زید بن سیّد شاہ احمد زاہد مورث سادات ٹانڈہ وغیرہ ہیں اُن کی اولاد میں سے ایک بزرگ سیّد شاہ عبدالوہاب قدس سرہٗ کا مزار بمقام شاہ دھورہ متصل جونپور ہے اُن کی ایک کرامت یہ تھی کہ اُن کے مکان کے سامنے سے جب کسی کافر کا جنازہ نکلتا تھا تو پھر چل نہ سکتا تھا یہ بزرگ چشتی تھے۔

حضرت سیّد احمد توختہ تمثال رسول (صلعم) کے کوئی اوپر کے اجداد سے حضرت سلطان الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز کے خلیفہ تھے اُن کو حضرت نے بشارت دی تھی کہ تمہاری نسل میں بکثرت اولیاء اللہ ہونگے اور ہمیشہ ایک قطب ہوا کرے گا۔

(نوٹ) توختہ لفظ ترکی ہے اس کے معنی بہت دیر تک کھڑا رہنا ہے۔ آپ کے پیر ومرشد نے

آپ کو اندر حجرہ میں بلایا اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے آپ جب حجرہ میں جانے لگے تو حجرہ اندر سے بند پایا۔ آپ اس کی دہلیز پر کھڑے ہو گئے اور رات بھر کھڑے رہے۔ علی الصباح جب شیخ نے حجرہ کھولا تو آپ کو کھڑا دیکھ کر "توختہ" کا لقب عنایت فرمایا اور تمثال رسول کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہمعصر کسی بزرگ نے واقعہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس زمانہ میں حضور کی اولاد میں کوئی حضور کی شبیہہ موجود ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سید احمد توختہ کی زیارت کرو وہ میرا شبیہہ ہے اس کو دیکھا گویا مجھ کو دیکھا اس لئے آپ تمثال رسول سے ملقب ہوئے۔

حضرت مخدوم سید نور الحق چشتی ٹانڈوی قدس اللہ سرہ العزیز حضرت سید احمد توختہ تمثال رسول کی اولاد سے تھے اور وہ سید محمد مدنی المعروف بہ سید شاہ ناصر ترمذی کی اولاد سے تھے اور وہ حضرت سید حسین اصغر بن حضرت امام زین العابدین بن شہید کربلا حضرت امام حسین علی جدہ علیہم السلام کی اولاد سے تھے متفق علیہ نسابین ہے۔ عمدۃ الطالب، منبع الانساب کنز الانساب، ائمۃ الہدیٰ، تاریخ آئینہ اودھ۔ (نقش حیات جلد اول طبع دوم ص۱۴۱)

مسافت قصر صلوٰۃ کے بارے میں فاضل لکھنوی حضرت علامہ فرنگی محلی کا بھی ایک فتویٰ اس جگہ درج کر دیا جاتا ہے تاکہ مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ کے سمجھنے میں آسانی ہو وہ یہ ہے "اس باب میں کوئی حدیث مرفوع صحیح وارد نہیں ہوئی کہ جس سے صراحت تقدیر مدت ثابت ہو اور صحابہ مختلف ہے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے مسافت دو روز میں قصر درست ہے جیسا کہ موطا امام مالک اور سنن بیہقی وغیرہ میں مروی ہے۔ مگر حنیفہ نے تقدیر تین روز کی اس حدیث سے جو کہ سنن وغیرہ میں باسانید صحیحہ مروی ہے "یمسح المقیم ای علی الخفین تمام یوم ولیلۃ والمسافر ثلاثۃ ایام ولیالیہا" کی ہے کیونکہ اس حدیث میں مسح خفین کی اجازت ہر مسافر کو تین روز تک کی دی گئی ہے اور یہ ممکن نہیں بدوں اس کے کہ سفر شرعی اس قدر ہو۔"

(مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم ص۳۱۲)

واضح ہو کہ مسافت قصر صلوٰۃ میں جس طرح فقہاء امصار کا اختلاف ہے اسی طرح مقدار سفر میں بھی اختلاف ہے۔ اختلاف کا سبب نص قرآن اور حدیث صحیح میں مطلق سفر کا موجود ہونا اور صحابہ کرام کا مختلف الرائے ہونا ہے۔ تعیین و تحدید سفر خواہ لمبا ہو یا چھوٹا ہو جس مقدار پہ شرعاً احکام سفر جاری ہوتے ہیں اس میں تقریباً آٹھ قول ہیں۔ بدیں وجہ نصوص ظاہر کی طرف رجوع کرنا ہی اولیٰ ہوگا۔ اس مسئلہ خاص میں مسلم اور ابوداؤد کی یہ روایت سب سے صحیح مانی گئی ہے۔

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ قصر الصلوٰۃ"

نہایہ میں ہے فرسخ۔ "ثلاثۃ امیال والمیل اربعۃ الاف ذراع"

امام لغت جوہری کا رجحان میل کی تعیین اور تعریف میں یہ ہے کہ ارض منتہائے بصر کا نام میل ہے۔ بعض یہ تعریف کرتے ہیں کہ اگر ارض مستویہ سے آدمی نظر کرے اور مرد و عورت کی تمیز نہ ہو سکے کہ آرہا ہے یا جارہا ہے یہ میل ہوگا۔ بعض نے جیسے ازہری وغیرہ تین ہزار ذراع کہا ہے اور بعض نے ۱۲ ہزار قدم انسانی کو مانا ہے۔ بعض نے اس سے کم و بیش میل کو تعبیر کیا ہے۔ پس جن حضرات نے صفت تفیبہ سفر کو مدنظر رکھا جیسے علماء حنفیہ میں حضرات دیوبند انھوں نے کوس کا اعتبار نہیں کیا بلکہ تین منزلوں کا اعتبار کیا جو خشکی میں تقریباً ۴۸ میل ہوتے ہیں۔ چونکہ میل کی تعیین میں علماء فرنگی محل نے میل کو چھ ہزار فٹ مان کر مسافر کے لئے دقت اور زحمت بڑھادی ہے ان کو چاہیئے کہ وہ اسی پر عمل کریں اور فتویٰ دیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ ۴۸ میل کے قائلین کو غلطی پر سمجھیں۔ کیونکہ چار برد سے کم میں قصر نہیں ہے اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ سے ریم جاتے وقت قصر کیا ہے۔

برد برید کی جمع ہے ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کے تو چار برید کے ۴۸ میل ہو جاتے ہیں جو ہندوستان کی دو منزلیں ہوئیں۔ جب سارا جھگڑا میل اور فرسخ کی تقدیر میں موجود ہے تو خواہ وہ علماء دیوبند ہوں یا دیگر حنفی علماء یقیناً انگریزی میل سے حساب کرنے میں اختلاف کم و بیش ہو جائیگا جبکہ ہوا ایک فرسخ جس کے تین میل ہوتے ہیں اور جو تقریباً آٹھ کیلومیٹر ہوتا ہے تو پھر ۴۸ میل سے کم ہی قصر ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

اصلاحی

مکتوب ۴۵

ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ عزت افزائی کا شکر گذار ہوں آنجناب فرماتے ہیں (نوٹ) "آج معتبر شخص کی زبانی سُنا گیا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کا گرامی نامہ مدرسۃ الاصلاح پر آیا ہے بتمام پیچ بتا کر ہدایت کی گئی ہے کہ مولوی عبدالغنی صاحب سے مناظرہ کرو"

مولانا "کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع" اس معتبر شخص کو ظاہر فرما دیجئے کہ کہیں حضرت ابلیس نہ ہوں۔ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ ذرا جاکر خود اس مکتوب کو دیکھ لیجئے اس کے بعد عتاب فرمایئے البتہ میں نے عریضہ میں صبر کی تلقین، احتیاط و مواضع تہمت سے اجتناب اور اتباع سنت کی تاکید ضروری تھی اگر اس کا نام پیچ ہے تو میں ضرور اس کی تلقین کروں گا اور اگر اس کے علاوہ کسی اور بات کا نام پیچ ہے تو میں اس سے بری ہوں اللہ تعالےٰ کذابوں کو ہدایت فرمائے۔

مولانائے محترم آپ نے جو کچھ قصص ماضیہ کو اپنے مکتوب شریف میں تحریر فرمایا ہے مجھ کو اس میں گفتگو نہیں ہے میرا اتمام روئے سخن تکفیر کی جانب ہے جس میں آپ کی جماعت مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا کان کاٹتی ہے خدارا سوچئے سمجھئے اور دیکھئے کہ تکفیر جیسی وادی پرُخار میں آپ حضرات کی جرأتیں کس قدر خطرناک اور دنیا و آخرت میں کس قدر رسوا کرنے والی ہیں اول تو بحث اس میں بہت شد و مد کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ آیا الکلام وغیرہ کے مضامین مولوی شبلی و مولوی حمید الدین صاحبان کی تکفیر کے لئے کافی ہو سکتے ہیں کہ نہیں۔ سیاق و سباق سے وہی مقصد نکلتا ہے جسکو آپ حضرات اپنے رسالوں واشتہارات اور تقریروں میں دکھا رہے ہیں یا نہیں اگر بالفرض ایسا ہی

تو کیا ان دونوں بزرگوں کے خیالات ہیں یا مسلمانوں میں سے ایسے فرق اور اشخاص بھی گئے ہیں جنکو "لا نکفر احداً من اھل القبلۃ" سے اسلاف کرام نے یاد فرمایا ہے اور اگر بالفرض یہ سب بھی ہے تو جماعت موجودہ علانیہ طور پر ایسے تمام امور سے تبری کا اعلان تحریراً، تقریراً کر رہی ہے تو پھر اُن کی تکفیر کے کیا معنی؟ کل خدا کے سامنے آپکو محکو اور مولوی عبد الغنی صاحب و مولوی فاروق صاحب کو جانا ہے۔ میں نے یہ فیصلہ بغیر ان کی تبری تحریری و تقریری کے نہیں لکھا۔ اگر میں ان امور میں ان کا موافق ہوتا یا اُن کو معصوم سمجھتا تو تحریر لینے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اُن کی تحریر اُن کے قلم سے موجود ہے۔ میرے نزدیک اس کے بعد تکفیر کرنا بلاشک و شبہ اپنے اوپر وبال تکفیر لینا ہے اور آپ لوگوں کا یہ فرمانا کہ اصلاحیوں کے ظاہری جواب اور لفاظی پر نہ جائیے ایسا ہی ہے جیسے کہ رضائی ہمارے ان جوابات کے متعلق کہا کرتے ہیں جو کہ حفظ الایمان و براہین قاطعہ اور تحذیر الناس کی عبارات کے متعلق ہم پیش کرتے ہیں۔ میرے محترم نصوص فقہیہ کو ملاحظہ کیجئے اور ظاہری جوابات و لفاظی کا اعتبار اُن کے نصوص ہی سے ابحاث ارتداد و تکفیر میں دیکھئے۔ یہ وادی نہایت ہی پُرخطر ہے اور صرف لفاظی کا اعتبار بھی بڑے پیمانہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ھلا شققت قلبہ الحدیث و اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ کو پیش نظر رکھئے۔ اس لفاظی کو معمولی نہ سمجھئے۔ صحابہ کرام کا تحت السیف اقوام عالم کے ایمان کو قبول کر لینا کیا لفاظی کا اعتبار نہیں پیدا کرتا۔ آپ جن امور اعتزالیہ وغیرہ کو اپنے مکتوب شریف میں ذکر فرما رہے ہیں وہ مکفرات میں نہیں بلاغت قرآن مسلم و لازم التسلیم ہے مگر ایسی قطعی نہیں کہ اس کا منکر کافر قرار دیا جائے۔ ہاں اعجاز قرآن قطعی ہے مگر اس کا بلیغ ہونا اس کو لازم نہیں ہے ممکن ہے کہ اعجاز کسی دوسری ایک یا متعدد وجوہ پر مبنی ہو۔ اسلاف میں سے بہتوں کا یہ مذہب بھی ہے اگر بالفرض کوئی منکر بلاغت ہو بھی تو اُس کو کافر کہنا کس طرح درست ہوگا۔ پھر کسی عبارت کو غیر انسب کہنا بلاغت کا انکار نہیں غایۃ ما فی الباب ابلغیت کا انکار ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ معترضین نے سیاق و سباق سے قطع نظر کر رکھا ہے۔ مفسرین و ارباب معانی وجوہ بلاغت میں امور خارجیہ کی نظر کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

باوقات مقتضی حال بحسب الذات اور ہوتا ہے اور بالنظر الی امور خارجیۃ اور ہوتا ہے اس لئے ایک عبارت بالنظر الی الذات غیر بلیغ یا غیر ابلغ ہوگی مگر بالنظر الی امور خارجیۃ وہ انتہائی درجہ بلاغت پر پہونچ جائے گی۔ اسلوب حکیم التفات وغیرہ وجوہ معانی وغیرہ پر نظر ڈالئے غیر انسب کسی لفظ کو کہنا اور پھر اس کو جیسی بندش کی وجہ سے ترجیح دینا اس بات کو بتلاتا ہے کہ اس میں حسن لغیرہ ایسا پیدا ہوگیا کہ ذات غیر احسنیت کو نہ صرف زائل کر رہا ہے بلکہ احسنیت ذاتی پر راجح ہوگیا ہے۔ میرے محترم! مجاز عقلی، کنایات، استعارات، ایجاز، اطناب وغیرہ میں ایسی بے حد باتیں مذکور ہیں ذرا کتب بلاغت معانی و بیان ملاحظہ فرمائیے۔ اسامی سور و تعیین رکوع کا قطعی ہونا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا کون سے یقینی ذریعہ سے ثابت ہے، اور ان پر گفتگو کرنا موجب کفر کس نے قرار دیا ہے۔ مجھے تعجب ہے آپ والا نامہ میں میرے متعلق اس قدر حسن ظن کا اظہار فرما رہے ہیں اور آپ حضرات نے ابھی ابھی جلسہ بیت العلوم میں مجھ کو قطعی کافر جہنمی قرار دیا ہے خوشی خوشی میری تکفیر کی اشاعت فرمائی ہیں تو اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھ کو سنت رشیدی و قاسمی و محمودی و خلیلی و اشرفی نصیب ہو رہی ہے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے میری نسبت یہ الفاظ مدحیہ سے تخاطب و کلام میری سمجھ سے باہر ہے۔

جناب مولانا عبد المجید بچھرایونی، جناب مولانا ظفر احمد صاحب، جناب مولانا مبارک حسن صاحب جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا مظہر الدین صاحب کی تقریروں کے نوٹ شائع ہو چکے ہیں بہتر ہے اس مقام میں غلو فرمائیے اور تکفیر کی گھوڑ دوڑ میں سبقت لیجائیے۔

"این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" مگر یاد رکھئے یہ طریقہ اصلاح امت کا نہیں ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

حاشیہ مکتوب ۴۵

مولانا الفضل اولینا حضرت مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم وافضالہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عریضہ ہذا کے ساتھ ایک خط حضرت مولانا سید حسین احمد کے نام

مسلک ہے سُنا گیا ہے کہ مولانا موصوف کو اپنے کار منصبی سے اتنی فرصت نہیں کہ معمولی لوگوں کے خطوط پڑھ سکیں بسا اوقات بلا دیکھے رکھ دیتے ہیں اور کمترین کا خط اعتقادی اور اختلافی لحاظ سے بہت اہم ہے اس لئے حضور والا کے توسط سے حضرت مولانا تک پہونچانے کا خیال پیدا ہوا جناب والا خود یا جس سے چاہیں وہ خط پڑھوانے کے بعد ملاحظہ کے لئے دیں اور جواب دلانے کے لئے بلیغ کوشش فرمائیں اللہ اجر عطا فرمائے گا۔ فقط

آپ کا خادم۔ محمود الحسن راجہ پور سکرور اعظم گڈھ ۴ مئی ۱۹۳۶ء

(نوٹ) آج معتبر شخص کی زبانی سُنا گیا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کا گرامی نامہ مدرسۃ الاصلاح پر آیا ہے تمام ہسٹری بتا کر ہدایت کی گئی ہے کہ مولوی عبد الغنی سے مناظرہ کرو۔ واللہ اعلم

حنفی خیال سے معتزلی خیال کا تصادم

راس العلماء ورئیس الفقہا حضرت سید حسین احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض آنکہ آج کل ہمارے اطراف میں مدرسۃ الاصلاح کے اعتقادی جھگڑوں کا بہت چرچا ہے کوئی گاؤں کوئی قریہ فرقہ بندی سے خالی نہیں اس فساد کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے مدرسۃ الاصلاح کی ہسٹری سے واقفیت لازم ہے۔ مولوی محمد شفیع صاحب ایک پرانے خیال کے بزرگ ہیں انھوں نے اس اطراف کے مسلمانوں کی متفقہ رائے سے انجمن اصلاح المسلمین کی بنیاد ڈالی اس کمیٹی کے زیر اہتمام اس نام کا ایک مدرسہ بھی اجرا ہوا جس کا افتتاح حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی نے فرمایا حسن اتفاق سے مولوی فضل الحسن صاحب میرٹھی تشریف لائے انھوں نے اپنی خدمات پیش کیں اُن کی پر اخلاص اپیل پر قوم نے پوری توجہ کی۔ موجودہ بنگلہ مکان دار الاقامہ آنا فانا تیار ہو گیا مسجد کی بھی بنیاد پڑ گئی اب مسجد کی صورت بدل کر کچھ اور ہی ہو گئی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی صاحب اسی برادری کے تھے ندوہ لکھنؤ سے الگ ہونے کے بعد وہ ایک سالانہ جلسہ میں شریک ہوئے کمترین بھی شریک جلسہ تھا۔ علامہ موصوف نے فرمایا کہ ندوہ میں بہت سے موانعات حائل تھے لیکن قومی اصلاح اور بہبود کے کام کرنے کے واسطے یہ ضلع نہایت ہی موزوں

ہے کسی فرصت کے وقت میں عملی خاکہ بنا کر دوں گا اس اطراف میں آزاد خیال وکلاء اور مختاروں
کے علاوہ کم لوگ تعلیم یافتہ تھے ان کے لئے علامہ کا شریک کار ہونا نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا ونوبت
بایں جا رسید کہ چند ہی دنوں کے بعد حسب خواہش ایک نئی عاملہ کمیٹی ترتیب دیدی گئی۔ مولوی محمد شفیع صاحب
کو ناظم سے نائب ناظم بنا کر تنخواہ کے نیچے ان کی شخصیت کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا گیا اور نظامت
کے عہدہ پر علامہ حمید الدین فراہی فائز المرام کئے گئے تاکہ علامہ شبلی کے خاکہ کی تکمیل کریں علامہ
حمید الدین اشاعرہ مفسرین کی تحقیق کو غلط اور اپنی تحقیق کو حق بجانب سمجھتے تھے اُن کے شاگرد اس
نئی تحقیق وخیال کی وجہ سے ان کو امام کہتے ہیں علامہ حمید الدین نے کرسی نظامت پر متمکن ہو کر
یہ کیا کہ اصلاح المسلمین سے المسلمین کے لفظ کو نکال کر صرف مدرسۃ الاصلاح قائم رکھا۔ اور
دیوبندی خیال کے مولوی سے رفتہ رفتہ حکمت عملی کے ساتھ مدرسہ کو صاف کیا اور اُن کی جگہ پر
ندوی مولوی اور پھر اپنے شاگردوں کو بھر دیا۔ مولوی فیض الحسن نے رنگ بدلا ہوا دیکھ کر اپنا
راستہ لیا ایسے وقت مولوی عبد الغنی صاحب مدرسۃ الاصلاح میں بلا معاوضہ کام کرتے تھے
مخالفت کے خوف سے ان کو نکال نہ سکے مگر اعتقادی مسائل میں ان سے ان بن ہو گئی مولوی
عبد الغنی صاحب نے موقع کی نزاکت پر غور نہ فرما کر خود مدرسہ سے الگ ہو گئے کیونکہ جدائی کے بعد
قوم نے اُن کی چیخ و پکار کو دشمنی پر محمول کر کے بہت کم التفات کیا۔ مجبوراً انھوں نے پھول پور
اور بعد میں سرائے میر میں دیوبندی خیالات اور پرانے معتقدات کی حفاظت کے لئے مدرسے
قائم کئے۔ غرض اس طرح دار العلوم دیوبند کا اثر مدرسہ سے زائل اور ندوی تخیل کا تسلط ہوا
علامہ حمید الدین میدان کو صاف کر کے مدرسہ کو اپنے ڈھب پر لے گئے لیکن اب بھی حاجی شیخ محمد صاحب
رئیس کی سرکردگی میں عام لوگوں کے اعتراضات کا خوف باقی تھا کیونکہ اس جگہ کے عام مسلمان حضرت
خواجہ احمد صاحبؒ مولانا سخاوت علی جونپوریؒ اور مولانا سید محمد امین صاحبؒ نصیر آبادی اور علماء
دیوبند کے معتقد تھے اس لئے ناظم صاحب نے اپنے اختیارات تمیزی سے کام لے کر بیس سال سے سالانہ
جلسہ ہی نہیں کیا۔ ڈپلومیسی چال سے خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے طلبہ پر اپنا رنگ چڑھانے

کے لئے یہ طریقہ نکالا کہ روزانہ دو گھنٹہ اپنی تفسیر القرآن اور اس کی نشر و اشاعت کی ترکیب تخلیہ میں معلموں کو پڑھانے لگے جس کا اثر طلبہ کے طرز عمل سے نمایاں ہے۔ اس سال شیخ محمد صاحب کا انتقال ہوگیا اور نئے ناظم صاحب کو جلسے کی سوجھی اور کارکنان مدرسہ نے صرف اپنی رائے سے مدرسہ کی عمارت میں شخصی دائرہ حمیدیہ کا قائم کرکے رسالہ الاصلاح کا اجرار کیا اس کے نمبر ۲ میں علامہ حمید الدین کا مضمون موسومہ بخیالات اشنار ترجمۃ القرآن شائع ہوا جس میں بعض باتیں قابل گرفت تھیں جس سے اختلافات کی دبی چنگاری سے شعلے بھڑک اُٹھے اسی اثناء میں یہ اعلان ہوا کہ ۲ مئی ۳۶ء کو مدرسۃ الاصلاح میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا وعظ ہوگا۔ اب قوی امید ہوگئی تھی کہ مدرسے کے اعتقادات کا چہرہ بے نقاب ہو جائے گا مگر چند غیر ذمہ دار اشخاص نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان کردیا کہ مدرسۃ الاصلاح کے عقائد خراب ہیں اس لئے اس کے جلسۂ وعظ میں جو شریک ہوگا وہ کافر اور اس کی عورت مطلقہ ہو جائے گی اس اشتہار نے یہ اثر کیا کہ بھڑکتے ہوئے شعلے مدھم پڑ گئے مولوی عبد الغنی کو مشتہر مان کر کچھ لوگ اُن سے برافروختہ ہوگئے کہ ہندوستان کے برگزیدہ عالم کے جلسۂ وعظ کی رکاوٹ کے لئے ایسا اشتہار کیوں دیا حضرت والا بھی ہندوستانی انسان ہیں اغلب ہے کہ حضور کے دل پر بھی اس کا اثر بد پڑا ہوگا، جس کی وجہ سے معتزلی خیالات جو عام اہلسنت والجماعت کے اعتقادات کو گھن کی طرح خراب اور برباد کر رہا ہے اس کی طرف توجہ نہ مبذول ہوئی ہو اور مولوی فاروق صاحب کے معروضات کی بناء پر عام سوالات قائم فرما کے مدرسۃ الاصلاح کے موافق فتویٰ موسومہ قول فیصل دیدیا گیا ہو، دارالعلوم دیوبند کی تاریخ میں یہ پہلا اختلاف ہے کہ اس کے نصب العین سے ہٹ کر یہاں کے علماء دو مختلف طریقے کے فتوؤں پر دستخط ثبت فرمائے، کمترین بھی حضرت کے وعظ میں شریک تھا اقبال احمد وکیل کے قصیدہ کے بعد جس انداز سے حضور نے نفرت کا اظہار فرمایا تھا اس سے ظاہر تھا کہ تبحر علمی کے علاوہ حضور کے سینے میں جو دل ہے وہ اتباع سنّت کی روشنی سے منور ہے اس لئے ادب کے ساتھ یہ گذارش ہے کہ الاصلاح نمبر ۲ میں علامہ فراہی امام مدرسۃ الاصلاح کے مضمون خیالات اشنار

ترجمۃ القرآن میں ہے کہ قرآن پاک میں محض قافیہ کی بندش کے لئے غیر انسب لفظ لائے گئے ہیں اور گلستاں و بوستاں کے ناموں کی طرح سورتوں کے نام عرب کے مذاق کے مطابق رکھدیئے گئے ہیں آیات مناسب جگہ پر نہیں ہیں مثال دیکر فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ فقرہ ختم ہونا چاہیئے۔ ہم جیسے جاہل کے دل میں کلام پاک کی عظمت ہے ان خیالات کو پڑھ کر میرا دل کانپ گیا کیا اُن کے دل میں قرآن پاک کی وہی عظمت نہیں جو معمولی عربی کتاب کی ہوتی ہے ورنہ تنقیدی نشتر کلام پاک پر کیوں چلتا۔ کیا اصول زبان مکمل ہیں کیا فصحائے زبان کے کلام سے نئے اصول نہیں بنتے کیا انسانوں کے بنائے ہوئے اصول کے اعتبار سے خالق کل کے کلام کی ترتیب کو غیر انسب کہنا ایک مسلمان کو زیبا ہے اے ہمارے دینی رہنما، اے سنت نبوی کے حامل اے پشت پناہ اسلام اے گنبد خضرا کے قرب نشین اگر ان خیالات سے خدا کے قادر الکلام اور اُس کے علم کی اہانت کلام پاک کی بے عزتی نہیں ہے اور اسلامی معتقدات میں تزلزل نہیں پیدا ہوتا تو ہمیں آگاہ فرمایئے تو ہم اپنی غلطی سے باز آئیں اور علامہ فراہی کے اعتقاد کے مطیع ہو جائیں اگر یہ خیالات خدا کے علم و قدرت کلام و رسول کی تصدیق و کلام پاک کی بے عزتی کے منافی ہیں تو خدارا اُٹھئے اور اصلاحیوں کے جوابات اور نفاق پر نہ جایئے اور ایک محترم دیوبندی کے بنیادی پتھر کی لاج رکھ لیجئے اور اس جگہ کے خالص حنفی اعتقادات کے جہاز کو ڈوبنے سے بچایئے ورنہ سب لوگ حشر کے دن اللہ کے جلال و جبروت کے سامنے کانپ رہے ہونگے ہمارے بجائے آپ ہی اُس کے جواب دہ ہونگے کیونکہ موجودہ اختلافات کی رو سے اصلاح والوں کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو حضور کے فتوی نے سنبھالا ہے اور اب اسی کے سہارے پر یہ لوگ اپنے خیالات پھیلا رہے ہیں۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۳۶ء جواب طلب ضروری

مکتوب ۴۶

جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب اعظم گڑھی خلیفہ حضرت تھانوی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔ والانامہ باعث

سرفرازی ہوا یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں ۔ اگرچہ ضعیف العمری، بیماری، ناتوانی اور عدیم الفرصتی وغیرہ ایسے موانع ہیں جن کے ہوتے ہوئے سفر کا ارادہ بلکہ خیال بھی غیر صحیح ہے مگر موقع کی اہمیت امتثال امر پر مجبور کرتی ہے بنا بریں ان شاء اللہ العزیز ۴ر مارچ کو حاضر ہونگا ۔ اللہ تعالیٰ موانع سے محفوظ رکھے مگر مستدعی ہوں کہ صدارت سے معاف کر دیا جاؤں ۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دیوبند ۲۶ر جمادی الاول ۷۳ھ

مکتوب ۴۷

جناب مولانا مسعود علی صاحب ندوی مجاز صحبت حضرت تھانوی کے نام

یا من اشارته حکم وطاعته غنم زید مجدکم

بعد التحیۃ اللائقۃ بالمقام قد اطلعت علی النمیقۃ فاردت الامتثال علی

حاشیہ مکتوب ۴۶ ۔ قصبہ سرائے میر ضلع اعظم گڈھ میں قدیم مدرسہ مدرسۃ الاصلاح ہے اس مدرسہ میں کچھ دنوں سے مودودیت نے اپنا ڈیرہ ڈال رکھا ہے حضرت امام العصر نے اس جماعت کو مدرسہ مذکورہ کے اندر رہنا مصلحتاً اور دیانۃً خلاف سمجھ کر مدرسہ کے ذمہ داران کو آگاہ کیا چنانچہ جلد دوم میں علامہ اقبال احمد صاحب سہیل کے نام جو خط تحریر فرمایا ہے ملاحظہ فرمایا جائے مگر مدرسہ کے ذمہ داروں نے کوئی توجہ نہیں کی سرائے میر ہی کے اندر ایک اور مدرسہ بھی ہے جسکو بیت العلوم کہتے ہیں اس کے ناظم مولانا عبد الغنی صاحب ہیں ۔ آپ نے حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کو عریضہ لکھ کر دعوت دی کی ۔ اس والا نامہ میں اسی کی جانب اشارہ ہے باقی تفصیلات کے لئے اصلی قول فیصل ملاحظہ فرمایا جائے جو چھپکر شائع ہو چکا ہے کچھ تفصیلات اسی جلد میں بعض حضرات کے خطوط کے تحت آئیں گی جو ۱۹۳۶ء ۱۴ر جنوری کا جواب ضرور دیکھ لیا جائے ۔ ہمارے حضرت مولانا مدنی قدس اللہ سرہ العزیز پر الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا ایسا پختہ اور گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا جو بہت سے نفس پرستوں کو آخر تک سمجھ میں نہ آ سکا انھوں نے اپنے ہی ظرف سے اندازہ کیا حالانکہ ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حاشیہ مکتوب ۴۷ ۔ یہ والا نامہ بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے جو اس سے پہلے درج ہے ۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

رغم الضعف والامراض عسی اللہ ان یبیض وجھی بالمثول بین ایدیکم ویحفظنی عن العوائق والسلام۔

الداعی لکم بالفوز والنجاح احقر الخدمۃ حسین احمد غفرلہ

من دار العلوم الدیوبندیہ فی ۲۶ من الجماد الاول ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۴۸

جناب منشی معراج الدین صاحب پھلتی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ماہ شعبان کے ابتدا یا ماہ رجب کے اخیر میں عزیزم مولوی برہان الدین سلمہٗ کا خط آیا تھا اور انھوں نے اپنی یہ حالت دیوبند کی واپسی کے بعد لکھی تھی۔ وہ غالباً جمادی الثانی یا رجب کے ابتدا میں آئے تھے اس کے ساتھ چند رویا بھی لکھی تھیں۔ میں نہایت عدیم الفرصت تھا ہم نے قاری اصغر علی صاحب کو کہہ دیا تھا کہ وہ لکھدیں کہ یہ حالت مبارک ہے تم کو خوش ہونا چاہیے انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے حضرت شاہ اہل اللہ صاحبؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے اپنی حالت کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہمارے حسین احمد کو لکھو۔ بہرحال میں نے مبارکبادی دیدی تھی جس سے چاہیئے تھا کہ آپ حضرات کو اطمینان ہوجاتا مگر تعجب ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ مولوی برہان الدین جب آئے تھے اُن پر کوئی بیماری کا اثر نہ تھا نہ انھوں نے کوئی شکایت کی تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ راقم الحروف نے اس کو محض ادبی نقطۂ نظر سے یہاں درج کردیا ہے عربیت سے ذوق رکھنے والے حضرات جملہ "یامن اشارتہ حکم وطاعتہ غنم" کے اسلوب خاص سے ضرور محظوظ ہونگے یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی اخلاق اور کمال تھا کہ مخاطب کو اتنا اونچا اور بلند کردیتے تھے جو بیان سے باہر ہے مولانا مسعود علی صاحب ذخیراس کے جائز مستحق تھے ہم جیسوں کو حضرت مدنیؒ نے اس طرح پر یاد فرمایا ہے کہ شرم سے گردن اوپر نہیں اٹھ سکتی۔ بقول شاعر ع جا دادیکھو رسول اللہ سے ملتی ہوئی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ (جن کا طریقہ ہی ہمارے حضرات مشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، حضرت شیخ الہند قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ اور اصلی سلوک ہے) اُن کی خاص نسبت گریہ و بکا، تڑپ و بیقراری، عشق و ولولہ ہے جب اس نسبت کا کسی پر ظہور ہوتا ہے تو بے اختیار گریہ کا غلبہ ہوتا ہے اور جس قدر بھی زیادہ ہوتا ہے وہی مفید سمجھا جاتا ہے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز تو جب کسی اُن کے متوسل کو مدتوں محنت کے بعد ایسی حالت پیش آتی تھی تو فرما دیتے تھے کہ الحمد للہ فلاں شخص کو رونا آنے لگا۔ خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اخیر تک بہت رویا کرتے تھے اور بالخصوص ابتدا میں تو اس قدر روتے تھے کہ تمام لحاف پر دھبے پڑ جاتے تھے مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں کچھ لکھتا ہوا رہ گیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے وہ سمجھے کہ کمرہ خالی ہے قرآن شریف کی تلاوت فرمانے لگے اور قرآن شریف کی تلاوت کے درمیان اس قدر بیقراری کے ساتھ روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ میں یہ حالت دیکھ کر آہستہ سے وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ امر خاص نسبت چشتیہ کا ظہور ہے نہایت مبارک امر ہے نہ صرف صاحب حال کو بلکہ اُس کے والدین و احباب کو بھی نہایت خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نسبت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور زیادتی کی دعا کرنی چاہیئے کسی سے صاحب حال کو ظاہر نہ کرنا چاہیئے اور غنیمت شمار کرنا چاہیئے جب یہ نسبت عشقیہ چشتیہ ظاہر ہوگی تو صاحب حال کو کب خلق سے اُنس ہوگا اُس کا لگاؤ تو خالق اور اُس کے ذکر سے ہونا ضروری ہے اُس کے جسم کا کمزور ہونا رنگ کا زرد ہونا نیند کا کم ہونا ذکر اور تنہائی کا اختیار کرنا لوازم نسبت میں سے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا یہ حالت پیش نہیں آئی۔ اہل اللہ پر بالخصوص چشتیہ اور قادریہ خاندان میں کم و بیش ہر ایک پر یہ حالت طاری ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ کسی پر طاری ہوتی ہے اُس کی خوش نصیبی ہے۔

تا نگرید بچہ کے جوشد لبن | تا نہ بارد ابر کے خندد چمن

خدا کا شکر کیجئے اور اپنے وقت عزیز کو مخلوق کی صحبت غیر ضروری میں ہرگز ضائع نہ کریں خالق ہی محبوب حقیقی ہے اسی کی رضا جوئی اور خوشنودی کو اپنا نصب العین اور مقصد زندگی سمجھیں اور

شاکر و ذاکر رہیں اگر کسی قسم کی جسمی بیماری موجود ہو تو اس کا علاج جاری ہونا چاہیئے۔ والسلام
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ　۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

حاشیہ مکتوب ۴۸

حضرت شاہ اہل رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بھائی تھے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس والانامہ میں بھی ایک بات بہت کام کی ہے جو جان سلوک اور عطر تصوف ہے۔ وہ یہ کہ "الحمدللہ فلاں کو رونا آنے لگا" اس اجمال کی اگر تفصیل کی جائے تو ایک کتاب بن جائے چونکہ قطب گنگوہیؒ کی زندگی اور زندگی کی ساری چہل پہل سوز و گداز "آہ نیم شبی نالہ و فریاد صبحگاہی پر تھی جو ثمرہ ہے اتباع نبوی صلعم کا۔ جس کو خواجہ فریدالدین عطار کی زبان سے سننا ہے تو سنئے فرماتے ہیں۔ ؎

کفر کافر را و دیں دیندار را　　　ذرۂ دردت دل عطار را

کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم میں گریہ و بکا نہ صرف واقعات بلکہ ترغیب اور استحباب موجود ہے۔ امام نوویؒ نے اپنی کتاب التبیان فی آداب جملۃ القرآن میں یہ روایت نقل فرمائی ہے "اقرء القرآن وابکوا فان لم تبکوا فتباکو" جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت بنالو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر آنسو نہ نکلے تو دل ضرور روئے امام غزالیؒ نے احیاء میں نفیس اور مفصل بحث فرمائی ہے اور طریقہ یہ بتایا ہے کہ دل کو یکسو کر کے اس کے اندر حزن و غم لاکر اللہ تعالیٰ کی دھمکیوں اور سخت قسم کی باز پرس اس کے معاہدے اور عہد و پیمان کو یاد کر کے اپنی تقصیرات اور گناہوں پر ماتم کیا جائے اور خوب رویا جائے اگر اس پر بھی دل کے اندر خوف اور بکا طاری نہ ہو تو سب سے بڑی مصیبت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بسا اوقات ایک ہی آیت کو بار بار پڑھنا اور گریہ کرنا روایات کے اندر موجود ہے صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، تمیم داری عبداللہ بن مسعود وغیرہم کا ایک ایک آیت پر رکنا اور رونا ثابت ہے اسی طرح تابعین میں ضحاکؒ

ابن سیرینؒ اور بعد کے صلحاء امت کا تلاوت اور غیر تلاوت کے اوقات میں نہ صرف رونا بلکہ اسی حالت میں وصال فرمانا تاریخ اسلام کے مشہور واقعات ہیں مثلاً زرارہ ابن اوفی تابعیؒ احمد بن ابی الحواریؒ۔ ابوبکر اشنانیؒ وغیرہم۔ خلاصہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ رونا اور نمائش سے دور رہ کر اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہونا۔ اندر اندر گھلنا اور نجات و مغفرت کی فکر میں راتوں کو نیند حرام کر دینا، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو کا بہہ پڑنا کونین کی بہا ہے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطرے بہت محبوب ہیں ایک خون شہادت کے قطرے دوسرے خوف خداوندی کی بنا پر اپنے معاصی و سئیات پر رو دینا۔ بیشک اگر یہ آجائے تو بہت کچھ امید فضل و رحمت الٰہی کی کیجا سکتی ہے۔ ساری نسبتہائے سلوک کا یہی منتہائے کمال ہے۔ مدت ہوئی ایک مرتبہ راقم الحروف کو بھی رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں دو بجے کے بعد تہجد میں یہ کیفیت طاری ہوئی تھی یہی وہ رات تھی کہ بقول آسی مرحوم ؎

رات ہو رات تو بس مرد خوش اوقات کی رات ∴ گریۂ ذوق کی اور شوق ملاقات کی رات
گریۂ غم ہے کہ ساون کی جھڑی تا دم صبح ∴ کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات
ہے شب قدر سے دعوائے مساوات کی رات۔

اللّٰھم ارزقنا بحرمۃ نبیک صلعم

مگر آہ گئے وہ دن اور آئے یہ دن پھر وہ بات حاصل نہ ہو سکی جو تڑپ و بیقراری اور آہ و زاری کی طاری ہو گئی تھی آج بھی اس کے تصور میں دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔ ان کیفیات کے طاری ہونے کے اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں اور اسی بنا پر گریہ و بکا میں بھی فرق ہوا کرتا ہے حتی کہ بعض وقت کسی خوشخبری وغیرہ سے بھی بے ساختہ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ چوٹ لگنے، پھوڑے کے چیرنے پھاڑنے اور خبر موت پر بھی ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مگر یہ رونا یا اس آنسو کا نکلنا مطلوب و مقصود نہیں۔ اس راہ کے رہبر اور حکیم امت حضرت مولانا رومؒ نے جو ہدایات دی ہیں وہ یاد رکھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں رحمت کا انحصار گریہ و زاری ہی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو

رحمتم موقوف آں خوش گریہا است — چوں گریست از بحر رحمت موج خاست

اے برادر طفل، طفل چشم تست — کام خود موقوف زاری داں نخست

کام تو موقوف زاری دل است — بے تضرع کامیابی مشکل است

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست — رحمت کلی قوی تر دایہ ایست

دایہ و مادر بہانہ جو بود — تاکہ کے آں طفل گریاں می شود

باعث گریہ و زاری پر عجیب حکیمانہ بات فرماتے ہیں۔ ؎

درحقیقت ہر عدو داروئے تست — کیمیائے نافع و دلجوئے تست

گریہ و بکا اور آہ و زاری کی قدر و قیمت پر اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے ؎

اشک کاں از بہر او بارند خلق — گوہر است و اشک پندارند خلق

گریہ کا فلسفہ اور نتیجہ بیان فرماتے ہیں ؎

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ذوق خندہ دیدہ اے خیرہ خند — ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند

تنے کی بات آخر بیں ہے جس سے گریہ کے جھوٹے اور سچے ہونے کو سمجھا جاسکتا ہے ؎

گریۂ با صدق با جانہا زند — تاکہ عرش و فرش را نالاں کند

زور را بگذار و زاری را بگیر — رحم سوئے زاری آید اے فقیر

گریہ اور خندہ کا مخزن و منبع کیا ہے فرماتے ہیں

گریۂ و خندہ غم و شادی دل — ہر یکے را معدنے داں مستقل

میلان گریہ و زاری پر اس طرح رطب اللساں ہیں ؎

چوں خدا خواہی کہ ماں یاری کند — میل ما را جانب زاری کند

اے خنک چشمے کہ او گریان اوست — اے ہمایوں دل کہ او بریان اوست

مکتوب ۴۹

جناب مولانا سعید علی صاحب سلہٹ کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

میرے محترم! بارگاہ خداوندی نہایت عظیم الشان بارگاہ ہے رحمت اور کرم اس کے اوصاف کاملہ میں سے ہے "سبقت رحمتی علی غضبی" اس کے لطف و کرم سے کسی وقت مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ راہ سلوک میں مردانہ وار گامزن رہنا چاہیئے۔ اگر ستر برس کی محنت و ریاضت کے بعد بھی تھوڑی سی توجہ محبوب حقیقی اور بارگاہ لم یزلی کی حاصل ہو جائے تو نعمت غیر مترقبہ اور احسان غیر متناہی ہے۔ ؎

اگر بدانم کہ خواہی آمد بتربت من تو گاہ گاہے　　　　ان احترقت بنار عشقک ثمت ہجر افلا ابالی

اس محبوب لم یزلی کی یاد میں عمر صرف کیجئے اور مایوسی کو راہ نہ دیجئے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ۔ من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث کو پیش نظر رکھئے اس محبوب حقیقی کی رضا و خوشنودی مقصد اصلی ہے اگرچہ سارا جہان چھوٹ جائے

فلیتک تحلوا والحیاۃ مریرۃ　　　　ولیتک ترضی والانام غضاب

(کاش کہ آپ کی محبت کی حلاوت مجھے حاصل ہو جاتی پھر چاہے زندگی کتنی ہی تلخ ہوتی اور کاش کہ آپ مجھ سے راضی ہو جاتے چاہے ساری دنیا ناراض ہو جاتی (ترجمہ اصلاحی)

ذکر میں جس قدر ممکن ہو مداومت کیجئے (والذین ھم علی صلواتھم دائمون) یہی غنیمت باردہ ہے جو کہ اس دنیا سے ہم کو لیجانا ہے ۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ

مکتوب ۵۰

جناب مولانا نسیم انور صاحب آزاد قدوسی قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مزاج شریف - یقیناً دنیا میں ہر طرف الحاد اور بے دینی پھیلی ہوئی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور قرآن مجید کی رہنمائی بھی ہر طرف موجود ہے اس پر عمل کیجئے اور دوسروں کو اس پر عامل بنائیے نجات کے طریقوں پر چلیئے اور چلائیے اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجیئے - جناب رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدا فطوبی للغرباء " یعنی شروع میں اسلام اوپرا تھا اور عنقریب اوپرا ہو جائے گا اور جنت کی بھلائی اوپروں کے لئے ہے اوپرا غیر مانوس کو کہتے ہیں - ابتدا میں اسلامی قوانین اور اصول غیر مانوس تھے لوگ ان سے چونکتے تھے اور نفرت کرتے تھے پھر یہ قوانین اور اصول مانوس ہوگئے اور عام طور پر پسندیدہ اور محبوب بن گئے تمام دُنیا میں مقبولیت ہوگئی اور قومیں کی قومیں اسلام میں داخل ہونے لگیں مگر پھر اسلام میں مقبولیت نہیں رہیگی اور لوگ ان تعلیمات اور اصول کو اوپرا دیکھنے لگیں گے اور اُن پر چلنے والے مسلمانوں سے چونکنے اور نفرت کرنے لگیں گے یہی وہ زمانہ ہے تو جناب رسول اللہ علیہ سلم طوبیٰ یعنی بشارت انہیں لوگوں کو دیتے ہیں جن کو لوگ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مانوس نہیں ہوتے -

---

حاشیہ مکتوب ۵۰ - اس مکتوب گرامی میں حدیث " بدرالاسلام " کے اندر ایک لفظ " غریب " واقع ہے جس کا ترجمہ اور مفہوم حضرت شیخ مدظلہ العالی نے لفظ اوپرا سے فرمایا ہے چنانچہ اس لفظ کا صحیح ترجمہ یہی ہے اور جہاں کہیں کلام عرب اور احادیث میں یہ لفظ وارد ہوا ہے اُس کے معنی وطن سے دور مسافر اجنبی اور غیر مانوس وغیرہ کے ہیں چنانچہ اسی بنا پر بعض حدیث کو غریب کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی رہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہ رہنے کی بنا پر وہ پہچانی نہیں جاتی - مسافر کو بھی اسی بنا پر غریب کہا جاتا ہے کہ وہ جہاں وارد ہوا ہے اجنبی ہے کوئی اس کا جاننے والا اور شناسا نہیں - باقی مفہوم حدیث کا واضح ہے اسی طرح اس والا نامہ میں حدیث کا ایک فقرہ یہ ہے " القابض علی دینہٖ کالقابض علی الجمر " جس کا مفہوم بھی حضرت مدظلہ العالی نے صاف کردیا ہے اور خصوصیت سے موجودہ زمانہ پر بھی ان پیشگوئیوں کو منطبق فرمایا ہے اور وعدہ دیا ہے کہ استقلال اور ثابت قدمی ہی سے آخرت کی نجات اور دنیا میں فلاح وکامیابی ہے

میرے محترم! مضبوطی سے دامن کو تھامئے اور اس پر چلئے اور لوگوں کو اس پر چلنے کی ہدایت کیجئے خود کو الحاد اور بے دینی سے بچایئے اور دوسروں کو بھی اس سے روکئے جس طرح قرن اول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ لوگ مخالفت کریں گے، توہین و تذلیل ہوگی، آوازے کسے جائیں گے، مذاق اڑایا جائے گا، مشکلات کی آندھیاں آئیں گی، عسرت اور تنگ دستی میں پھنسنا پڑیگا مگر مثل قرن اول صبر کرنے والوں کو اور ان سب باتوں کے جھیلنے والوں کو آخرت کی نجات اور سرخروئی ہوگی۔ دین کو سنبھالنا اس زمانہ میں آگ کی چنگاری کا سنبھالنا ہوگا۔ القابض علی الدین کالقابض علی الجمر" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے اسی پر عمل کیجئے ثابت قدم رہیئے اور لوگوں کو ثابت قدم بنایئے جیسے کہ صدر اول کے مسلمانوں نے کیا ہے

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب ۵۱

جناب مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب تکیہ رائے بریلی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا احوال پر اطلاع ہوئی جب تک کوئی حالت استقرار نہیں پکڑتی اس وقت تک ناغہ اور وہ بھی طویل، نقصان رساں ہوتا ہے اور پھر اس کے ساتھ اگر افکار دنیاویہ اور صحبت نااہل وغیرہ جمع ہو جائیں تو اور بھی اس میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس عالم اسباب میں خداوند عالم نے امور کو اسباب کے سلاسل سے متعلق کیا ہے۔ والسلام ۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب ۵۲

محترما! اس عالم اسباب میں عادت الٰہی اسباب ہی کے ساتھ تاثیر فرما ہے جو امور خوارق عادات کسی سے ظاہر ہوئے خواہ وہ افاضہ اور استفاضہ کے متعلق ہوں یا تکوینیات کے متعلق وہ

تہایت قلیل ہیں اور پھر ایسے اشخاص سے ظہور پذیر ہیں جن کی نظیر اس زمانہ میں نہایت کم ہے اور بالخصوص میرے جیسے روسیاہ تو بجز اس امر کے کہ ان اکابر کے لئے ننگ وعار کہا جائے اور کوئی قابلیت نہیں رکھتا بنابریں جب تک قاعدہ کے ساتھ محنت نہ کی جائے کس طرح کامیابی کی توقع کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ اس حالت میں بھی فضل وکرم خداوندی کی ازبس ضرورت ہے یاس اور ناامیدی کسی طرح جائز نہیں مردانہ وار قدم رکھنا چاہیئے۔ کوشش جاری رکھئے عادتِ الٰہی نہیں ہے کہ کسی کی جدوجہد کو ضائع فرمائے　والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۵ر جمادی الاوّل ۱۳۵۲ھ

مکتوب ۵۳

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذالک علی اللہ یسیر. لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور (سورہ حدید)

محترم المقام - والدہ ماجدہ کے انتقال پر ملال سے صدمہ ہوا۔ یقیناً ایک ایسے سایہ کا سر سے اُٹھ جانا اور پھر ایسی کیفیت کے ساتھ طبعی طور پر سخت صدمہ کا باعث ہے جس قدر بھی

حاشیہ مکتوب ۵۲ یہ والا نامہ صاف ہے چند الفاظ کے مفہوم کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ افاضہ کے معنی فیض پہونچانا اور استفاضہ کے معنی فیض قبول کرنا۔

حاشیہ مکتوب ۵۳ آیت سورۃ حدید ترجمہ یہ ہے کہ کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں بیشک یہ اللہ پر آسان ہے تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اُس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو تم کو اُس نے دیا اور اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا (حدید)

حدیث بخاری کا ترجمہ یہ ہے - شہید کی بہت سی قسمیں ہیں۔ پانچ یہ ہیں (۱) طاعون سے مرنے والا (۲) ہیضہ سے مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں جہاد کی حالت میں جاں بحق ہونے والا　لہ قرص النملۃ کے معنی چیونٹی کے کاٹنے کی سی تکلیف۔

رنج ہو کم ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشھداء خمسۃ المطعون والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشہید فی سبیل اللہ

بخاری جلد اوّل صفحہ ۱۰۹۰، ۳۹۷ و ۸۵۳

میرے محترم وہ عمر طبعی کو پہنچ چکی تھیں۔ حسب ارشاد کل نفس ذائقۃ الموت مرنا تھا ہی۔ مگر شہادت کی وہ موت ہی جس پر ہزاروں موتیں قربان کیجا سکتی ہیں عاش سعیدا و مات شہیدا کی مصداق۔ خدا کا شکر کیجئے اُن کے لئے کفارۂ سیئات ہوا رفع درجات ہوا فللہ الحمد والمنتہ

آپ چارپائی پر پیر رگڑ رگڑ کر موت پسند کرتے ہیں ؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ شہید کا الم موت بھی نہایت خفیف "کقرص النملۃ" بتایا گیا ہی۔

بہر حال یہ ظل سبحانی تھا یہ سایہ رحمانی تھا یہ امانت یزدانی تھا جو کچھ بھی تھا انعام الٰہی تھا۔ منعم نے اپنے انعام کو واپس لے لیا اس پر خوش ہونا چاہیئے نہ کہ افسردہ دل للہ ما اخذ وما اعطی فلتصبر ولتحتسب ارشاد نبوی ہے۔ مرحومہ کے لئے دعا کیجئے استغفار کیجئے یہ چیز نافع ہے رنج اور صدمہ کرنا بے فائدہ ہی۔ رضی بقضاء الٰہی ہونا اشد ضروریات میں سے ہے۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ یکم جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

مکتوب ۵۴

ایمن مشو کہ مرکب مردان مرد را	در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نو مید ہم مباش کہ رندان بادہ خوار	ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

محترم المقام - اگرچہ آنجناب کے والا نامجات قلت قیام اور تنگی وقت کی وجہ سے مجکو حجاز میں نہیں ملے بلکہ بعد واپسی ہندوستان ملے مگر میں نے ہر مقدس جگہ میں اپنے احباب اور بزرگوں کو دعا سے فراموش نہیں کیا۔ یہی نہیں کہ میری دعائیں صرف احباب اور بزرگوں تک منحصر تھیں بلکہ ہر اس شخص کے مقاصد دارین کے حصول کے لئے ہمیشہ دعا کرتا رہا اور دعا کرتا رہتا ہوں

جس نے دعا کا حکم کیا ہے۔ آئندہ قبولیت اور حصول مقاصد قبضہ قدرت قدیمہ میں ہے .....
اتباع سنت میں سرگرم رہتے ہوئے ذکر میں پوری کوشش کرتے رہیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

مکتوب ۵۵

معاشی ضروریات اگرچہ باعث تخریب توجہ الی اللہ اور موجب تنغض ہیں مگر بغیر اُن کے اس دار فانی میں چارہ بھی نہیں ہے۔ ؎

اگر دنیا نہ باشد دردمندیم ۔۔۔ وگر باشد بمہرش پائے بندیم

بہتر یہی ہے کہ "دل بیار و تن بکار" کا معاملہ جاری کیا جائے۔ جہاں تک ہو سکے توجہ قلبی اور شغل لسانی ذکر کے ساتھ ہو اور ہاتھ پیر اور ظاہر ان اشغال دنیاویہ کے ساتھ ہو ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۵۶

اس میں شک نہیں کہ تکیہ نہایت مبارک اور مسعود جگہ ہے۔ اہل اللہ اور اولیاء عظام کے انوار و برکات وہاں موجود ہیں۔ اُن کے قرب میں رہنا سود مند ہی ہے۔ ذکر اور اتباع سنت میں کوتاہی نہ فرمائیے۔ والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ شعبان ۱۳۶۳ھ

حاشیہ مکتوب ۵۶۔ حضرت سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تکیہ رائے بریلی کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے آپ کا اور عالمگیر کا زمانہ ایک تھا۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشہور خلیفہ اور جانشین حضرت آدم بنوریؒ کے فیض سے مستفیض اور مشرق کے دیار میں ان کے خلیفۂ خاص تھے۔ راقم الحروف نے کہیں پڑھا ہے کہ جس شب میں شاہ علم اللہؒ کا وصال ہوا اسی شب کو عالمگیر نے خواب میں دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر رہا ہوں صبح کو یہ خبر پہونچی کہ شاہ صاحب کا وصال ہوگیا۔ اس خواب کی یہی تعبیر تھی اور علمی تعبیر و تفسیر بعد کو سیّد شہیدؒ سے ظاہر ہوئی۔

مکتوب ۵۷

جو احوال جناب نے تحریر فرمائے ہیں اطمینان بخش اور اُمید افزا ہیں " الاستقامۃ فوق الکرامۃ"
خواب یا انوار یا الہامات وغیرہ صرف دل بڑھانے کے لئے سالک کو پیش کیے جاتے ہیں جیسے بچّے کو
لبھانے کے لئے گھنگھنا دیدیا جاتا ہے۔ اکابر کا مقالہ " تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ"
مشہور ہے۔ عبادت اور ذکر پر مداومت، اتباع سنّت اور شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے
ہم مکلف ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجات احسان کا حاصل ہونا کمال
ایمانی ہے۔ خوف خداوندی اور رجار دونوں ایمان کے کمال کی نشانیاں ہیں۔ بکار اور گریہ
کا غلبہ چشتیہ نسبت کا ظہور ہے ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھم اللّٰھم زد فزد
والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۵۸

اذکار اور نمازوں میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھیں، وساوس گذرتے رہیں آپ اپنا کام
جاری رکھیں۔ سیلاب چلتا ہے اور اس پر خس و خاشاک چھائے رہتے ہیں کچھ پرواہ نہ کیجئے۔
ہاں نماز میں یہ کوشش کیجئے کہ جو کچھ زبان سے پڑھا جا رہا ہے وہ کیا ہے اور اس کے معانی کا دھیان
رکھتے ہوئے جناب باری عزاسمہ کو سامنے سننے والا دیکھنے والا تصور کیجئے۔ قرآن مجید میں ہے
وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم
شھودا اذ تفیضون فیہ الآیہ کے مضمون کے موافق خیال باندھا کیجئے۔ غیوبت ہو جائے
پر بھی بار بار کوشش کیجئے آہستہ آہستہ حالت درست ہوگی۔
اگر ممکن ہو تو روزانہ شجرۂ منظومہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کیجئے اور

حاشیہ مکتوب ۵۸ - آیت سورۂ یونس کا ترجمہ یہ ہے - اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے اس میں
سے کچھ قرآن۔ اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تمہارے پاس جب تم مصروف ہوتے ہو
اس میں۔

مشائخ طریقت کے لئے ذکر شروع کرنے سے پہلے ایصال ثواب کیا کیجئے۔ درود شریف تین مرتبہ سورۂ فاتحہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص ۱۲ مرتبہ درود شریف تین مرتبہ پڑھکر دعا کیجئے کہ پروردگار اس کا ثواب میرے مشائخ طریقت کو پہونچادے اور اُن کی برکت سے اُن کے طفیل میں میرے دل کو اغیار سے پاک اور اپنی معرفت کے انوار سے منور کردے۔ والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۵۹

محترما! دنیاوی مصائب بھی اُس کی رحمتیں ہیں جن کے ذریعہ سے بندہ کو اپنی طرف کھینچا جاتا ہو ورنہ بندہ فرعون بے سامان بن کر انا ربکم الاعلی کا نعرہ لگانے لگتا۔ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہٖ لبغوا فی الارض اس کی دلیل ہے۔ نیز ابتلا اور امتحان آزمائش اور پرکھ دونوں طرح جاری ہے انعام اور وسعت دنیاوی سے بھی اور تنگدستی اور مصائب سے بھی۔ ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ۔ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے وبلوناھم بالحسنات والسیئات۔ غرضکہ یہ عالم امتحان کی جگہ ہے اور طرح طرح سے امتحانات کا سلسلہ جاری ہے اس میں پاس ہونے کی فکر ہونی چاہیئے اور بجز "مالک حقیقی دائم باقی" کسی چیز اور کسی شخص سے دل لگانا نہ چاہیئے۔ جو کام کیجئے حسن نیت کے ذریعہ سے عبادت بنا لیجئے۔ انما الاعمال بالنیات۔ حتی کہ سونا، کھانا، پینا اور حاجات بشریہ کا بجالانا سب عبادت ہو سکتا ہے ذریعہ اور وسیلہ عبادت یقیناً عبادت ہے۔ ذکر اور فکر سے مقصد اصلی رضاء محبوب حقیقی ہے۔ کسی لذت کا حاصل ہونا، قلب کا صاف ہونا، کشف و کرامات کا مل جانا انوار و برکات کا محسوس ہونا، فنا اور بقا، قطبیت و غوثیت سب کے سب غیر مقصود ہیں اُن کی طرف توجہ اور قصد خطرناک چیزیں ہیں ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضاء دوست طلب ؛ کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

حاشیہ مکتوب ۵۹۔ اس والا نامہ میں جو آیات درج ہیں اُن کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ اسی طرح فنا اور بقا وغیرہ کی تشریح بھی ہو چکی ہے۔ جلد اول و دوم کے حواشی ملاحظہ ہوں۔

مذکورہ بالا اشیاء وسائل و ذرائع ہیں مقصد اصلی صرف رضاء الٰہی ہے۔ بندہ کا فریضہ آداب عبودیت بجالانا ہے اس میں جدوجہد جاری رکھئے اور اخلاص وللّٰہیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۶۰

لکل شیٍٔ اٰفۃ وللعلم اٰفات

محترما! اگر اس قسم کے علائق اور موانع نہ ہوتے تو ہر ایک شخص اِدّعاء عشق وطلب کر لیتا لیکن انہیں امور کے امثال کے ہوتے ہوئے تمیز بین الصادق والکاذب ہوتی ہے اور امتحان کا سماں بندھتا ہے۔ ولنبلونکم الآیہ اور اس کے ہم معنیٰ بہت زیادہ آیات اور روایات موجود ہیں لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ الآیہ

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ہمت بلند کیجئے، جفاکشی اور جانبازی اختیار فرمائیے اللہ تعالےٰ مدد فرمائے گا من تقرب الیٰ شبرا تقربت الیہ ذراعًا الحدیث

مکتوب ۶۱

جناب سکریٹری صاحب مرکزی مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ لکھنؤ کے نام۔

حامداً ومصلیاً ومسلما

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک

مدح صحابہ کی مذہبی حیثیت اور وجوب

حضرت خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں اور آپ کے اصحاب کرام

حاشیہ مکتوب ۶۰ ۔ آیت اور حدیث کا ترجمہ گذر چکا ہے۔

رضوان اللہ علیہم کی تعریفیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بہت سی آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں حتی کہ بعض جگہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اُن کی پیدائش سے پہلی کتابوں میں (توریت و انجیل میں) اُن کی ثنا و صفت ذکر کی گئی تھی۔ سورۂ حشر میں مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعض خصائل حمیدہ پر روشنی ڈالنے کے بعد اُن لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ اُن کے بعد آئے یا آئیں گے (تابعین اور اُن کے بعد والے لوگ) اُن کی توصیف اور تعریف میں اُن کا یہ قول ہی ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ ترجمہ اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو کہ ہم سے پہلے ایمان لائے تھے مہاجرین اور انصار (یعنی صحابہ کرام) اُن کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کسی قسم کا کوئی کینہ نہ کر۔ اے پروردگار تو بہت محبت اور مہربانی والا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب یہ قولی صفت بطور ثنا صحابہ کرام کے بعد قیامت تک کے آنے والوں کے لئے ذکر کی گئی ہے اور اس انداز سے کہ اس سے نہ صرف اس قسم کی پسندیدگی ہی معلوم ہوتی ہے بلکہ اُس کا حکم بھی مکانی، زمانی، انفرادی اور اجتماعی قیود وغیرہ سے بالاتر ہو کر ٹپکتا ہے تو بعد کے آنیوالے مسلمانوں پر اس قول کا کہنا پبلک مقامات، عام مناسب مقامات پر بھی شرعاً مطلوب ہوگا۔ احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثنا و صفت اُن سے محبت رکھنے کی تاکید، ان کی شان میں گستاخی کی مذمت، اُن کی تابعداری کرنے کا حکم، اُن کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے اسی بنا پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں لکچر دیتے ہوئے خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ثنا و صفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی ہی (دیکھو درمختار، شامی، عالمگیری وغیرہ) بلکہ حسب تصریح امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز (مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص۱۵) اس کو شعار اہلسنت وجماعت بھی قرار دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وجوب مدح صحابہ اور اعلان کی پہلی وجہ

"ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اگرچہ از شرائط خطبہ نیست ولیکن از شعار اہل سنت است (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) ترک نہ کند بعمد و تمرد آں را مگر کسے کہ دلش مریض و باطنش خبیث، اگر فرض کنم کہ بتعصب و عناد ترک نکردہ باشد وعید "من تشبہ بقوم فہو منہم" راچہ جواب خواہد گفت، ایں قسم گل بدیع از ابتدائے اسلام تا ایں وقت معلوم نیست کہ در ہندوستان شگفتہ باشد نزدیک است کہ ازیں معاملہ تمام شہر متہم گردد بلکہ از ہندوستان مرتفع شود دریں طور واقعات تغافل ورزیدن متبدعان را دلیر ساختن است و رخنہ دین کردن (انتہی مختصراً) ترجمہ۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہلسنت کے شعار میں سے ہے کوئی اپنے ارادے اور سرکشی سے اس کو نہیں چھوڑتا مگر وہ شخص جس کا دل بیمار ہو اور اس کا باطن خبیث ہو اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عناد سے ترک نہ کیا ہو تو وعید "من تشبہ بقوم فہو منہم" (جس نے کسی قوم کی شباہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے) کا کیا جواب کہا جائے گا؟ اس قسم کا بدیع اور پھول ابتدائے اسلام سے اسوقت تک ہندوستان میں کھلتا معلوم نہیں ہوتا لیکن نزدیک ہے کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان سے یہ امر اٹھ جائے اس قسم کے واقعات سے تغافل برتنا متبدعین کو دلیر بنانا..... اور رخنہ دین میں پیدا کرنا ہے اور چونکہ شعار کا اظہار اور اعلان ہر زمانے اور ہر جگہ میں ضروری ہے بنا بریں اس کا اعلان ہر جگہ ضروری ہوگا۔ منہاج السنۃ میں ہے "انّ المسلمین والکفّار اذا کان لھؤلاء شعار وجب اظہار شعار الاسلام فی کل زمان وفی کل مکان۔" مسلمانوں اور کافروں کے جبکہ علیحدہ علیحدہ شعار ہوں تو مسلمانوں کے شعار کا ہر زمانہ اور ہر مکان میں ظاہر کرنا واجب ہے

وجوب مدح صحابہ کی دوسری وجہ

علاوہ ازیں جس جگہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ "اشہد ان علیاً وصی رسول اللہ وخلیفہ بلافصل" باواز بلند اذان میں کہا جاتا ہو، نیز امامباڑوں، مجلس خاص

اور خصوصی مساجد میں اُن کی طرف غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کئے جاتے ہوں اور عوام سنیوں کا سننا اور شریک ہونا ممکن اور غلطی میں پڑنا ہو تو سنیوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کے لئے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرام کے صحیح واقعات ذکر کئے جاتے ہوں اور اُن کی ثناء و صفت کی جاتی ہو واجب ہے۔

وجوب مدح صحابہ کی تیسری وجہ

بالخصوص جبکہ دوسری قومیں اور حکومت غیر مسلمہ اس کو جرم قرار دینے لگے اس وقت اس کا وجوب اور بھی بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے انہیں امور کی بنا پر لکھنؤ میں مدح صحابہ کا سلسلہ چلا آتا ہے مگر اہل شیعہ نے حکام وقت پر اثر ڈال کر اس میں رکاوٹیں پیدا کیں اور ۱۹۰۸ء سے اس میں تشددات ہوئے اور بار بار اس بارے میں گرفتاریاں کی گئیں۔ مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُس کے جلسے اور جلوس سنیوں کا انسانی اور شہری اور اجتماعی حق ہے۔

دنیا کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدایان دین اور اکابر ملت کے کارناموں، ان کی تعلیمات اور اُن کے واقعات زندگی سے متاثر ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات خلفاء راشدین کے کارنامے، ان کی تعلیمات اُن کے حالاتِ زندگی سرچشمہ ہدایت ہیں اور نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام انسانی دنیا کے لئے اُن کے کارناموں میں کھلی ہوئی صاف اور سنہری روشنی موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء کے اخبار ہے جن میں گاندھی جی نے کانگریسی وزراء کو زوردار الفاظ میں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنا طرز عمل حضرات شیخین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ جیسا بنائیں۔ یورپین مورخین اس کی خصوصی طور سے ہدایت کرتے ہیں اور اسی بنا پر سیرتِ فاروقی رضی اللہ عنہ کو فرانس کی یونیورسٹیوں وغیرہ میں داخل نصاب کر دیا گیا ہے نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ ان کارناموں اور اخلاق و اعمال سے واقف ہو اور چونکہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں اس لئے ان پر اور بھی لازم ہے کہ ساری نوع انسانی کو ان باتوں سے واقف کریں اور ہر بستی میں عام جلسوں اور جلوسوں وغیرہ سے مسلمانوں

اور غیر مسلموں کو بتائیں کہ ان بزرگوں نے دنیا میں کیا کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے کس طرح متاثر ہوئے اور اہل عالم کو مذہب، اخلاق تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات وغیرہ تمام شعبہائے زندگی و آخرت کے کیسے کیسے عمدہ اور مفید اسباق سکھائے۔

ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں اور غیر مسلم جاہل محض ہیں نہ کتابیں پڑھ سکتے ہیں نہ اخبارات ان بے پڑھے لوگوں کو مقدس ہستیوں کی زندگی کے پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ حالات اُن کے بلند مرتبہ خیالات اور اُن کے مہتم بالشان کارناموں سے روشناس کرانے کا سوائے اس کے کیا ذریعہ ہو کہ بار بار عام جلسوں اور جلوسوں میں ان کا ذکر خیر کیا جائے اور اُن کے نام نامی سے ہر کہ ومہ کو مانوس بنایا جائے بالخصوص ایسی جگہوں میں جہاں کہ غلط فہمیاں قصداً پھیلائی جاتی ہیں۔ یہی مقصد سیرت کے جلسوں اور جلوسوں کا ہے اور یہی مقصد مدح صحابہ کے جلسوں اور جلوسوں کا ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں تبرا قانونی اور اجتماعی اور اخلاقی جرم ہے اور مدح صحابہ اخلاقی، ذاتی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ ہندوستان جو کہ مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کا گہوارہ ہے بجز اس کے باامن و باعافیت نہیں رہ سکتا کہ اس میں بین الاقوامی قوانین رائج کئے جائیں اور ایسی چیزوں سے روکا جائے جو بین الاقوامی رواداری اور میل ملاپ کے منافی ہوں کسی شخص یا جماعت کا دوسرے شخص یا جماعت کے پیشواؤں کو بُرا کہنا اُن کی تذلیل و توہین کرنا علاوہ اخلاقی جرم کے یقیناً بین الاقوامی رواداری اور اتحاد کو فنا کے گھاٹ اُتارنے والا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تعزیرات ہند دفعہ ۲۹۸ کے ماتحت ہمیشہ سے تبرا ہندوستان میں ممنوع رہا ہے اور اسی وجہ سے موجودہ حکومت ایران نے اس کو شدید ترین جرم قرار دیا ہے اسی طرح بین الاقوامی رواداری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص اور ہر جماعت کو مکمل آزادی ہو کہ وہ جائز طریقہ پر اپنے پیشواؤں کی ثنا و صفت کر سکے ان کی قابل اقتدا زندگی کو دُنیا میں دکھلا سکے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سناتن دھرم، آریہ سماج، برہمو سماج، جینی، عیسائی، یہودی، شیعہ وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے پیشواؤں کے جلوس نکالتے اور جلسے وغیرہ

کرتے رہتے ہیں۔ کسی جگہ اور کسی زمانہ میں اُن کو رکاوٹ نہیں ہے۔ کسی شخص کا اس کے خلاف یہ قول نہیں سُنا جاتا کہ ہم کو اُن کے مذاہب کے پیشواؤں کے جلوس یا جلسہ سے دل آزاری ہوتی ہے اس لئے اس کو بالکل بند کر دینا۔ حالانکہ ایک موحد مسلمان کو مورتوں اور شرک و کفر کے مظاہروں سے جس قدر تکلیف اور دل آزاری ہوسکتی ہے وہ بے حد اور بے قیاس ہے مگر اس کو یہ کہکر روک دیا جاتا ہے کہ اس مجمع المذاہب ہندوستان میں اگر بسنا ہے تو اُس کو سہنا پڑیگا۔ ہر صاحب مذہب کو اپنے ضمیر اور مذہب کی آزادی ہے اور اپنے پیشواؤں کو ذکر کرنے اور تعریف کرنے کا حق ہے اگر تم اُن کے حق میں مداخلت کروگے تو تم امن و امان میں خلل انداز ہوگے اور اس لئے تم قانونی شکنجہ کے شکار بنائے جاؤگے۔ حقوق کی حفاظت کرنا اور غاصبوں کے دستبرد سے بچانا گورنمنٹ کا فریضہ ہے۔

حکومت کا طرز عمل

مگر شہر لکھنؤ کی اندھیر نگری میں تقریباً ۳۰-۳۲ برس سے یہ حکم نافذ ہے کہ اہل سنت و جماعت (جس کی تعداد شہر میں اسّی ہزار سے زیادہ ہے اور اُن کے خلاف شیعوں کی آبادی صرف اٹھارہ ہزار ہے) اپنے پیشوایان مذہب صحابۂ کرام خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح و ثناء کی اجازت نہیں ہے بار بار اس پر قید و بند اور جرمانہ و تکلیف کی نوبت آچکی ہے، حکومت نے اگرچہ ۳۰ر مارچ ۱۹۳۸ء کے اعلان میں یہ الفاظ شائع کر دیئے تھے "گورنمنٹ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ پہلے تین خلفاء کی مدح پڑھنا خواہ عام مقام پر ہو خواہ کسی شخصی مقام پر زیر بحث نہیں، یہ حق سنیوں کو بلاشک حاصل ہے"

مگر افسوس ہے کہ آج تک باوجودیکہ تقریباً ایک سال گذر چکا ہے یہ مقالہ مثل سابق گورنمنٹوں کے مقالوں کے اور ۱۸۵۸ء کے اعلانات وکٹوریہ اور ۱۹۱۴ء کے لائڈ جارج کے وعدوں ہی کی طرح ثابت ہوئے بھی نہیں ہوا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا بلکہ نیم پبلک مقامات بھدیوال[1] اور مساجد وغیرہ میں بھی مدح صحابہ سے روکا گیا اور سنیوں کو سزائیں دی گئیں۔ بہت زیادہ مطالبہ پر ۱۱ر فروری ۱۹۳۹ء

---

[1] غالباً "جوراہوں" ہے۔ ناقل کی غلطی سے بھدیوال لکھا گیا۔

کو بمشکل خصوصی مقامات پر یا خصوصی حالات میں مدح صحابہ کے جلسے کی اگرچہ اجازت دی گئی مگر پبلک مقامات پر جلسۂ مدح صحابہ کو اس نام سے ممنوع ہی قرار دیا گیا اور جلوس کی تو کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی گئی

ظاہر ہے کہ اہل سنت والجماعت کے لئے اس سے بڑھ کر تذلیل و توہین اور حق تلفی کا کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ اس سرزمین میں قومیں اور تمام مذاہب تو اپنے اپنے مذہبی اور شہری جلسوں اور جلوسوں سے بلا قیدِ وقت و مکان نفع اُٹھائیں اور سنیوں کو امن کے بہانہ سے روکا اور گرفتار کیا جائے۔ بوالعجبی یہ ہے کہ صاحب حق کو امن و امان کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اور غیر صاحب حق، معتدی، حق چھیننے والا اور غصب کرنے والا امن توڑنے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا صاحب مال کی سرزنش کی جائے اور ڈاکو اور چور کی ہمت افزائی کی جائے کیا اس کی مثال بجز برطانوی حکومت کے کہیں دنیا میں پائی جاتی ہے؟ بہرحال اب ہم تمام اہل سنت وجماعت پر لازم ہے کہ اپنے اس مذہبی، انسانی، اخلاقی، شہری حق حاصل کرنے کے لئے پورے تیقظ کو کام میں لائیں اور مردانہ وار ہر قسم کی جائز سعی کو میدان عمل میں پیش کر دیں۔ اسی سلسلہ میں چار پانچ مرتبہ قانون شکنی اور گرفتاریوں کی نوبتیں آچکی ہیں مگر اصل مقصد کے اعتبار سے وہ بالکل ہی بے فائدہ ثابت ہوئیں بنا بریں اس مرتبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس میدان میں اپنی زندگی اور ثابت قدمی کا ثبوت پیش کریں اور یہ دکھلا دیں کہ مسلمان اپنے مذہبی امور میں حتی الوسع ذرہ بھر بھی مداخلت گوارا نہیں کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔

آج ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء مطابق ۹ صفر کو مسلمانوں کو چاہیئے کہ بعد نماز جمعہ جلسہ کریں اور اس میں گورنمنٹ کے اس فعل پر کہ اُس نے مسلمانوں کے مذہبی، انسانی، شہری حق مدح صحابہ میں ناجائز مداخلت کر کے اُن کے صحیح جذبات کو ناقابل برداشت ٹھیس لگائی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان پروانہ وار جیل کی کوٹھریوں میں بند ہو چکے ہیں، صدائے احتجاج بلند کریں اور مطالبہ کریں کہ جلد از جلد مدح صحابہ کے جلسوں اور جلوسوں پر سے ہر قسم کی پابندیاں اُٹھالے

اور جس طرح دوسری اقوام اور مذاہب کے لئے آزادی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کے جلسے اور جلوس پبلک مقامات پر عمل میں لا سکتے ہیں اسی طرح سنیوں کا بھی عمل حق تسلیم کرلے اور جاری کرا دے اور اگر کوئی شخص یا قوم سنیوں کو اس حق پر عمل کرنے سے روکے تو اس کو قرار واقعی سزا دے اور ان مجاہدین ملت کو مبارکباد دیں جنھوں نے ملت اور مذہب اور حق قومی کے لئے اپنے آرام و راحت کو تجتے ہوئے قانون شکنی اور سول نافرمانی اختیار فرمائی ہے اور اسی طرح اُن کے اعزہ اور اقارب کو بھی اُس کی مبارکباد پیش کریں۔

نیز اس سلسلہ میں جس قدر بھی امداد مالی یا بدنی ممکن ہو مجلس تحفظ ناموس صحابہ پاٹا نالہ لکھنؤ اور مجلس احرار اسلام امین آباد لکھنؤ کو پہونچائیں۔ ریزولیوشن کی نقلیں اخباروں میں بھیجی جائیں اور ایک ایک نقل گاندھی جی (وشیوگاؤں ضلع واردھا) پنڈت جواہر لال نہرو (آنند بھون الہ آباد)۔ بابو سبھاش چندر بوس کلکتہ اور وزیر اعظم یو پی لکھنؤ و مولانا ابو الکلام آزاد (۱۹ بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ) کو بذریعہ ڈاک بھیجی جائیں۔ کسی کو تار ہرگز نہ دیں۔ اس تاریخ کو ہر جگہ زیادہ سے زیادہ سول نافرمانی کے لئے رضاکار بھرتی کئے جائیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ

حاشیہ مکتوب ۶۱

بدعات اور محدثات پر کتاب اور سنت نے جو نکیر کی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں البتہ سنی اور بدعتی ہونیکا معیار شریعت محمدیہ میں یہ قرار پایا کہ احکام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ اُن میں اصل حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا گیا اور لوگوں کا ان احکام کے ساتھ مکلف ہونا ثابت ہو چکا ہے اب اگر کوئی شخص کسی کمزور شبہ کو دستاویز بنا کر ان احکام کی مخالفت کرے تو وہ معذور نہ ہوگا۔ نہ اس مخالف کا مقلد معذور ہوگا۔ درحقیقت شریعت کی بنا انہیں احکام پر ہے سُنی اور بدعتی ہونا انہیں احکام کے قبول اور رد سے وابستہ ہے۔ چنانچہ قدریہ اور مرجیہ اور خوارج اور روافض اسی درجہ میں ہیں جن میں منکرین زکوٰۃ تھے دوسری قسم وہ ہیں کہ اُن میں اصل حقیقت سے پردہ نہیں اُٹھایا گیا۔ ایسے ہی احکام میں جہاد

کی گنجائش ہے ۔ اس مختصر تنبیہہ کے بعد دین میں اصل بدعت فرقہ اور گروہ کی بدعت ہے لہذا جو گروہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین برحق صحابہ کو پہونچایا مگر صحابہ یا ان معانی کو نہ سمجھے یا سمجھے مگر غرض نفسانی اُن کو اس دین کے پوشیدہ کرنے پر باعث ہوئی وہ شخص بدعتی ہے ۔ روافض، شیعہ اور معتزلہ وغیرہ فرق باطلہ ہی میں داخل ہیں ۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت نے فرقہ امامیہ یعنی اس فرقہ کی تکفیر کی ہے (اور حق کی ہے) جو حضرات شیخین پر تبرا کو جائز اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت وطہارت کا منکر اور قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہے ۔ بڑے صدمہ کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں بھی بدعات جو آئیں وہ زیادہ تر جہالت اور دوسری قوموں کے اختلاط اور پڑوسی اقوام میں اس درجہ گھل مل جانا کہ اپنے پلہ کچھ نہ رہ جائے اور دوسروں کے رسم ورواج ہی کو عین شریعت سمجھ کر اس درجہ مضبوطی سے اس پر قائم ہو جانا اور علماء سوء کا ایسے گروہ کی تائید پر آمادہ ہو کر نصوص شرعیہ کی تاویلات رکیکہ کر دینا یہ وہ بدعت ہے جس نے دین کے شیرازہ کو قیامت تک کے لئے منتشر کر دیا انا للہ الخ مثال کے طور پر شعبان المبارک میں آتش بازیوں اور چراغاں کا فروغ پاجانا جو برامکہ کے زمانہ کی ایجاد بندہ ہے کیا یہ ہنود کے تہواروں کے مشابہ نہیں ہے ، یا اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حقیقی شہادت اور واقعۂ کربلا کی ہر سال تجدید کرنا وہ بدترین بدعت نہیں ہے کہ جس پر کتب امامیہ بھی کفر سے نیچے کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں (ملاحظہ ہو من لایحضرہ الفقیہ) ابن بابویہ قمی ۔ امیر علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کرتا ہے من جدد قبرا او مثل مثالا فقد خرج من الاسلام (یعنی جس نے قبر کی صورت وتربت کی مورت نئی بنائی یا کوئی صورت وشکل نئی تیار کی وہ اسلام سے قطعی نکل گیا) شیعہ تو کرتے ہی تھے سنیوں نے بھی اس کو ایسا اپنایا گویا اُن کے یہاں بھی اس طرح کی بدعت سیئہ کا جواز موجود ہے ۔ معاذ اللہ ۔ مدتوں تک ہم نے ہر گروہ کی کتابوں اور اُن کے معتقدات کو معلوم کرنے کی سعی کی اور شکر ہے کہ ہم کو اس میں کامیابی ہوئی اور ہم پوری بصیرت کے ساتھ آج یہ کہنے اور لکھنے پر مجبور ہوئے کہ حضرات ائمہ مجتہدین سے لے کر اُن کے جملہ مقلدین میں سے کسی صحیح الدماغ عالم نے عزاداری اور تعزیہ سازی کی نہ تو تائید کی اور نہ اس کو فروغ دینا بتایا بلکہ صریح طور پر لکھ دیا کہ شرک

اور بدترین قسم کی بدعت سیئہ ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نیل المطالبؒ میں تحریر فرماتے ہیں کہ وعظ میں کسی وقت میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے قصص اور واقعات کا سُنا ناحرام ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بعض صحابیوں پر جو رہنمائے دین ہیں طعن کرینگے۔" ہمارے زمانہ میں صحابہ پر تنقید کرنے والے بھی کان کھول کر سُن لیں؛ یہی جواب دیا جائے گا یا اور کہ غزالی پیغمبر نہیں ہم نے تو غزالی کو بھی عریاں کردیا ہے۔ بعض یہ کہہ کر بزم کی رونق کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں کہ ارے بھائی تعزیہ وغیرہ کی مخالفت تو وہابی گروہ کرتا ہے نہ کہ ہم سُنی حنفی۔ سوانھیں یہ معلوم ہوجانے کے بعد فوراً توبہ کرنا ہوگا کہ اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مرحوم بھی انھیں وہابیوں کے ساتھ ہیں چنانچہ وہ اپنی کتابوں اور فتاووں میں جن کے نام یہ ہیں۔ عرفان شریعت حصہ اول۔ احکام شریعت حصہ اول اور رسالہ تعزیہ داری کے ص۲ تا ۱۴ میں صاف صاف تحریر فرماتے ہیں۔ اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم میں سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، محرم میں مرثیہ خوانی ناجائز ہے کہ وہ مناہی و منکرات سے مملو ہوتے ہیں۔ تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض اور روگردانی کریں۔ اور اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہیئے۔ تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ حسین شہیدؓ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا مگر جہاں بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں۔ کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کررہا ہے کوئی مشغول طواف کوئی سجدہ میں گرا ہے کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا، منتیں اگتا حاجت روا جانتا ہے غرض عشرہ محرم الحرام جو کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا۔ یہ ہر سال اضاعت مال

کے جرم ووبال جداگانہ رہے۔ اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ۔۔ اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے۔ لہذا روضۂ اقدس حضرت سیدالشہدا کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے ... ایسے ہی وجوہ پر نظر فرماکر امام غزالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ شرع مطہر نے غم میں صبر و تسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم کو بہ تکلف وزور لانا۔۔ یہ سب بدعات شنیعہ روافض ہیں جن سے سُنی کو احتراز لازم .... اگر یہ مراد ہے کہ تعزیہ شرعاً اچھی چیز ہے تو یہ بہت بُرا کہا اور شرع پر افترا کیا۔

قارئین کرام مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تصریحات بالا کو خصوصیت سے بار بار پڑھیں اس لئے کہ اور کسی مفتی یا عالم کو شیعہ یا کوئی اور از راہ افترا پردازی وہابی یا غیر مقلد کہدے تو کہدے لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو وہابی غیر مقلد کہنے کی جرأت کون کرسکتا ہے؟ رہ گئے صحابہ کرام اور بزرگان دین کے فضائل و کمالات کا بیان کرنا اور صحیح طور پر بتا کر تمام مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنانا، منبر و محراب میں اُن کے تذکرے کرنا کسی صحیح ملت و مذہب میں کبھی نہ تو بُرا تھا اور نہ قیامت تک بُرا سمجھا جائے گا۔ البتہ کسی مذہب کے پیشوا کو بُرا کہنا اور اس کی تشہیر کرنا نہ تو پہلے جائز تھا اور نہ اب کبھی جائز ہو سکتا ہے۔ جو اس کا مرتکب ہو وہ حیوان سے بھی بدتر ہے، خبیث و ناپاک ہے۔ جو مسلمان تعزیہ بناتا اور بنواتا، رکھتا اور رکھواتا ہے وہ فرقہ امامیہ میں سے تو ہو سکتا ہے مگر اہلسنت والجماعت سے وہ خارج ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد تو قدرتی طور پر ہندوستان میں یہ خبیث بدعت بہت حد تک مرچکی اور آئندہ مرجائے گی بشرطیکہ سُنی مسلمان انصاف اور ایمانداری پر اُتر آئیں۔ اب اگر وہ شیعہ میں نہ تو اتنی سکت ہے اور اتنا دم خم ہے کہ ٹھہر قائم رہ جائے۔ پس کیا اے مسلمانو تم اپنے بزرگوں کی روح کو اذیت دینا گوارا کرتے ہو؟ کیونکہ تمہارا یہ فعل بانی اسلام اور شارحین اسلام کے نزدیک جرم ہے معصیت ہے، گناہ ہے، شرک ہے، بدعت ہے جس کے اندر کسی بھی معتبر مولوی کا اختلاف نہیں ہے۔

مکتوب ۶۲

سکریٹری صاحب خلافت کمیٹی کاندھلہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - سیرت کمیٹیوں کا انتشار اور اختراع قادیانیوں کی طرف سے تو نہیں ہوا مگر بعض اوقات میں اس سے قادیانیوں نے فائدہ ضرور اٹھانا چاہا اور اُٹھایا - اُس کا بیڑا اُٹھانے والے شیخ عبدالمجید صاحب قریشی ساکن پٹی لاہور ہیں۔ قریشی صاحب نے ابتداء میں اس کے متعلق مختلف مقامات سے رائے لی چنانچہ میرے پاس اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے پاس بھی اُن کے خطوط آئے تھے ہم دونوں کے جوابات تقریباً متفق تھے خلاصہ یہ تھا کہ یہ امر نہایت مستحسن ہے بشرطیکہ اس کے لئے کوئی تاریخ اور مہینہ متعین نہ ہو کبھی صفر میں ہو تو کبھی جمادی الاوّل میں کبھی ربیع الاوّل میں ہو تو کبھی رجب میں علی ہذا القیاس بارہ یا پندرہ کی ہمیشہ کے لئے تعین نہ ہوا کرے نیز سال میں صرف ایک دفعہ نہ ہوا کرے بلکہ دوسرے تیسرے مہینہ اور اگر اس سے زائد ممکن ہو تو زیادہ تر ہوا کرے - نیز سیرت کے متعلق بیان کرنے والے کوئی واقف کار شخص ہوں جو کہ صحیح اور قوی روایتیں بیان کریں اور عوام کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل زندگی سے آگاہ کرتے رہیں جب تک اس قسم کے بیانات عوام تک لگاتار اور کثرت سے نہ پہونچائے جائیں گے کما ینبغی فائدہ نہ ہوگا ، معترضین علی الاسلام کے زہرآلود پروپگنڈوں سے عوام کو اسی طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے مگر افسوس ہے کہ قریشی صاحب نے ہماری عبارت میں کاٹ چھانٹ کی اور اپنے مدعا کے موافق جملوں کو لیکر شائع کرایا اور باقی کو حذف کر دیا۔ ہم نے اس کے بعد اسی زمانہ میں اخباروں میں اپنی تراشیدہ عبارت کو پھر چھپوایا مگر وہ اپنے پروپگنڈہ سے باز نہیں آئے - اور اب اُنھوں نے سالانہ ربیع الاوّل کو اس کی تحریک شروع کر دی اور اس کے استحسان میں ہمارے نام شائع کرا رہے ہیں ہم ہرگز تعیین تاریخ و ماہ کے ساتھ سالانہ ایک جلسہ کو شرعی اور ملکی نقطۂ نظر سے نہ مفید

اور نہ ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اب تو یہ مثل عمل نصاریٰ (برتھ ڈے) یوم پیدائش اور اُس کی رسوم کے ایک رسم ہو رہی ہے کیونکہ عیسائی یوم ولادت عیسیٰ علیہ السلام مناتے ہیں اس کو دیکھ کر مصر وغیرہ کے لوگ بھی اس قسم کی تابعداری کرنے کے لئے آمادہ ہو رہے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور اخلاق اور سیر لوگوں کے کانوں تک پہونچانے نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہیں۔ اگر مذکورہ بالا طریق پر ہو تو مفید اور بہترین چیز ہے ورنہ اجتناب چاہیئے افسوس کہ سیرت کمیٹی اور اس کے علم برداروں نے تمام امور مشروط کو ترک کر دیا والسلام۔ از دار العلوم دیوبند

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

حاشیہ مکتوب ۶۲

یہ مکتوب گرامی اپنے مدعا اور مقصد میں بالکل صاف ہے جو ۱۳۵۳ھ میں مفتی محمد شفیع صاحب کی تائید میں تحریر فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ قاسم العلوم بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ۔ راقم الحروف کو عرصہ سے یہ خلجان تھا کہ آیا وہ کونسی باتیں ہیں جن کی بنا پر مقبول علماء کی اکثریت ربیع الاوّل میں سیرت کے جلسوں اور میلاد نبوی کی مجلسوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ پوری ایمانداری سے غور کرتا ہا اور مطالعہ جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ سب سے پہلے "عید میلاد النبیؐ" کی تاریخ حیثیت کا سُراغ لگایا تو تاریخ سے پتہ چلا کہ سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں خلفاء فاطمیہ نے قاہرہ میں چھ عدد میلادوں کی بنیاد ڈالی جن میں سے ایک میلاد النبی صلعم دوسرے میلاد حضرت علیؓ تیسرے میلاد حضرت سیدہ فاطمہ زہرا۔ چوتھے میلاد حضرت حسنؓ۔ پانچویں میلاد حضرت حسینؓ اور چھٹے میلاد خلیفۂ وقت۔ ان میلادوں کو افضل بن امیر الجیوش نے ختم کر دیا۔ جب حاکم بامر اللہ خلیفہ ہوا تو اُس نے ۵۲۴ھ میں پھر ان میلادوں کی مجلسوں کو قائم کر دیا۔ ہاں عید میلاد النبی صلعم کو موصل میں شیخ عمر بن محمد الملاجو اپنے زمانہ کے اچھے لوگوں میں شمار ہوتے تھے قائم کیا جن کی اقتداء صاحب اربل مظفر ابو سعید نے ساتویں صدی ہجری میں بڑے زور شور سے کی چنانچہ ابو الخطاب عمر بن الحسن المعروف با بن دحیہ اندلسیؒ نے سلطان مظفر الدین کی دلچسپی میلاد النبی دیکھ کر ایک کتاب التنویر فی مولود

السراج المنیر تصنیف کردی جس کے صلہ میں سلطان اربل نے ایکہزار دینار عنایت فرمائے۔ شاہ اربل نے ربیع الاول میں سرکار دو عالم صلعم کی پیدائش کی خوشی میں اس قدر غلو کر رکھا تھا کہ بقول صاحب تاریخ ابن خلکان و کتاب مراۃ الجنان لسبط ابن جوزی مظفر نے بیش قبہ جات یعنی گنبد اس طرح بنوائے کہ ہر گنبد کے چار اور پانچ درجے نیچے اوپر قائم کر دیئے تھے ایک اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور بقیہ امرا اور سلاطین وغیرہ کے لئے وقف تھے جس کی آرائش و سجاوٹ صفر کے مہینہ سے شروع ہو جاتی تھی اور ہر قبہ میں مردوں کے علاوہ عورتیں گانیوالی موجود رہتی تھیں۔ عصر کی نماز پڑھکر مظفر اپنے قبہ کے اندر داخل ہوتا تھا۔ مجلس رقص و سرود جمتی تھی۔ طرح طرح کے کھانے اور رنگ برنگ کے بھیس میں متصوفین اور نام نہاد علمار عصر ٹوٹ پڑتے تھے کبھی ۸ ربیع الاول کو اور کبھی ۱۲ ربیع الاول کو یہ تقریب منائی جاتی تھی چنانچہ حسب تصریح سبط ابن جوزی پانچہزار بھونی بکریاں اور دس ہزار مرغ مسلم اور ایک لاکھ برتن اور تیس ہزار تشتریاں مٹھائی سے پُر موجود ہوتی تھیں اور سماع و قوالی کی مجلسیں ظہر سے فجر تک مسلسل جاری رہتی تھیں۔ مزامیر اور معازف یعنی وہ باجے جو ہاتھوں اور منھ سے بجائے جاتے ہیں اور جن کے محو اور برباد کر دینے کے لئے جناب محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تھے اس مجلس میں انھیں چیزوں کی کثرت تھی۔ بقول صاحب خلکان " ولم یکن له لذة سوی السماع " یعنی شاہ اربل کو راگ اور باجہ کے سوا کسی اور چیز سے لذت و خوشی نہ تھی۔ شاہ اربل تو بادشاہ ہی تھا لوگوں نے اُس کے اثر سے متاثر ہو کر اپنے دین کو بادشاہ کے دین کے مطابق بر بنا خوشنودی بادشاہ ضرور کیا ہوگا اس لئے اس کی تقلید و اتباع کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ البتہ عمر بن دحیہ جو اہل علم میں سے تھے اور مشہور محدث ابن بشکوال وغیرہم کے شاگرد بہت سی مفید کتابوں کے مصنف اور ظاہری مذہب رکھتے تھے اُن کے بارے میں آخر محدثین کا کیا خیال ہے۔ موصوف کے بارے میں طبقات و رجال کی کتابوں میں تعدیل اور جرح دونوں موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب لسان المیزان میں "بلفظ متہم فی النقل" مجروح کیا ہے اور ابن بخاری نے لکھا ہے " رایت الناس مجمعین علی کذبه وضعفه وادعائه سماع مالم یسمعه ولقاء من لم یلقه " حتی کہ امام سیوطی نے تدریب الراوی

شرح تقریب النوادی میں یہاں تک لکھ دیا ہے۔ "ان ابی الخطاب ابن وحیہ کان یفعل ذلک کانہ وضع الحدیث فی قصر المغرب" ابن حافظ ابوالحسین ابن الفضل اور حافظ ضیاء مقدسی نے کامل کے ذیل میں ابراہیم سنہوری مشائخ مغرب وغیرہ کی تحقیق درج کی ہے۔ کہ ابن وحیہ کی عادت جھوٹ بولنے اور گڑھنے کی تھی، اس کو اچھا نہ سمجھنا چاہیئے وہ بڑے بڑے اماموں کو بُرا کہتا تھا اور ایسے ایسے دعاوی احادیث کے سننے میں کرتا تھا جس سے کبھی کی ملاقات تک نہ تھی اور نہ معاصرت۔ حتیٰ کہ بادشاہوں کی خوشنودی کے لئے کتاب لکھنا اور انعام کا وصول کرنا وغیرہ امور اس کے عدم تدین پر کھلی ہوئی دلیل ہے۔ یہ تو ہوا مسئلہ میلاد کا تاریخی پہلو اور اُن کے مقتداؤں کا مذہبی مقام، رہ گئی یہ بات کہ میلادالنبی کے مجوزین میں ابوشامہ مقدسی صاحب الباعثؒ، سیوطیؒ، عسقلانی قسطلانی، جوزی، عمر بن محمد ملا۔ اور صاحب سیرت شامی کا نام پیش کرنا اس وجہ سے کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ان حضرات کی کوئی تصریح صریح خاص تعین ماہ وسال وغیرہ اور ساتھ ہی موجودہ میلاد نبوی کے جواز میں موجود نہیں ہے بلکہ مروجہ میلاد کی تقریبات میں جو خلاف شرع امور ہوتے ہیں اُن کے رد میں ان کی عبارتیں موجود ہیں۔ نیز یہ کہ مجوزین میں جن بزرگوں کا نام ظاہر کیا جاتا ہے وہ سب علماء شوافع میں سے ہیں۔ خالص سُنی حنفی کہہ کر جو اپنے کو پکارتے ہیں اُن کے نقطۂ نظر سے موجودہ میلاد کی مجلسیں بدعات و محدثات کے تحت بوجوہ ذیل داخل ہیں۔

(۱) موجودہ میلاد کی تقریبات کرسمس ڈے اور ہندوؤں کے جنم دن یعنی ولادت کنہیاجی وغیرہ سے مشابہت رکھتی ہیں چنانچہ ماہرین شریعت سے مخفی نہیں کہ شارع نے غیر مذاہب کے تھوڑے سے تشابہہ کو بھی برداشت نہیں کیا ہے اور اس کے خلاف کو پسند فرمایا ہے تاکہ دین حنیف میں کسی طرف رخنہ اندازی نہ ہوسکے وغیرہ (۲) جن امور میں یا جن حضرات کے لئے شارع نے کسی چیز کی تخصیص کردی وہ یقیناً اسی کے ساتھ مخصوص ہوگی البتہ دوسرے امور جن میں شارع سے کوئی تخصیص و تعیین موجود نہیں اس پر اصرار کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک گمراہی اور بدعت سیئہ ہے کیونکہ یہ منصب شارع کو

حاصل ہے اور آیت "مالم یاذن بہ اللہ" سے مستنبط بھی یہی ہوتا ہے۔ اسی بناء پر ائمہ اربعہ بالخصوص امام دارالہجرۃ حضرت امام مالکؒ کا یہ ارشاد گرامی رہتی دنیا تک کے لئے شمع راہ ہوگا۔

من ابتدع فی الاسلام بدعۃ	ترجمہ:۔ جو شخص اسلام میں کوئی نئی بات نکالے جس کو
یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمدا	وہ نیکی سمجھتا ہو گویا وہ اس بات کا مدعی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ
لان اللہ تعالیٰ یقول الیوم اکملت	کے احکام امت کو پہونچانے میں خیانت کی کہ
لکم دینکم فما لم یکن یومئذ دیناً	یہ نیکی ان کو نہیں بتلائی کیونکہ ارشاد باری ہے۔ میں نے
لا یکون الیوم دینا	آج تمہارا دین کامل کر دیا ہے تو جو چیز اس دن مذہب
(اعتصام للشاطبی ص۴۹ جلد اول)	میں داخل نہ تھی وہ آج بھی دین و مذہب نہیں بن سکتی۔

(۳) مذہب اور دین کے اندر جو چیزیں فرض، واجب، مستحب، مندوب اور مباح وغیرہ کے ناموں سے یاد کی جاتی ہیں وہ سب کی سب صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم سے منقول اور موجود ہیں۔ ائمہ اربعہ کے اصول کے خلاف کوئی طریقہ اور کوئی مجلس بعد کے کسی صوفی یا مولوی نے ایجاد کی ہو اس کے مندوب اور استحباب پر زور دینا پلے سرے کی جہالت ہوگی اور اس کے تارک کو ملامت کرنا اور دشمن اسلام ظاہر کرنا بد دینی اور کھلی ہوئی گمراہی متصور ہوگی

(۴) متاخرین علماء ہند میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ایک تحقیق کا دربارۂ عید میلاد النبی ہم یہاں ذکر کر دینا اس وجہ سے ضروری خیال کرتے ہیں کہ بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاووں کے اندر تحریف کر دی ہے حتیٰ کہ بعض نے آپ کو مجوزین مروجہ میلاد النبی میں شمار کیا ہے۔ شاہ صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کی نوع یازدہم میں ایک نفیس بحث موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جب امر سیار غیر قار ہے یعنی تیزی سے گذرنے والا جس کو قرار و ثبات نہیں تو پھر شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں اور آج کے دن میں کس قدر فاصلہ ہے اور آج کے دن میں اس دن سے کیا مناسبت و اتحاد ہے؟

رہ گیا یہ شبہ کہ پھر عید الفطر، عید الاضحیٰ وغیرہ کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیئے تو یہ خیال فاسد ہے اس لئے کہ ان ایام کی خوشی سال بسال جونئی ہوتی رہتی ہے یہ بسبب رمضان المبارک کی برکت و ادائے فرائض اور ادائے فریضۂ حج وجمعہ وغیرہ کی بنا پر ہر سال اور ہر ہفتہ از سرِ نو فرحت و سرور کا باعث بنتی ہے چنانچہ جتنی شرعی عیدیں ہیں اسی اصول کے تحت آتی ہیں۔ نہ کہ نوروز و مہرجان وعید بابا شجاع الدین، وعید غدیر وغیرہ۔ آخر اس کو سوچا گیا ہے کہ آیت تکمیل دین کے دن کو نیز نزول وحی کے دن کو اور شب معراج وغیرہ کو شارع نے کیوں دن نہیں قرار دیا؟ شاہ صاحب کا یہ فقرہ فراموش نہ کرنا چاہیئے " وروز تولد و وفات ہیچ نبی راعید نہ گردانیدند" یعنی کسی نبی اور رسول کی پیدائش اور اس کی وفات کے دن کو خوشی کا دن نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا فلسفہ بیان فرماتے ہیں۔

دلاایں ہمہ ہمیں سراست کہ وہم را دخلے نباشد بدوں تجدد نعمت حقیقیہ سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم است۔

(۵) موجودہ مروجہ میلادی مجلسوں میں سب سے زیادہ جس پر مجوزین زور دیتے ہیں وہ قیام کا مسئلہ ہے۔ افسوس یہ کہ بہت سے ناواقف کار اور اچھے خاصے لکھے پڑھے بھی اس چیز کو اتنی اہمیت دیتے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ دلایل و شواہد کا اپنے خیال سے انبار لگا دیتے ہیں کہ کہا نہیں جاسکتا مگر اہل انصاف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا یاروں نے سمجھ رکھا ہے اور جو سمجھ رکھا ہے وہ غلط ہے تحقیق صرف اتنی ہی ہے کہ ان احادیث سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ قیام برائے قادم نہ قیام برائے حکایت قدوم عمل مولد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خوب سمجھ لیا جائے تفصیل کے لئے فوادی اور الآداب الشرعیہ حصہ اوّل لابن مفلح مقدسی رحمہ اللہ ملاحظہ ہو۔

خلاصہ سب کا یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلعم کے حالات زندگی، آپ کی سیرت مقدسہ معنبرہ اور آپکی لائی ہوئی شریعت کو جگہ جگہ پہونچانا، بیان کرنا، مختلف اوقات اور مختلف مہینوں میں سُنانا، پڑھنا، لکھنا اور اس کی تبلیغ کرنا کون مسلمان ہے جو پسند نہ کرتا ہو اور اس کے ثواب کا قایل نہ ہو۔ یہ خیر و برکت کے کام تحزب اور گروہ بندی کی نظر ہو کر، نفاق، شقاق،

اور کفر تک پہونچ گئے انا للہ الخ اگر مروجہ میلاد النبی کی مجلسیں اپنے تمام لوازم کے ساتھ عہد صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین میں موجود تھیں تو اس کا ثبوت قطعاً موجود نہیں ہے پھر جھگڑا ختم ہوجانا چاہیے اور اگر موجود تھیں تو اس کا ثبوت اور اس کے مستحسن ہونے کا جواز ائمہ اربعہ کی تصریحات میں پایا جانا چاہیے تھا جو افسوس موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ان کا فتویٰ ہے کہ جو چیز ہم لوگوں کے زمانہ تک دین میں داخل نہ تھی وہ ہمارے بعد بھی شریعت نہیں بن سکتی۔ واللہ اعلم

مکتوب ۶۳

جناب مولانا واحد اللہ صاحب مالدہ بنگال کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ آپ کے امور مستفسرہ سے تعجب ہوا ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ اور کانگریس میں معاہدہ ہوا جس کو لکھنؤ پیکٹ اور میثاق ملی کہتے ہیں یہ اجلاس مسٹر محمد علی جناح کی صدارت میں ہوا تھا۔ اس میں لیگ نے تسلیم کیا کہ صوبہ بنگال میں مسلمانوں کو چالیس نشستیں ملیں گی (اس وقت صوبہ بنگال کی آبادی ۵۳ فیصدی مسلمانوں کی تھی) اور صوبہ پنجاب میں پچاس فیصدی ملیں گی۔ حالانکہ پنجاب کی آبادی میں اس وقت مسلمان پچپن فیصدی تھے اور اسی طرح بہار، مدراس، بمبئی، برار میں مسلمانوں کی نشستیں تھوڑی تھوڑی بڑھادی گئی تھیں مگر اتنی زیادتی سے مسلمان ان صوبوں میں نہ اقلیت سے نکلے تھے اور نہ کسی اہم اور موثر اقلیت میں ہوئے تھے۔ یہ کھلی ہوئی سیاسی غلطی اسی لیگ نے کی جس کے ذمہ دار خود قائد اعظم ہیں۔ جمعیۃ اس وقت میں قائم نہ ہوئی تھی۔ مولانا محمد علی مرحوم مولانا ابو الکلام آزاد اور دیگر نیشنلسٹ مسلمان نظر بند تھے اسی پیکٹ کو مانٹیگو چیمسفورڈ اسکیم میں تسلیم کرلیا گیا تھا اور جب عملدر آمد ہوا اور سمجھدار نیشنلسٹ باہر آئے تو اس غلطی پر تنبیہ کیا گیا مگر خود کردہ را علاج چیست (دیکھو تاریخ مسلم لیگ ص ۱۲۸ مصنفہ اختر حسن صاحب بی اے)

اس کے بعد لیگ اور مسلم کانفرنس وغیرہ کے کنونیشن (کلکتہ ۱۹۲۸ء) میں جبکہ سر تیج بہادر سپرو

نے مخلوط انتخاب پر تقریر کرتے ہوئے کہا ۔" اگر مخلوط انتخاب جاری ہوا اور مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کی نشستیں حسب تحریر کردہ نہرو رپورٹ محفوظ رہیں اور مسلم اکثریت والے صوبوں میں تعیین نہ کی گئی تو مسلمان پنجاب میں ساٹھ (۶۰) تک اور بنگال میں ۵۰/۵۰ تک سیٹیں حاصل کر لیں گے" تو مسٹر جناح نے فرمایا کہ اکثریت والے صوبوں (پنجاب و بنگال) میں زیادہ سیٹیں دینا ایسا ہے کہ جیسے امیروں کو اور امیر کر دیا جائے۔ اقلیت والے صوبوں کو اور سیٹیں دینے میں بھلائی ہے

(دیکھو روشن مستقبل ص۳۹۵ چوتھا ایڈیشن)

الغرض خود مسٹر جناح نے ان صوبوں پنجاب و بنگال کی کونسلوں اور اسمبلیوں میں مسلمانوں کی اکثریت کی مخالفت کی اس کے بعد جبکہ گول میز کانفرنس میں نمائندے بھیجے گئے تو صرف لیگ اور مسلم کانفرنس ہی کے بھیجے گئے تھے۔ نیشنلسٹ مسلمانوں کے نمائندے ڈاکٹر انصاری وغیرہ کو گورنمنٹ آف انڈیا نے بھیجنا گوارا نہیں کیا، ان دونوں جماعتوں نے مسلم نمائندوں کو تاکید کی تھی کہ مسلمانوں کی چند شروط

حاشیہ مکتوب ۶۳ ۔ حضرت اُستاذنا و شیخنا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ معروض ذیل کا جواب بہت جلد ارسال فرما کر ہماری آپس کی جنگ وجدال کی مصالحت بلکہ اصلاح فرمائیں کیونکہ ہم سب مریض وجہلا اپنا سوال صاف لفظوں میں عرض کرتے ہیں۔

مسلم لیگ کہتی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق مثلاً پنجاب ۵۶ فیصدی اور بنگال ۵۵ فیصدی پہلے محفوظ کر لیا جائے کیا یہ کہنا اُن کا مسلم نہیں ہے کانگریس اور لیگ کے درمیان تجھ اختلاف دو امروں میں ہیں

(۱) ہندو مسلم انتخاب جُدا ہو۔ مسلمان اس پر مصر ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو ملک کا خصوصًا ہندوؤں کا اس میں کیا نقصان آجتک جو ایسا ہی ہو رہا ہے تو کیا نقصان ہے

(۲) دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ہر صوبہ میں جتنی آبادی ہے اسی قدر نمائندگی اس کو دی جائے چنانچہ بلدیات میں ایسا ہی قانون ہے مگر کونسلوں وغیرہ میں ایسا ہونا ہندوؤں کو ناپسند ہے ، کیوں ؟ مخلوط انتخاب کی صورت میں ملک کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہوگی ۔؟

آپ کا جاں نثار

محمد واحد اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ مالدہ (بنگال)

جلد دوم میں اس طرح کے بہت سے خطوط ہیں اُن کو بھی ملاحظہ کیا جائے ۔ اصلاحی

کا وہاں التزام رکھیں اور بغیر ان شروط کے کوئی معاہدہ تسلیم نہ کریں اُن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی سیٹیں کم از کم ۵۱ فیصدی ہوں گاندھی جی اور کانگریس نے جملہ شروط قبول کرلی تھیں (دیکھو بیان مسٹر محمد علی جناح مدینہ بجنور ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۸۵ ص ۷) البتہ مہا سبھائی اس کے منکر تھے اس کے بعد مسلم لیگیوں اور مسلم کانفرنسیوں نے یوروپین ایسوسی ایشن اور دیگر اقلیتوں سے معاہدہ کرلیا اور اس میں ایسی ایسی باتیں تسلیم کرلیں جو نہ صرف ان امور کے خلاف تھیں جن کا عہد کرکے وہ ہندوستان سے گئے تھے بلکہ مسلمانوں کو اکثریت والے صوبوں میں اقلیت میں لانے والی بھی تھیں یعنی اُن کو ۵۱ فیصدی بھی ان دونوں صوبوں میں نشستیں نہیں ملتی تھیں (دیکھو مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء جلد ۲۱ ص ۵)

اس پر اخبارات میں ان لیگیوں پر جن میں مسٹر محمد علی جناح بھی تھے بہت لے دے کی گئی۔ اس کے بعد کمیونل اوارڈ کو (جس میں بنگال کو ۴۷½ اور پنجاب کو ۴۹ فیصدی نشستیں دی گئی ہیں)۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے اجلاس کلکتہ اور ۲۵ نومبر کو نئی دہلی میں تسلیم کرلیا (دیکھو روشن مستقبل ص ۲۲۴ و ۲۲۷)

ہاں جمعیۃ علماء ہی وہ جماعت ہے جس نے ہمیشہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ ان دونوں صوبوں بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی نشستیں اُن کی آبادی کے موافق رہیں۔ ان میں کسی وقت اور کسی حال میں کمی نہ ہونی چاہیئے چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کے رسالہ تنقید و تبصرہ پر نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ء میں مطالبات کے ضمن میں ص ۲۳ دفعہ ۲ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ "پنجاب اور بنگال کی پوری حفاظت کردی جائے۔ کیونکہ وہ بہت تھوڑی تعداد کی اکثریت ہے" دفعہ ۷ "صوبوں کی مسلم اقلیتوں کو باہمی سمجھوتہ سے اگر اکثریت کوئی رعایت دے تو اسی نسبت سے غیر مسلم اقلیتیں بھی اپنے صوبوں میں رعایت کی مستحق ہونگی اور اس باہمی مفاہمت کا دروازہ کھلا رہنا چاہیئے۔ بشرطیکہ کوئی اکثریت اقلیت میں تبدیل نہ ہوجائے"

لاہور اور سہارنپور کے خطبات صدارت جمعیۃ علماء میں بھی اس مضمون کو فی الجملہ لیا گیا ہے خلاصہ کلام یہ کہ لیگ ہی ہر دو صوبوں میں مسلمانوں کو اقلیت میں لانے کی ذمہ دار ہے کانگریس

کو اس کا ذمہ دار قرار دینا بالکل افترا اور بہتان ہے خود کردہ را علاجے چیست

دوسرا مسئلہ انتخاب جُداگانہ یا مخلوط انتخاب کا ہے یہ مسئلہ تقریباً بیس پچیس برس سے زیر بحث چلا آرہا ہے نشستوں کے تعین کے بعد مخلوط انتخاب میں کوئی خطرہ نظر نہیں آتا۔ البتہ ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ فرقہ پرست ہندو یا مسلمان کونسلوں میں نہ جاسکیں گے۔ ہر ایک ہندو اور ہر ایک مسلمان کونسل اور اسمبلی میں جانے کے لئے غیر برادری کا محتاج ہوگا نہ ہندو مسلمانوں سے بے نیاز ہوگا نہ مسلمان ہندوؤں سے نہ ہندو گائے کی حفاظت کے نام پر ووٹ مانگ سکے گا نہ مسلمان باجا اور قربانی کے نام پر اس لئے اُمید ہے کہ وہ اتحاد جس پر آزادی موقوف ہے پائیدار رہیگا ہاں صرف یہ خطرہ رہجاتا ہے کہ ہندو صرف اسی مسلمان کو ووٹ دیگا جو اُس کے قریب تر ہو اور علیٰ ہذا القیاس مسلمان صرف اسی ہندو کو ووٹ دیگا جو اس کے قریب تر ہو۔

اس خطرہ کے دفعیہ کے لئے مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی رائے یہ تھی کہ کوئی اُمیدوار اس وقت تک کامیاب شمار نہ کیا جائے گا جب تک ½ یا ⅖ ووٹ اس کی قوم کے نہ ہوں۔ گویا مسئلہ مخلوط انتخاب اگر نشستوں کی تعین کے ساتھ ہو خواہ وہ آبادی کے موافق ہو یا موجودہ طریق پر ہو ملک کی باگ ڈور صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں نہ ہوگی اور کوئی قانون صرف ایک قوم کی خواہش کے موافق نہ بن سکے گا۔ ہاں اگر نشستوں کا تعین نہ ہو تو خطرات بہت زیادہ ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کے سوالوں کے جوابات بخوبی آگئے۔ آپ کوشش کیجئے کہ صرف آزاد مسلم بورڈ کے نمائندے کامیاب ہوں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۲ رذی قعدہ ۱۳۶۴ھ

مکتوب ۶۴

مولانا عبدالجلیل صاحب ۲۶ فیلڈ رجمنٹ لاہور گیٹ کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امور مسؤل عنہا کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) الجواب ٹیکہ لگانے اور انجکشن کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ روزہ بدن میں اس چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے جو کہ مدخل عادیہ (ان راستوں سے جن سے عادی طور پر بدن میں چیز داخل

ہوتی ہے) داخل ہو اور انجکشن اور ٹیکہ میں غیر عادی مدخل سے دوا داخل کی جاتی ہے جیسے غسل کرنے سے یا سر پر تیل لگانے سے پانی اور تیل مسامات جسم میں داخل ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ہاں اگر کوئی انجکشن ایسا عمل میں لایا جائے جس سے دوا معدہ میں براہ راست پہونچتی ہو تو وہ یقیناً روزہ توڑ دیگا مگر ایسا ٹیکہ یا انجکشن ابھی تک ایجاد نہیں ہوا۔

(۲) الجواب محترما! آپنے اس جواب کو دیکھا اور اس کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے اقتباسات نقل کر دیئے مگر یہ نہیں دیکھا کہ وہ میرا جواب کس کو لکھا گیا تھا اور کہاں لکھا گیا تھا اور کن باتوں کا جواب تھا اگر اس کی تحقیق فرماتے تو آپ کو پوچھنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور نہ مودودیوں کے ہتکنڈے آپ پر مخفی رہتے واقعہ یہ ہے کہ قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں کچھ لوگ مودودی جمع ہوگئے تھے اور اپنے عقائد اور طریقہ کا اعلان اور تبلیغ اور دعوت جاری کی تھی اُن کی ہزیانات کے متعلق ایک سوال آیا تھا جس میں منجملہ اور ہزیانات کے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کی توہین اور بے ادبی ذکر کی گئی تھی ایک یہ بھی ہزیان لکھا کہ یہ لوگ، حضرت ابوسعید صاحب کے متعلق نہایت دلخراش الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اُن کی زیارت کے متعلق نازیبا الفاظ کہتے ہیں (واضح ہو کہ) حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلۂ مشائخ چشتیہ صابریہ میں نہایت معزز اور محترم بزرگ گذرے ہیں جو کہ تقریباً ۱۱۴۰ھ میں فوت ہوئے تھے حضرت شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت شاہ محب اللہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں اُن کا مزار حضرت شاہ عبدالقدوسؒ کی خانقاہ کے قریب ایک قبہ میں ہے۔ یہ جوابی خط میں نے اسی شخص کو گنگوہ میں بھیجا تھا جنھوں نے یہ سوال بھیجا تھا۔ مدرسہ اشرفیہ کے مدرس مولوی عبدالمجید صاحب حسن پوری تھے اُنھوں نے اس خط کو شائع کر دیا۔ اب قابل غور یہ بات ہے کہ اس خط میں جو الفاظ ڈانٹ پھٹکار، کم بخت، بدنصیب وغیرہ کے لکھے گئے ہیں انھیں لوگوں کے لئے ہیں جن کے تذکرے سائل نے اپنے خط میں کئے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو کہ گنگوہ میں مودودی مسلک پھیلاتے تھے اور بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوئے اول فول بک رہے تھے۔ مودودی صاحب

کو ان الفاظ کا اپنے اوپر اوڑھنا یا مودودیوں کو اپنے امیر کو اس کا مصداق بنانا یہ اُن کا پروپیگنڈا اور ہتکنڈا ہے۔ اصل خط میں مودودی (ابوالاعلیٰ) صاحب کا نہ کوئی تذکرہ تھا نہ ابوالاعلیٰ صاحب کا جواب میں کوئی تذکرہ ہے۔ بہرحال ان الفاظ کے مصداق وہ اشخاص ہیں جنھوں نے گنگوہ میں بدزبانیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں اور اسی وجہ سے جمع کے الفاظ لائے گئے ہیں اگر مودودی صاحب کی طرف روئے سخن ہوتا تو مفرد لایا جاتا گنگوہ میں نہ مودودی صاحب موجود تھے نہ اُن کو وہاں آنے کا موقع ملا (ثانیاً) بالفرض اس کے مصداق اگر مودودی صاحب ہی قرار دیئے جائیں تو انھوں نے اسلاف کرام کی شانہائے عالیہ میں کیا کیا ہرزہ سرائی نہیں کی ہے یہ الفاظ تو نہایت ہی ہلکے ہیں۔ مودودیوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیئے یہاں تو "جزاء سیئة سیئة مثلھا" بھی نہیں کیا گیا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کا معاملہ کیا جائے۔ جب کسی کے باپ کو گالی دوگے تو کب تمہارا باپ گالی سے بچ سکتا ہے اگر کسی کو اپنے باپ کی عزت مطلوب ہے

حاشیہ مکتوب ۷۴ پہلا سوال۔ کیا ٹیکہ لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں جاہل لوگ بحث کرتے ہیں لہذا اس کا جواب چاہیئے۔

دوسرا سوال۔ ہمارے یہاں یہ بحث ہو کہ جماعت اسلامی پاکستان کے رسالوں اور اخبارات میں یہ مضمون (یعنی خط) آپکی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے مودودی کے متعلق یہ مندرجہ ذیل فقرے استعمال کئے ہیں "ایسے ٹٹ پونجیے اپنی بدبختی کے سوا کر ہی کیا سکتے ہیں" ایسے کم بخت' ایسے بدنصیب' بدبخت اور ایسے خبیثوں سے منہ لگانا ہو کیا واقعی یہ آپ کی عبارت ہو آپ کا شائع کردہ خط چونکہ لمبا تھا اس لئے اقتباسات لکھے گئے ہیں ہم یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی انھیں کے ہتکنڈوں میں سے ایک ہو جو کسی کی عبارت کو کسی کے سر منڈھ دیتے ہیں اور پھر علماء کو بدنام کرنے کا راستہ نکال لیتے ہیں جیسا کہ تھوڑا عرصہ ہوا مولانا قاسمؒ کی عبارت کو کس چالاکی سے توڑ مروڑ کر مفتی مہدی حسن صاحب دیوبند سے فتویٰ حاصل کیا اور پھر حاشیہ آرائی کی جو کہ اخبارات میں تفصیل سے آچکا ہو یہ بھی اسی میں سے ایک ہو جواب سے آگاہ فرماکر تسلی دیں تاکہ ہم ان کو جواب دے سکیں

تیسرا سوال۔ کیا واقعی آپ اس میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے جس پر لٹھے کا کفن ہو۔

سوالات مذکورہ بالا کے جوابات مفصل ہوگئے ہیں اس لئے تشنۂ تشریح نہیں رہے۔ اصلاحی

تو اس کو ضروری ہے کہ دوسروں کے آباو اجداد کی عزت اور تکریم میں کوتاہی روا نہ رکھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یسب احدکم والدیہ قالوا یا رسول اللہ ھل یسب احد والدیہ قال نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ (او کما قال) اور ٹٹ پونجیا تو کوئی ایسا شنیع اور سب وشتم کا لفظ نہیں ہے اس کے معنی کم مایہ کے ہیں جس کی تمام پونجی ٹاٹ ہو کم مایہ ہونے کا خود مودودی صاحب کو اقرار ہے۔ بہر حال یہ الفاظ اُن کے لئے نہیں لکھے گئے۔ اور نہ لکھنے کے وقت اُن کا خیال تھا یہ الفاظ فقط اُن مودودیوں کے لئے تھے جنھوں نے گنگوہ میں اودھم مچار کھی تھی مودودی صاحب کے لئے ان الفاظ کو قرار دینا یہ اُن کا اور اُن کی جماعت کا ہتکنڈا ہی ہے اور بس۔

(۳) الجواب۔ بالکل صحیح ہے یہ میرا عمل اس وقت سے ہے جبکہ ترک موالات کی وجہ سے ولایتی کپڑوں کا بائیکاٹ کیا گیا اس وقت سے میں نے آجتک دیسی ہی کپڑے پہنے اور کھدر ہی کا استعمال کیا جنازہ کی نماز جبکہ اس کا کفن غیر کھدر ہوتا پڑھانا چھوڑ دیا تھا تاکہ لوگوں کو اس سے نفرت اور دیسی مصنوعات سے اُلفت اور اُنس پیدا ہو مگر کفن اگر غیر کھدر ہوتا ہے تو میں نماز نہیں پڑھاتا ہوں پڑھ لیتا ہوں نماز نہیں چھوڑتا۔ نیز اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ملوں کے کپڑوں میں خواہ یورپ کے ہوں یا ہندوستان کے چربی ضرور استعمال کی جاتی ہے۔ کورے کپڑوں میں ضرور اس چربی کا میل ہوتا ہے البتہ دھلنے کے بعد وہ زائل ہو جاتی ہے۔ یہ چربی یورپ اور ہندوستان میں کہیں بھی پاک نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس میں خنزیر اور مردہ جانوروں اور غیر مذبوح جانوروں کی چربی ہوتی ہے۔ یورپ میں جانوروں کو مشین سے ذبح کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی ملوں میں بھی کوئی احتیاط چربی میں نہیں ہوتی اس لئے کورے کپڑے ملوں کے یقیناً مشتبہ ہیں البتہ دیسی کپڑوں میں چربی کا استعمال نہیں ہوتا ان میں ماڑی استعمال کی جاتی ہے پھر آپ ہی فرمائیے کہ ہم کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے آپ خود بھی ملوں میں جا کر تحقیق کر لیجئے۔

اب اگرچہ تبدیل صورت اور خاصیت کی وجہ سے فتویٰ پاک ہونے کا دیا جاتا ہے نیز عموم

بلوتی بھی ہے مگر کیا اس میں احتیاط مناسب نہیں ہے خصوصاً جبکہ اپنے دیس کے غریب مزدوروں اور کپڑا بننے والوں کی امداد و اعانت بھی ہو غور فرمائے کہ ان یورپین اور ہندوستانی ملوں والے سرمایہ داروں نے ہندوستانی غریب دستکاروں کو انتہائی درجہ میں مفلوک اور محتاج بنا دیا ہے۔ ایسی حالت میں غیر متمدن ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۱۱ صفر ۱۳۷۷ھ

مکتوب / ۶۵

جناب مولانا حکیم سید محمد نور العین حسن صاحب لکچرار طبیہ کالج علی گڈھ چھتاری ضلع بلند شہر کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ والانامہ بچھراؤں ہو کر دیوبند پہونچا۔ قرآن کے تراویح اور نوافل میں سنانے کی وجہ سے مشغولیت زیادہ تھی۔ کیونکہ کثرت اسفار وہجوم اشغال کی بنا پر فرصت قرآن شریف کے مدارستہ کی ایام سال میں نہیں آتی۔ یہی وجہ جواب کے تاخیر میں ہوئی۔ میں وسط شعبان میں بوجہ تعطیل رمضان المبارک سلہٹ سے روانہ ہو گیا تھا۔ راستہ میں مختلف مقامات پر جلسوں کی وجہ سے جانا ضروری تھا۔ دیوبند میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے نواسی اور نواسہ کی شادی تھی اس لئے ۲۳ شعبان کو یہاں پہونچا اور بعد از فراغ از عقد مرادآباد بچھراؤں وغیرہ جاکر ۲۹ شعبان کی شام کو دیوبند پہونچ گیا تھا اس وقت سے اب تک یہاں ہی مقیم ہوں اور یکم شوال تک یہاں قیام رہے گا بعد ازاں قرب وجوار یعنی گنگوہ نانوتہ تھانہ بھون وغیرہ ہوتا ہوا دس یا بارہ شوال کو بچھراؤں سے روانہ بسوئے سلہٹ ہو جاؤں گا (انشاء اللہ العزیز) المعراج ایک مضمون میں نے منیجر سیاست کی طلب پر لکھا تھا ان کا خط سلہٹ میں آیا تھا کہ ہم ۲۷ رجب کو ایک پرچہ مخصوص معراج کی نسبت نکالنا چاہتے ہیں تو بھی اس میں کچھ لکھ۔ باوجود عدیم الفرصتی میں نے کچھ مضمون ہیئتہ قدیم وجدید کے موافق لکھا تھا جس کو انھوں نے ۲۷ رجب کے پرچہ میں غالباً

نہیں نکالا بلکہ ۱۵ اور ۱۷ شعبان کے دو پرچوں میں شائع کیا - میں عدیم الفرصتی کی وجہ سے مسودہ کو مبیضہ بھی نہیں کر سکا تھا بلکہ مسودہ ہی کو باوجود قطع و برید اُن کے پاس بھیجدیا تھا اور لکھدیا تھا کہ اگر آپ کو مناسب معلوم ہو تو اُس کو شائع کریں مگر دو تین کاپیاں میرے پاس بھیجدیں ورنہ کالائے بد بریش خاوند مجھ کو واپس کردیں - اُنھوں نے اس کے بعد مجھ کو کوئی اطلاع نہیں دی جب آپ نے لکھا تو میں نے تلاش کیا دارالاخبار مدرسہ میں دونوں پرچوں میں یہ مضمون مکمّل مل گیا - البتہ غلطیاں کاتب کی ضرور ہیں - آپ ان دونوں پرچوں پر غائرانہ نظر ڈالیں آپ اگر اس کو اس قابل دیکھیں کہ رسالہ کی صورت میں ہو تو فبہا ورنہ اُس کو زوایا رنسیان میں محو ہوجانا ہی مفید ہوگا - اس میں شک نہیں کہ موجودہ سائنس اور گذشتہ فلسفہ سے اس پر خاص طور کی روشنی ڈالی گئی ہے اگرچہ یہ مضمون بدیں نوعیت میری نظر سے اب تک نہیں گذرا تھا -

موجودہ مشائخ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا عزیزالرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ دیوبند، مولانا انورشاہ صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب یہ جملہ حضرات ہر قسم کے کمالات کے حاوی ہیں بعض مسائل میں بعض حضرات کا مخالف ہونا دوسری بات ہے اس لئے ان بزرگوں میں سے استخارہ مسنونہ مکرر کرلینے کے بعد تعلق پیدا کرنا مفید اور ضروری ہے - میری عرض سابق کا مقصد یہی تھا کہ کم از کم قول الجمیل کی تعریف کے مطابق کوئی شیخ تلاش کریں، مجھ جیسے ناکارہ و نالایق کی طرف آپ کی نظر انتخاب کا اُٹھنا قباحت سے خالی نہیں ہوسکتا - بلکہ غیر قابل تلافی خطا ہے - حقیقت میں یہ ظاہری سجادہ نشین اکثر گمراہ کنندہ ہیں اور کسی طرح قابل بعیت نہیں - اسی لئے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے - علی البصیرۃ کام کیجئے

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از دیوبند آستانہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

۲۸ رمضان المبارک

حاشیہ مکتوب ۶۵ (۱) اس والانامہ میں معراج کے جس مضمون کا ذکر کیا گیا ہے صاحبزادہ محترم مولانا اسعد صاحب نے اپنے مکتبہ دینیہ کے اہتمام سے (باقی صفحہ آئندہ پر)

مکتوب ۶۶

وما المال والاهلون الا ودیعة ولا بد یوما ان ترد الودائع

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة ٥ واولئک ھم المھتدون ٥

میرے مکرم محترم زید لطفکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپ کا والا نامہ پہونچا۔ دلریش[۱]

احوال معلوم ہوئے - اگرچہ آپ اور والدین ماجدین سلمہما اللہ تعالیٰ وبلغہما علیٰ ذروۃ المرادات

بقیہ حاشیہ مکتوب ۶۵ - ایک مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا ہے جو مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارن پور سے مل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مجموعہ "ارشادات" میں بھی یہ پورا رسالہ شامل ہے۔

(۲) حضرت حکیم صاحب مدظلہ کے ہر دو والا نامے جلد اول اور دوم میں شائع نہ ہو سکے اب احقر نے بالقصد نہیں کیا تھا بلکہ خطوط کے انبار میں وہ اس طرح ادھر ادھر ہو گئے کہ ترتیب کے وقت اُن کا دھیان بھی نہ رہا جس کا مجھ کو خود افسوس ہے اور حکیم صاحب کو بھی جائز شکایت کا حق پہنچتا ہے مگر موصوف کا خیر سے محروم کر دینا اور خط وکتابت کے سلسلہ کو بند کر دینا مدنی برادری کے اخلاق کے منافی ہے خدا کا شکر ہے کہ میں آج حکیم صاحب کے قرضہ سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔ میری مشکلات کا صحیح اندازہ بہتوں کو نہیں ہے اس لئے نہ جانے کیا کیا رائیں احباب قائم فرماتے رہتے ہیں - اللہ ہم کو اور ان کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین - اصلاحی۔

[۱] ریش بیائے مجہول - بمعنی جراحت وبمعنی مجروح وزخمی

خود اچھی طرح واقف اور ذی علم ہیں مگر بحکم وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ کچھ عرض کرتا ہوں مرحومہ کا صدمۂ مفارقت آپ حضرات کے لئے واقعی میں کوئی معمولی صدمہ نہیں ہے مگر ہم کو بوجوہ ذیل سے صدمہ ہونا بے جا ہے۔

(۱) ہم بارگاہ خداوندی سے اس عالم میں تن تنہا آئے ہیں۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا محض خدا کی مِلک ہی ہماری حفاظت و حراست میں چند دنوں کے لئے امانتاً یہ اشیاء رکھدی گئی ہیں اور ہم کو انتفاع کی بھی اجازت دیدی گئی ہے، نہ ہمارے اعضا ہمارے ہیں اور نہ خارجی نعمتیں ہماری ہیں اس لئے امانت رکھنے والا جبکہ اپنی چیز ہم سے خود لیتا ہے تو ہم کو اپنی سبکدوشی پر ممنون احسان ہونا چاہیئے اور شکر اور خوشی کرنا چاہیئے یا رنجیدہ ہونا چاہیئے۔ ہم دنیا میں تو تمام عقلا کو امانت کے دینے پر خوشیاں مناتے ہوئے دیکھتے ہیں اور جو شخص کچھ بھی ٹال مٹول امانت کے واپس کرنے میں کرتا ہے سب اُس پر تھو تھو کرتے ہیں۔ خائن بتلاتے ہیں۔ بے ایمان کہتے ہیں۔ کیا دنیاوی امانتوں کا یہ حال ہو اور خدا کی امانت میں وہ حال۔ ذرا غور فرمایئے۔ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى۔

(۲) محبوب اور معشوق اگر کوئی چیز لے لیتا ہے یا طلب کرتا ہے تو خوش قسمتی سمجھی جاتی ہے کہ اُس نے خاص لطف و کرم کیا کہ ہماری چیز قبول کرلی۔ اگر کچھ نقصان کردیتا ہے تو لیلیٰ کے کاسہ توڑ دینے کی طرح مجنونان محبت کے لئے رقص و سرود کا باعث ہوجاتا ہے۔ بادشاہان دنیا اور اُمراء عالم فانی کا بڑے سے بڑے مال کو اختیار کرلینا ہر طرح باعثِ عظمت شمار کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہمارا محبوب حقیقی ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ اس نے اگر ہماری کوئی چیز لے لی ہے تو جائے شکر و سُرور ہے یا جائے حُزن و الم ہے۔ ہم کو مثل قیس بنی عامر رقص کرنا چاہیئے

(۳) رنج و الم کرنے سے وہ جُدا ہونے والا محبوب ہم تک واپس نہیں آسکتا بلکہ ہمارا دل و دماغ خراب ہوتا ہے اور ہمارے بہت سے اعمال مثل گریہ با آواز وغیرہ اُس کی تکلیف کے اسباب بن جاتے ہیں اس لئے عاقلانہ کارروائی اختیار کرنا چاہیئے ایسی صورتیں ہونی چاہئیں کہ اس کو بجائے صدمہ راحت اور بجائے حُزن سرور ہو۔ خیالات کو منقسم کرتے ہوئے اُس کی مغفرت کی دُعا کریں۔ کلماتِ

طیبہ اور ادعیہ سے اُس کی فریاد رسی کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مُردہ کو زندوں کی دُعا و استغفار کا اس سے بھی زیادہ انتظار ہوتا ہے جتنا کہ ڈوبنے والے کو رسّی اور دوسری بچانے والی چیزوں کا۔

(۴) خداوند کریم کی مرضی پر بندوں کو راضی ہونا ضروری ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ غم و حزن کرنا جزع و فزع ظاہر کرنا علامت اس کی ہے کہ ہم کو اُس کی مرضی پر خوشنودی نہیں بلکہ اُس کے افعال و تقادیر پر اعتراضات ہیں ہم کو دنیاوی حکام کی رضاجوئی کا تو خیال رہتا ہے اور اُن کی خوشنودی کو سب پر مقدم کرتے رہتے ہیں۔ اپنی مرغوبات کو اُن کی وجہ سے بالائے طاق رکھ دیتے ہیں مگر خداوند کریم کی مرضی اُس کی تقدیر اُس کے ارادہ پر صراحۃً یا کنایۃً اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ معاذاللہ

(۵) صبر کا ثواب اور اُس کا کمال صدمہ کے اوائل ہیں ہے۔ زمانہ دراز گذرنے کے بعد تو طبعی طور پر صبر آہی جاتا ہے۔ لہذا وہ عظیم الشان خُلقِ صبر جس کی تاکید اور تعریف میں قرآن شریف میں تیس آیتوں سے زیادہ آیات موجود ہیں اُس کو اور اُس کے ثواب کو ہرگز ضائع ہونے دینا چاہیے

الصبر عند الصدمة الاولیٰ

الغرض میں آپ سب حضرات کے اوقات ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ آپ مرحومہ کے لئے باقاعدہ ایصال ثواب کی صورتیں کریں۔ دعا استغفار، تلاوت، مال وغیرہ سے اُس کی مدد فرمائیں یہ اصلی اور سچی محبت ہے اسی میں سب کا نفع ہے میں بھی دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم مرحومہ کے لئے ہر قسم کا سامانِ رحمت و مغفرت مہیا فرماتا ہوا پس ماندوں کو نہ صرف صبر جمیل بلکہ نعم البدل جلد از جلد عطا فرمائے آمین والد صاحب، والدہ صاحبہ دام مجدہما، حافظ حمید اللہ صاحب اور دیگر واقفین پُرسان حال کی خدمت اقدس میں سلام مسنون عرض کردیں اور دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

از سلہٹ خلافت آفس

۱۳ ر رجب ۱۳۴۳ھ

مکتوب ۶۷

جناب منشی محمد حسن ابراہیم صاحب کاوی بھروچ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میرے محترم مختلف وجوہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کراچی سے سفر کیا جائے اگر اس طرف سے نہ جانا ہوا اور بمبئی ہی سے جانا ہوا تو پھر جی آئی پی والے چاہتے ہیں کہ میں اُن کی لائن سے سفر کروں۔

آپ نے جو حصص وقف کے ارسال فرمائے ہیں ان میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ لوکل ضروریات کو مقامی اشخاص زیادہ جانتے ہیں مولانا محمد حسین صاحب سے آپ کیوں نہیں رجوع فرماتے۔ وہ صاحب علم وسیادت ہیں اُن کے قول اور رائے پر اعتماد کیجئے۔ میں سخت گنہگار ہوں اور نالائق ہوں مجھ کو دعوات صالحہ سے یاد فرماتے رہیں۔ میں بھی آپ کے لئے دعا کروں گا۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۱ر شوال ۱۳۴۹ھ

مکتوب ۶۸

محترم المقام زید عنایتکم۔ آپ کے گاؤں والے میری شرکت کا حکم کرتے ہیں۔ میں یہاں سے شریک ہوں۔ سب کو نماز کی تاکید کرتے رہیئے اور خود بھی کسی وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ہرگز کمی نہ کیجئے۔ اللہ کا ذکر جس قدر ہو سکے کرتے رہیئے دنیا کی زندگی ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے آخرت کی فکر سے غافل نہ ہوجیئے۔ جو جو نام آپ نے لکھے ہیں قواعد نحو وصرف کے موافق نہیں ہیں۔ مگر چونکہ اُس کے تمام الفاظ عربی نہیں ہیں اس لئے اُس کے اندر قواعد نحو وصرف کی تلاش بھی غلط ہے لفظ انجمن عربی نہیں ہے لہذا دوسرا نمبر یعنی انجمن ملت ابراہیم کاوی زیادہ مناسب ہے۔ لفظ حنیفت کا اس موقعہ میں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۱ر محرم الحرام ۱۳۵۲ھ

مکتوب ۶۹

آپ کا فتویٰ دار الافتار میں بھیجدیا گیا تھا اور جواب بھی لکھا ہوا آگیا تھا مگر اس میں کچھ خامی رہ گئی تھی اس لئے میں نے اس کو مولانا المفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں دوبارہ بھیجا ہے جواب آجانے پر بھیجوں گا آپ جلدی نہ کریں۔ دیر آید درست آید۔

آپکے اجلاس جمعیۃ علمار بھروچ کی خبریں اخباروں میں آگئی ہیں۔ جزاکم اللہ تعالےٰ اس کی اشاعت اور توسیع ہونی چاہیئے۔ علمار کو متنبہ کرنا چاہیئے والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

مکتوب ۷۰

میرے محترم بھائی زید عنایتکم - مجھ کو خود شوق ہے کہ میں کاوی آؤں۔ مگر کیا کروں طلبا رکا حرج ہمیشہ روکتا رہتا ہے اگر زندگی باقی ہے تو انشار اللہ پھر کسی وقت حاضر ہونگا۔ ڈابھیل میں بہت سے علمار کرام کا مجمع ہے راندیر میں بہت سے علمار کرام موجود ہیں اُن کے مواعظ اور نصائح سے کام لیجئے سب کو نماز پڑھنے کی سخت تاکید کردیں۔ خبردار خبردار ایک نماز بھی کسی کی فوت نہ ہو۔

والسّلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۱ صفر ۱۳۵۵ھ

مکتوب ۷۱

محترم المقام زید مجدکم - میرے خیال میں کانگریس کا ممبر ہر مسلمان کو ہونا ضروری ہے مگر یہ درست نہیں ہے کہ وہ اسلامی ضروریات اور مذہبی فرائض میں کوتاہی کرے آزادی کی رائے رکھتے ہوئے

حاشیہ مکتوب ۷۱ - محترمی و مکرمی مرشدی وسندی قبلہ باپو شیخ الہند ثانی مولانا حسین احمد صاحب۔ بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ صوبہ بمبئی کے تمام اضلاع لوکل بورڈ اور میونسپلٹیوں میں اکثر کانگریسی جماعتیں برسر کار آتی ہیں۔ اور مخالف بینچوں پر مسلم لیگ کے ارکان نظر آتے ہیں۔ صوبہ بمبئی کا ماحول ایسا نازک ہے کہ اکثر اضلاع میں جمعیتی مسلمان کانگریس کا باضابطہ ممبر ہو کر مسلمانوں میں لب کشائی نہیں کرسکتا اگر کانگریس کا ممبر نہ ہو لیگی بھی نہ ہو محض جمعیتی ہو تو کچھ گنجائش رہتی ہے۔ دوسری طرف کانگریسی حضرات کا یہ طریقہ ہے کہ لوکل بورڈوں (باقی بر صفحہ آئندہ)

جیسا کہ کانگریس کا فنڈامنٹل ہے اس کا ممبر ہونا چاہیئے ۔ مذہب اسلام میں پوری طرح سخت اور مضبوط رہنا چاہیئے ۔ ہاں لیگیوں کی غلط چالیں اور برباد کرنے والی روش سے احتراز ہونا چاہیئے ۔ تدبیروں سے کانگریس کے ہر شعبہ میں اپنی اکثریت اور قوت پیدا کرنی چاہیئے ۔ اگر کسی میٹنگ میں کثرت رائے سے مغلوب ہو جائے تو بھی اپنی آزاد مخالفت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور مغلوب ہوتے وقت اعلان کر دینا چاہیئے کہ اپنی رائے میں محفوظ رکھتا ہوں کھلے اجلاس میں پیش کروں گا ۔

اگر تصویر کا مسئلہ پیش ہو تو صاف کہدینا چاہیئے کہ مذہب اسلام کسی جاندار کی تصویر کی اجازت نہیں

بقیہ حاشیہ صـ گذشتہ ۔ اور میونسپلٹیوں کے جو مسلمان خواہ جمعیتی ہوں یا غیر جمعیتی کانگریس کے پلیج پر دستخط کردے وہی ماتحت کمیٹیوں میں آسکتے ہیں ۔ نیز جو مسلمان کانگریس پلیج پر دستخط کردے وہ پارٹی کی نجی میٹنگ میں تو مسلمانوں کے مفاد اور اسلامی شریعت کو مدنظر رکھ کر کچھ بحث کر سکتا ہے لیکن یہ خانگی میٹنگ میں کثرت رائے سے (جو حقیقت میں کانگریسی ہندوؤں کی ہوتی ہے) جو بات طے ہو جائے اس کے خلاف لوکل بورڈ کے کھلے اجلاس میں کانگریس پارٹی کے خلاف لب کشائی کا حق نہیں رکھتا ۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ جب کسی تجویز پر خاموشی اختیار کی جاتی ہے تو تمام مسلمانوں میں اس جمعیتی کے خلاف خوب شور برپا ہوتا ہے نیز جب کوئی بات شریعت کے خلاف اور مسلم مفاد کے خلاف پیش کی جائے اور جمعیتی ممبر محض پلیج پر دستخط کرنے کی وجہ سے خاموشی اختیار کرلے یہ غیرت اور خودداری نیز جذبۂ اسلامی کے بھی خلاف ہے ۔ مثلاً اسکولوں میں گاندھی جی کی تصویریں آویزاں کی جائیں یا مسٹر جناح کی ۔ اب کانگریس کا طریقہ کار اس کی تو اجازت دیتا ہے کہ خانگی مجلس میں مخالفت کیجئے مگر جب خانگی مجلس میں کثرت رائے سے یہ بات طے ہو کر لوکل بورڈ کے کھلے اجلاس میں پیش کی جائے تو اس جمعیتی ممبر کو حق نہیں کہ وہ اس تجویز کی مخالفت کرے لہٰذا براہ کرم آپکی جانب سے اس بارے میں رہنمائی فرمائی جائے تو ممنون ہونگا ۔

والسلام ۔ محمد حسن ابراہیم کاوی صوبۂ گجرات بمبئی ۱۹ شعبان ۱۳۶۰ھ

جناب منشی محمد حسن ابراہیم صاحب کاوی حضرت اقدس مدظلہ العالی کے مرید اور ۲۱-۱۹۲۰ء میں ترک موالات کے پرزور حامی تھے جس کی بنا پر سابرمتی جیل گئے اور وہاں حضرت اقدس بھی جیل میں تھے حضرت ہی سے قرآن مجید پڑھا اور مدنی زندگی پر نثار ہو گئے ۔ جیل کے اندر حضرت کی کرامتیں ، ریاضت اور مجاہدہ حسن سلوک اور پدرانہ شفقت دیکھ کر اس درجہ متاثر ہوئے کہ کوئی اور دوسرا ان کی نظر میں نہیں تھا اور نہ ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اس شیخ کامل کے تصوف و سلوک کا ماحصل بس اسی قدر ہے کہ "باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار" جو الحمد للہ دیگر مشایخ کی صف میں ہمارے حضرت کا امتیازی مقام ہے ۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ اصلاحی

دیتا اس لئے ہم اس کے مخالف ہیں گاندھی کی تصویر ہو اور نہ جناح کی۔

بہر حال سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیئے اور کوشش ہونی چاہیئے کہ کانگریس کے ہر شعبہ پر ہم چھا جائیں ورنہ کم از کم ہماری آواز موثر آواز ہو خود بھی شریعت پر مضبوط رہیئے اور اپنے رشتہ داروں اور احباب کو بھی مضبوط کیجیئے نماز اور جماعت پنجگانہ کا بہت خیال رکھئے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ، رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

مکتوب ۷۲

مولوی غلام رسول صاحب راولپنڈی (پاکستان) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ مورخہ ۱۰ ؍ ۱۱ باعث سرفرازی ہوا۔ ہجوم احزان وہموم کے لئے ہر نماز کے بعد سات مرتبہ سورہ الم نشرح اور سوتے وقت ستر مرتبہ یہی سورت اول وآخر درود شریف پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں۔ تنگدستی اور قرض کے لئے مندرجہ ذیل عمل ہمیشہ جاری رکھیں۔

(۱) بعد نماز عشا تنہا بیٹھکر یا وہاب چودہ سو چودہ بار پڑھ کر یہ دعا ایک سو مرتبہ پڑھا کریں "یا وھاب ھب لی من نعمۃ اللہ نیا والاٰخرۃ انک انت الوھاب۔ اول وآخر تین تین مرتبہ درود شریف ہو۔

(۲) بعد نماز صبح سورۂ اذا جاء نصر اللہ ۲۱ مرتبہ بعد ظہر ۲۲ بعد عصر ۲۳ بعد مغرب ۲۴ اور بعد عشا ۲۵ مرتبہ اول وآخر تین تین مرتبہ درود شریف ہوا کرے۔ مداومت پر انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوگی۔ نماز باجماعت اور اتباع شریعت اور ذکر میں کوتاہی نہ کریں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۲۴ ؍ شوال ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۷۳

مولانا سید عبد الخالق صاحب سلہٹ (پاکستان) کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آثار ذکر خواہ انوار ہوں یا الہامات وکشف وکرامات وغیرہ خود بخود ظاہر ہوں تو بیشک معین ومددگار ہیں اگرچہ بندی کو لبھانے اور متوجہ کرنے کے لئے عموماً ہوتے ہیں۔ اسلاف کرام کا قول ہے "تلك خيالات تربى بها اطفال الطريقة" مگر ان کو طلب کرنا اور نہ حاصل ہونے پر غمگین ہونا اور مایوس ہونا سخت غلطی ہے۔ ہم عبید ہیں ہمارا کام عبودیت اور امتثال حکم ہے عاجزی اور نیازمندی سے خواہ ہمت افزائی اور اجابت ہو یا نہ ہو ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم ۔۔۔ بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

انشاء اللہ دیر یا سویر ایک نہ ایک دن شنوائی اور کامیابی ہوگی۔

ذکر اور مراقبہ کے عمل میں لانے اور مداومت کرنے میں خواہ کتنی ہی مشقت علی النفس پیش آئے کوتاہی کو راہ نہ دینا چاہئے۔ صبر اور استقلال کو کام میں لانا چاہیئے جس شخص کا سلوک مثل قرن اول ان امور سے خالی ہو اس کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اسلاف کرام اعلیٰ اور اولیٰ فرماتے ہیں۔ دل لگانا اور اخلاص سے کام کرنا ضروری ہے۔

حاشیہ مکتوب ۷۳۔ اس والا نامہ میں بڑے ہی کام کی بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مردوں اور عورتوں کی تعلیم سلوک میں فرق رکھنا ضروری ہے اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ذکر و شغل کا سلسلہ عورتوں کے اندر بھی جاری ہونا چاہیئے جس کی بڑی کمی ہے۔ حسب تصریح سوانح قاسمی حضرت نانوتویؒ کی رفیقہ حیات کی زندگی کا یہ عالم تھا کہ بعد نماز صبح سر پر اور منہ پر اپنا دوپٹہ ڈال کر ہلکی ضربے ذکر کیا کرتی تھیں' آندھی ہو مینھ ہو' سردی ہو گرمی ہو اس میں بال برابر فرق نہیں آتا تھا" ص ۵۱۹۔ سبحان اللہ۔ حضرت حافظ احمد صاحبؒ و مولانا قاری محمد طیب صاحب اسی اصل کی صحیح فرع ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبھوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ اسی جلد میں کسی جگہ پر موجود ہے کہ ہمارے حضرت اقدس مدظلہ العالی نے بھی اپنی صاحبزادی کو ذکر کی تعلیم دی ہے اور اس پر تاکید بھی فرمائی ہے اور یہ سلسلہ قائم ہے فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون۔

عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اس لئے اُن کو تعلیم سلوک ہلکی اور خفیف ہونی چاہیئے اُن کے ذمہ تربیت اولاد اور خدمتِ زوج ہے اس میں کوتاہی نہ ہونی چاہیئے۔ احوال قویہ کی وہ متحمل نہیں ہوسکتیں اس لئے صرف ذکر لسانی پر اکتفا ہونی چاہیئے۔

الفاظ بیعت میں اگر ضرورت ہو تو یہ تفصیلی چیزیں داخل کر سکتے ہیں ورنہ اجمالی الفاظ عہد اتباع شریعت کے کافی ہیں۔ بنگلہ زبان میں تمام الفاظ بیعت کا ترجمہ کرنا زیادہ تر مناسب ہے سالک کو ترقی دینے میں جبکہ اس کو بارہ تسبیح یعنی ذکر جہر کے آثار پیدا ہو جائیں اور گریہ کا غلبہ ہونے لگے، دُنیا سے بے رغبتی اور اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ پیدا ہو جائے اور پاس انفاس جاری ہو جائے تو ذکر قلبی تعلیم فرمایئے جب ذکر قلبی جاری ہو جائے تب مراقبہ تعلیم کیجئے۔ ضیاء القلوب، امداد السلوک صراط مستقیم مطالعہ کیجئے، سینہ کا درد انشاء اللہ جاتا رہے گا بوقت تکلیف سورہ فاتحہ سات مرتبہ مع بسم اللہ پانی پر پڑھکر پینا اور پلانا بہت مفید ہے۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۴۲

جناب حضرت مولانا سید حبیب محمود صاحب مدرسہ شرعیہ مدینہ منورہ کے نام

ہمارے بھتیجے سید حبیب ابن سید محمود	الی ولدنا المحترم السید، حبیب محمود
سلمہٗ۔ سلام مسنون	سلمہ اللّٰہ تعالیٰ و بلغہ علی مناہ۔ آمین
ہم بحمد اللہ بخیریت ہیں اور امید ہے کہ تم	غب اھداء السلام فلا یخفی علیکم انا
لوگ بھی بعافیت ہوگے۔	بفضل اللّٰہ تعالیٰ بکل خیر۔ نوجوان

حاشیہ مکتوب ۴۲۔ راقم الحروف کے پاس ایک قلمی قرآن مجید تھا۔ شاہ سعود والی حجاز و نجد خلد اللہ ملکہ جب ۱۹۵۵ء دسمبر میں ہندوستان تشریف لائے اور اپنی داد و دہش اور فیاضی سے گذشتہ بادشاہان اسلام پر سبقت لیگئے اور اس سخاوت کی شہرت دور و قریب پہونچی تو بعض لوگوں کے اصرار سے جبکہ شاہ موصوف کی روانگی کا وقت آچکا تھا ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء کو وہ قرآن مجید پنڈت جواہر لال نہرو۔ وزیر اعظم کے نام رجسٹری کر دیا گیا کہ اس کو (باقی آئندہ صفحہ پر)

تکونوا انتم وعائلتکم کذلک بخیر. وحیث ان اخانا المحترم الشیخ نجم الدین الاصلاحی دام فضله وعلاه من خواص الاحباب ومن خلص السادات کتب الیکم مکتوبًا وهو فی طے هذا المکتوب فالمرجو منکم ان تسعوا قدر الامکان فی اسعاف مرامه ولا تقصروا فیه جزاکم الله خیر الجزاء وخلاصة المرام ان حضرته لدی ورود حضرة جلالة الملک خلد الله سلطانه الدیار الهندیة قدم لجلالته هدیة وهی مصحف قلمی قدیم بخط حسن انیق معجب رجاء المکارم الملوکیة والی الساعة لم یتشرف بشیء من حسن توجهاته الملوکیة فمهما امکن تستخبروا عنه وتستعطفوا

دینی بھائی نجم الدین اصلاحی ہمارے مخصوص احباب میں سے ہیں جنھوں نے آپ کو ایک خط لکھا ہے - جو ہمارے اس خط کے ساتھ ہے - مجھ کو اُمید ہے کہ حتی الامکان پوری سعی مقصد کے لئے کی جائے گی وہ مقصد یہ ہے کہ جب جلالۃ الملک شاہ سعود خلد اللہ ملکہ ہندوستان تشریف لائے تو موصوف نے ایک نہایت عمدہ قلمی قرآن مجید جو بادشاہوں کے لائق تھا پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند کے ذریعہ پیش کرنے کو بھیجا، عرصہ ہوگیا مگر اب تک اُس کا کوئی پتہ نہ چلا - لہذا ہر ممکن طریقہ پر اس کا پتہ لگاؤ - کیونکہ نجم الدین اصلاحی زبردست علماء میں سے ہیں جو شاہی توجہ کے محتاج ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - شاہ کی خدمت میں پہونچا دیا جائے اور رجسٹری خط بھی وزیر اعظم موصوف کو اور سفیر حکومت سعودیہ جناب فوزان صاحب کو لکھ دیا گیا۔ مگر صدائے برنخاست - بعد کو مختلف ذرائع سے پتہ لگایا گیا کوئی صحیح پتہ نہ چلا کہ قرآن مجید کہاں پہونچا - ایک اجمالی علم یہ ہوا کہ اس طرح کے جملہ ہدایا و تحائف بعد کو شاہ کی خدمت میں بھیجدیئے گئے خدا کرے ایسا ہی ہو ورنہ اگر اس کے برعکس ہوا (جس کا امکان زیادہ ہے) تو حد درجہ سوہان روح حادثہ ہے اللہ تعالےٰ معاف فرمائے اور صبر دے اسی کے لئے حضرت اقدس مدظلہٗ نے مدینہ طیبہ اپنے بھائی صاحب اور بھتیجہ مولانا سید حبیب صاحب سلمہٗ کو لکھا تھا مگر یہاں سے بھی کوئی جواب بدقسمتی سے نہ آسکا - انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ" شکر ہے کہ نومبر ۵۵ء میں سفیر ہند جدہ کا گرامی نامہ آیا کہ قرآن مجید جدہ میں پہنچ چکا ہے اب یہاں سے شاہ سعود خلد اللہ ملکہٗ کو بھیجا جا رہا ہے۔ رسید کا انتظار ہے۔

له وهو من اجلة العلماء المتقين المستحقين للانظار السلطانيه -

هذا وقد جاء نا مكتوب من بعض الاحباب اهل افريقه ان جماعة من رفقاءهم سيردون المدينة المنورة بعد العيد بالطيارة ويريدون هُنالك القيام بالمدرسة الشرعية فالمرجو منكم اذا وردوا تخلوا لهم خلوتين حسبما يشتهون وترجحهم حسب العادة وتاخذوا بخواطرهم ما امكن

هذا وسلموا منّا على والدكم العزيز والوالدة المحترمة والاخوات المصونات وجميع من يلوذ بكم ومن عندنا يسلم عليكم ولدنا اسعد وانا ترمضت هذه السنة باسام الهند ببلدة بانس كنڈی من مضافات کچھار والعائلة كلهم بديوبند وكلهم بخير يسلمون عليكم هذا ودمتم سالمين بغاية الفرح والسرور والسلام ختام.

الداعی لكم حسين احمد غفرله فى ۸ من رمضان المبارك - من بانس کنڈی کچھار (آسام)

ہمارے پاس افریقہ کے بعض دوستوں کے خطوط آئے ہوئے ہیں اور وہ عنقریب بعد عید مدینہ منورہ ہوائی جہاز سے پہونچیں گے - وہ مدرسہ شرعیہ میں قیام کے خواہشمند ہیں - مجھ کو امید ہے کہ اُن کی خواہش کے مطابق دو کمروں کا انتظام کردیا جائے گا - اور جیسا کہ آپ حضرات کا معمول ہے اُن کی راحت کا خیال رکھا جائے گا -

والسلام (مولانا) حسین احمد غفرلہٗ

۸ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

بانس کنڈی آسام

مکتوب ۷۵

جناب مولانا احمد میاں صاحب انصاری مدرسہ رحمانیہ فیض آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - جوابات حسب ذیل ہیں -

(۱) پاخانہ اور پیشاب کے وقت میں صرف ذکر لسانی ممنوع ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بھی ممنوع نہیں لہذا سانس کا ذکر یا قلب یا روح یا سر یا خفی یا اخفی کا کسی طرح نہ ممنوع ہے اور نہ مکروہ یہ آپ کا توہم ہے شریعت سے اس کو تعلق نہیں -

(۲) میں کوئی بڑا القاب نہ آپ کو لکھتا ہوں اور نہ میری عادت ہے مدار بڑائی کا قبولیت خداوندی پر ہے نہ عمر پر نہ علم پر نہ عمل پر - "پیا جسکو چاہیں سہاگن وہی ہے" ع

تا یار کرا خواہد و کرا طلب دوست

اگر اس نے قبول کر لیا تو زہے قسمت ورنہ کچھ ٹھکانا نہیں قبول کرے تو قراب الارض والسماء خطائیں اور معاصی ایک دم میں صاف ہو جائیں بلکہ حسنات بن جائیں (اولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات) نہ قبول فرمائے تو جبال حسنات ذرہ سے بھی چھوٹے ہو جائیں بے نیاز اور بے پروا سرکار ہے پھر کیا چارہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو

حاشیہ مکتوب ۷۵ - پیشوائے راہ شریعت وہادی دین متین دام ظلکم العالی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عرصہ سے آنجناب کی خیریت معلوم نہیں ہوئی تردد ہے خود ارادہ کئی بار ہوا لیکن اپنی کاہلی سے رہ گیا اب چونکہ اپنا مطلب پڑا یعنی چند امور دریافت طلب جمع ہو گئے سو آمادہ ہو گیا -

(۱) ذکر رفع حاجت کے موقع پر جیسا کہ آنجناب نے تحریر فرمایا گو جائز ہے دوسرے بھی سجادہ رنگیں کن الخ کے لحاظ سے بھی دم مارنے کی جا نہیں لیکن خاص بیخانہ کے وقت ذکر قلبی بھی کرتے ہوئے میری کم بخت طبیعت منقبض ہوتی ہے اور دل نہیں گوارا کرتا اس کا کیا علاج کروں؟ (۲) آنجناب خط میں کوئی بڑا القاب تحریر نہ فرمایا کریں کبر پیدا ہوتا ہے - ایسے ہی جب آنجناب نے دعا کے لئے لکھا تو نفس کو اچھا معلوم ہوا اور عجب و کبر آ گیا - حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاروق اعظم سے دعا کرائی رضی اللہ تعالی عنہ لیکن مجھ بدنصیب کا عجیب حال ہے اس کا کیا علاج کروں؟ ذکر و درود الحمد للہ بپابندی وقت چلا جا رہا ہے "ولا فخر" اگرچہ نفس کو اس کے ثمرات کے حصول کی (باقی آئندہ صفحہ پر)

برا سمجھیں۔

یقیناً ذکر و شغل پر مداومت ہونی یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ مگر ثمرات جس کی نفس خواہش کرتا ہے اگر وہ انوار، الہامات، کشوف، رویار صادقہ وغیرہ اشیاء ہیں تو انتہائی غلطی ہے۔ غیر اللہ کا قصد کرنا اور اُن کی خواہش ہونی اولین گمراہی ہے ؎

دنیا و آخرت رابگذار حق طلب کن کایں ہر دو لولیاں رامن خوب می شناسم

سب کو زیر لا لانا چاہیئے اور الا اللہ کی ضرب سے صرف ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کا قصد کرنا چاہیئے فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔

ہاں ہاں فراق و وصل بھی غیر ہیں ع

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب

بجز رضاء الٰہی اور کوئی مقصد نہ ہونا چاہیئے (ویبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً) ورضوان من اللہ اکبر۔ یہ رضاء الٰہی اگر ہزار برس عبادت کے بعد بھی حاصل ہو تب بھی عظیم الشان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ رغبت و خواہش بعض وقت ہوتی ہے لیکن اس کو بھی سمجھا کر خاموش کر دیتا ہوں کہ خدا کی یہی کس قدر عنایت ہو کہ اُس نے چند عرصہ سے کام سے لگا رکھا ہی ورنہ پہلے تو یہ بھی نہ تھا۔ اگر اُن کو اتنا ہی پسند آجائے اور بغیر عذاب دیئے نجات فرمادیں تو میرے لئے بے حد کامیابی ہے جس کا ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے (۳) تذکرۃ الرشید میں یہ لکھا ہے کہ درودوں میں "بعدد معلوم لک" لوگ پڑھتے ہیں میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے معلومات باری تعالےٰ کے متناہی ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے سو جو درود شریف آنجناب نے بندہ کو ارشاد فرمایا ہے برابر اسی طرح پڑھتا رہتا ہوں کوئی حرج تو نہیں (۴) تذکرۃ الرشید میں لکھا ہی کہ یا باسط گیارہ سو مرتبہ بعد نماز عشاء اور یا مُغنی گیارہ مرتبہ بعد نماز صبح اول و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھنے سے تنگدستی پیش نہ آئیگی (۵) اور لفظ اللہ بایں ہیئت کہ تختی یا کاغذ پر جلی حرف سے لکھ کر اس پر نظر جمایا کرے انشاء اللہ نگاہ تیز ہو جائے گی اور نظر کو بہت قوت حاصل ہوگی تو بندہ کو ان دونوں چیزوں کی حاجت ہے کیا میں ایسا کر لیا کروں (۶) قبض کی ہمیشہ سے مجھے شکایت ہے قوت ہاضمہ بہت کمزور ہے جس کے باعث کسل اور طبیعت میں کاہلی آجاتی ہے اگر یہ مرض جاتا رہتا تو شاید اوراد و اعمال صالحہ کی طرف رغبت ہوتی اور طبیعت زیادہ لگتی اور خدا بہتر جانتا ہے کہ اصلاح معدہ کا فکر اس غرض سے نہیں کہ اطعمہ لذیذہ ملیں اور حیوانوں کی طرح دمبدم شکم بھرتا رہوں اگر آنجناب کوئی نسخہ تجویز فرمادیں تو کیا عجب ہے کہ مراد بر آئے۔ (۷) عرصہ دو ماہ کا ہوا کہ بعد فراغت درد ایک (باقی برصفحہ آئندہ)

کامیابی ہے رزقنا اللہ وایاکم آمین انوار الہامات وغیرہ کے لئے اسلاف فرماتے ہیں تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقہ

(۳) درود شریف میں "بعدد کل شی معلوم لک" اس کو حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز پسند فرماتے تھے جن اشیاء سے صفات الٰہیہ کو تعلق ہے ان میں سب سے زیادہ وسعت علم کو ہے۔ بنابریں عدد خلقک ورضاء نفسک وزنۃ عرشک ومداد کلماتک وغیرہ الفاظ واردہ سے اس لفظ کو اوسع ترین شمار کیا جائے گا اور یہی مقصد درود شریف پڑھنے والے کا اس مقام پر ہے بمعلومات الٰہیہ کو بہ نسبت دیگر اشیاء کتنا ہی غیر محدود قرار دیا جائے مگر وہ احاطہ علمیہ میں ضرور داخل ہیں واحصیٰ کل شی عددا۔ تو اس لحاظ سے اگر متناہی کہا بھی جائے تو کیا حرج ہے۔ مگر حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز اس مقام پر (کما تحب وترضیٰ عدد ما تحب وترضیٰ) کو پسند فرماتے ہوئے ترجیح دیتے تھے اور دریافت کرنے سے پہلے سے میرا یہی خیال تھا مگر چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امر نہ فرمایا تھا

بسلسلہ صفحہ گذشتہ۔ حالت طاری ہوتی تھی کہ خود بخود دل بھر آیا اور ایک گھنٹہ کامل اس قدر اپنی خستہ وتباہ حالی کا دھیان آآکر اس درگاہ بے نیاز میں کبھی حالت سجدہ میں کبھی حالت قعود میں رویا ہوں کہ رکنا چاہتا تھا اور نہیں رکتا تھا جس کا اثر دو یوم تک میری صحت پر پڑا رہا اس کا اثر کمزوری جسم وجان ودماغ معلوم ہوتا ہے آہ افسوس بس اس دن کے بعد سے آج تک پھر وہ کیفیت میسر نہ ہوئی ہر چند بہ تکلف وہ حالت پیدا کرنا چاہتا ہوں مگر نہیں ہوتی اپنے خدائے بے نیاز سے بھی عاجزانہ عرض کرتا رہتا ہوں مگر خدا کو منظور نہیں۔ صرف گاہے ماہے معمولی رونا آتا رہتا ہے بالخصوص درود شریف کے وقت زیادہ طبیعت لگتی ہے اور رونا بھی آتا ہے مگر کبھی زائد کبھی کم کبھی کچھ بھی نہیں۔ لیکن اس کیفیت مذکورہ کی سخت تمنا ہے۔ سو کوئی ایسا دعا فرما دیجئے کہ خدا کا خوف پیدا ہو اور قلب نرم ہو کر اکثر خدا کی طرف متوجہ رہے۔ (۸) کیا درود شریف پڑھتے وقت یہ دھیان کر لیا کروں کہ میں حضور اکرم کے روئے انور کے سامنے کھڑا ہوا پڑھ رہا ہوں کیا یہ ضروری ہے؟ (۹) ریا ونمائش کا مادہ زیادہ ہے اس کا علاج فرما دیجئے کار خیر کا ادھر خیال آیا ادھر نمود وریا کا خیال بھی ساتھ ساتھ آجاتا ہے (۱۰) شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ترغیب اہل السعادت میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد الخ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے انشاء اللہ تین جمعے نہ گذرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد النبی الامی وآلہ واصحابہ وسلم بوجہ شوق زیارت کے آسان طریقہ سمجھ کر میں نے ایسا کیا تو کچھ صاف معلوم نہیں ہوا (باقی آئندہ صفحہ پر)

اور حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے معمولات میں یہی مرقوم ہے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اپنے متوسلین کو یہی تھی میں نے یہی قائم رکھا آپ کا جی چاہے تو کما تحب الخ جاری کر دیں۔

(۴) و (۵) ان کو عمل میں لائے کچھ حرج نہیں۔

(۶) قوت ہاضمہ کے لئے مجھ کو کوئی نسخہ معلوم نہیں۔ میں طبیب نہیں ہوں۔ ہاں اگر ورزش جسمانی (ڈنڈ) کا التزام کیا جائے جس میں صرف ۱۱ ڈنڈ روزانہ نہار منہ لنگوٹ باندھ کر کر لینا اور اگر ممکن ہو تو چند ہاتھ ہلکی جوڑی کے پھیر لینا بہت زیادہ مفید ہے المومن القوی خیر من المومن الضعیف وفی کل خیر الحدیث اس سے قوت ہاضمہ اور اعضاء رئیسہ کی تقویت اور بدن کی چستی وغیرہ امور سب حاصل ہوتے ہیں۔ ڈنڈ سے فارغ ہونے پر اگر رات بھر بھگیئے ہوئے مٹھی بھر چنوں کے پانی کو شہد میں میٹھا کر کے پی لیا جائے تو نور علی نور جسمانی صحت اور قوت کے لئے مفید تر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تشریف لائے ہیں لیکن نظر نہیں آئے اور کسی نے مجھ سے کہا کہ حضور کی طبیعت اچھی نہیں یہ سنکر مجھے بہت رنج ہوا اور میں نے کہا کہ اسی وجہ سے تشریف لانے میں دیر ہوئی پھر آنکھ کھل گئی اور حاجت غسل کی تھی چونکہ میری تسلی نہ ہوئی تھی اس لئے پھر شروع کیا۔ تین جمعے گذر چکے آج چہارشنبہ ہے لیکن اس مرتبہ بھی زیارت نصیب نہ ہوئی یہ عمل جاری رکھوں یا ترک عمل میں خیر ہے (۱۱) ہفتہ عشرہ ہوا میں نے اپنے تایا صاحب مرحوم کو خواب میں دیکھا۔ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور حافظ عبد اللطیف صاحب مدظلہٗ سے ملاقات کے لئے گیا معلوم ہوا کہ کسی کی عیادت کو گئے ہیں میں قریب کے مکان میں گیا جو تایا صاحب کا ہے اندر کمرہ میں چلا گیا کہ تایا صاحب سفید اور صاف بستر پر لیٹے ہیں لباس بھی سفید ہے چہرہ زردی مائل ہے اور کچھ درد و کرب سے کروٹیں بدل رہے ہیں کچھ علیل اور قریب مرگ ہیں۔ معلوم ہوا کہ حافظ صاحب ابھی ابھی اُٹھ کر گئے ہیں۔ صرف دو تین منٹ قیام فرمایا۔ تایا صاحب مجھے دیکھ کر اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ تمہاری نوکری ٹھیک نہیں۔ بلکہ تمہارا بھائی احمد میاں جو یہاں ہے وہ کام ٹھیک کر رہا ہے تایا صاحب مجھے میرے چچیرے بھائی محمد میاں سمجھ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے ایک آنکھ نہیں ہے۔ صرف ایک آنکھ سے مجھے بغور دیکھا اور پھر لیٹ گئے اور درد و کرب کے آثار چہرہ سے عیاں ہیں۔ داڑھی بھی کچھ سفید کچھ سیاہ ہے۔ لیکن مقراض سے برابر کی ہوئی صاف معلوم ہو رہی ہے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ کیا میں اُن کو ایصال ثواب کروں۔؟ والسلام

احمد میاں انصاری۔

(۷) جو حالت بعد از فراغت ورود طاری ہوئی تھی نہایت مبارک تھی مگر وہ مقصود بالذات نہیں سوائے رضائے الٰہی اور سوائے ذات اللہ تعالےٰ اور کسی کی خواہش نہ کرنی چاہیئے وہ حالت بھی تو غیر خدا ہے۔ حاصل جو کچھ ہو وہ بہتر ہے مگر مطلوب اور مقصود صرف ذات الٰہی اور اس کی رضا ہونی چاہیئے آپ ذکر پر مداومت کیجئے اور جی لگا کر ثابت قدم رہیئے سب کچھ حاصل ہوگا کسی دوسرے عمل کی خوف ورجا وغیرہ کے حصول کے لئے ضرورت نہیں۔

(۸) درود پڑھتے وقت روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور کوئی اصلیت نہیں رکھتا

(۹) ریا اور نمائش سے جہاں تک ممکن ہو بچیئے۔ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر جانیئے اور اسی کے راضی کرنے کا خیال کیجئے یہ یقین رہے کہ اگر ساری دُنیا راضی ہو جائے اور وہ راضی نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں اور اگر وہ خوش ہو اور ساری دنیا انتہائی دشمن ہو تو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجد۔ الحدیث۔

(۱۰) جو عمل شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا دربارہ زیارت باسعادت ہے اس کو جاری رکھئے کچھ حرج نہیں ہے۔

(۱۱) تایا صاحب کا سفید لباس میں ہونا اُمید افزا ہے اُمید کہ اُن کی مغفرت ہوگئی ہو کچھ اعمال سئیہ کا اثر بھی ان کے ساتھ موجود ہے جو کہ درد اور کرب وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہے ایصال ثواب اور استغفار مناسب ہے۔ والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، رجمادی الاوّل ۱۳۵۳ھ

مکتوب ۷۶

جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سلہٹ پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ میں ایک معمولی درجہ کا گنہ گار ہوں مسلمان ہوں اس قسم کے معارف عظیمہ اور حقائق عالیہ سے مجھ کو کیا واقفیت ہو سکتی ہے

یظن الناس بی خیرا و انی   لشر الناس ان لم یعف عنی

مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ حضرت مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، مرزا مظہر جانجاناں قدس اللہ اسرارہم وغیرہ اکابر کے احوال میں بے شمار ایسے وقائع درج ہیں جن میں ان اکابر کو بلا واسطہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوات سے استفادہ کی نوبت آئی ہے مگر کسی نے اپنے مشائخ اور مرشدین سے رابطہ منقطع نہیں فرمایا اور اپنے متوسلین کو اپنے مشائخ سے ہی مربوط کرتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہونچنا اور فیض کا حاصل کرنا یہ سب ان مشائخ کرام کے ہی طفیل میں ہے اس لئے اُن سے روگردانی عقوق اور انتہائی ناشکری ہے اگر والدین نے کسی بچہ کو پال کر اس لائق کر دیا کہ بادشاہ کے دربار سے بلا واسطہ مستفید ہونے لگے تو اسکو والدین سے تعلق توڑنے کی اجازت

حاشیہ مکتوب ۷۶ ۔ محترمی دامت الطافکم ۔ گذارش یہ ہے کہ فقیر طریقۂ قادریہ عالیہ کے مشائخ سے فیضیاب ہوتا ہوا فیوضات خلافت و قربت ذاتی و وصل ذاتی باری تعالےٰ سے سرفراز ہو کر گذشتہ ماہ شوال کو بواسطہ حضرت مولانا شاہ عبد المنعم الانصاری دامت برکاتہم کے فیوضات محبوبیت سرور کائنات صلعم سے مشرف ہوا بعدہٗ گذشتہ تیرھویں محرم الحرام کو حضور پُرنور صلعم کے قلب مبارک کے ساتھ رابطہ لگاؤں چنانچہ جوں ہی میں نے آپکے قلب مبارک کے ساتھ رابطہ لگایا حضور اقدس صلعم نے مجھے فیوضات حقیقت محمدی و حقیقت اللہ جل شانہ سے سرفراز فرمایا اور مجھے آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کو آپ ہی کے قلب مبارک کے ساتھ رابطہ لگاتے ہوئے توجہ دینے کے لئے ارشاد فرمایا الغرض اسی دن سے خود آنحضرت صلعم میرے شیخ و مرشد اعلیٰ بن گئے اس کے بعد جو بھی اس فقیر کے پاس استفادہ کے لئے آیا آپ ہی کے قلب مبارک سے مستفیض ہوتا رہا اور مجھے آنحضرت صلعم نے ایک مصدق کی حیثیت سے اُن کا واسطہ بنایا اب اس اطراف کے بعض علماء و مشائخ کے واسطہ چھوڑنے کی وجہ میرے ان فیوضات کو اغوائے شیطانی سے تعبیر کر رہے ہیں اور میرے پاس آنے والے غریبوں کو ہر طرح کی ایذا پہونچا رہے ہیں اب حضرت والا سے دریافت طلب ہے کہ میں اس ارشاد خیر البریہ کی تعمیل کے بموجب مشائخ کے واسطہ چھوڑنے میں خاطی ہوں ۔ یا مصیب ؟ والسلام ۔ محمد حبیب الرحمٰن ۔ ۱۴ر رمضان ۱۳۷۶ھ

سائل جیسے صوفیوں کی باتوں کے سمجھنے سے ہم قاصر ہیں انہیں باتوں نے تصوف کو زیادہ نقصان پہونچایا ہمارے حضرت اقدس مولانا مدنی مدظلہ العالی نے جو حکیمانہ جواب دیا ہے وہ اُن کے علو مقام پر کھلی ہوئی سند ہے اور ساتھ ہی تنبیہ ہے کاش لوگوں کو سمجھ آجائے اور دکانداری سے تائب ہو کر کچھ دنوں ایسے باکمال بزرگوں کی جن کی مولانا مدنی کا مرتبہ بہت ہی بلند اور اُن کے معاصرین تک میں ناپید رہا ہی خدمت میں زندگی بنانا نصیب ہو جائے اور اپنی دارین کی سعادت متصور فرمائیں ۔ اصلاحی

دیجائیگی یا اور زیادہ شکر گذار والدین کا بننا پڑیگا واللہ اعلم ۔ والسلام ۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۷۷

جناب شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم کا اپنی صاحبزادی کے نام

میری پیاری بیٹی ۔ اللہ تعالےٰ تم کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین ۵

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

السلام علیکم ۔ تمہارے بخیر و عافیت وہاں پہونچنے کے تار اور خطوط بہت سے آئے جن سے بہت اطمینان ہوا ۔ الحمدللہ ۔ تمہارا بات بات پر رونا نہایت غلط ہے ۔ لڑکیوں کے لئے سسرال جانا زندگی کا دور ہوتا ہے سمجھدار لڑکیوں کے لئے نہایت سمجھ اور صبر و سکون کو عمل میں لانا اور قدم قدم پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ زندگی وہاں وبال جان بن جاتی ہے ۔ اس کا بڑا سبب نئے نئے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے ۔ نہ نازبردار ماں وہاں ہوتی ہے نہ ہمیشہ کا جاں نثار باپ نہ رشتہ دار بھائی بہن

حاشیہ مکتوب ۷۶ تا ۷۹ یہ تیسری جلد ہے ناظرین نے اگرچہ سو خطوط ہی پڑھے ہیں تو بھی اس سے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ کے خطوط میں استحضار معلومات جس کا دوسرا نام رسوخ فی العلم ہے بدرجہ اتم موجود ہے اس کے ساتھ عربی و فارسی، اردو ہندی اور بھاشا کے نرم و نازک اور رسیلے شعر خاصی تعداد میں موقع موقع سے نگینہ کی طرح جڑے ہوئے پائے جاتے ہیں ساتھ ہی ان مکتوبات کی زبان بھی صاف اور سلیس شگفتہ اور رواں ہے جو ادب اردو کی جان ہے ۔ اپنی صاحبزادی سلمہا اللہ تعالےٰ کو جو خطوط لکھے ہیں وہ اپنی معنوی اور ظاہری خوبیوں کے اعتبار سے اپنا مخصوص مقام رکھتے ہیں اور اس قابل ہیں کہ جن گھروں میں پڑھنے لکھنے کا دستور چلا آرہا ہے یا پڑھنے لکھنے سے دلچسپی ہے وہ اس کو پڑھیں اور ہر خاندان کی بہو بیٹیوں کو دکھائیں کہ اولاد کی تعلیم و تربیت ایسے اسلامی جذبات کے ساتھ اگر دی جائے تو عین مدعا زندگی اور منتہائے کمال دارین ہو سکتا ہے ۔ اس والا نامہ میں جس انداز سے اپنی لاڈلی اولاد کو نصیحت کی گئی ہے اس کے ہر ہر جملہ کے اندر روح اور زندگی ہی زندگی ہے اور منزل زندگی کے لئے یہ خطوط دستور کا حکم رکھتے ہیں جو معاشرہ اسلامی ان تعلیمات سے خالی ہوگا ظاہر ہے کہ اس کے اندر انتشار اور بات بات پہ سراسیگی، ابتری اور بدنظمی پھیل جائے گی جس کا اثر پورے معاشرہ دینی پر پڑ کر رہے گا جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے ۔ تصوف و سلوک کی تعلیم دین کی تعلیم ہے مگر آج وہ کتنے گھر ہیں جن میں ذکر و شغل اور پاس انفاس مستورات کر رہی ہیں، ہمارے حضرت نے تعلیمات (باقی آئندہ صفحہ پر)

عزیز و اقارب ہوتے ہیں جن لوگوں میں زندگی گذارنی پڑتی ہے وہ ہر ہر قدم پر تنقیدی نظر رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا سی غلطیوں پر نظر کرنے عیب ڈھونڈھنے والے اور عیب اچھالنے والے ہوتے ہیں۔ محبت اور ہمدردی کا اُن میں جذبہ نہیں ہوتا اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھنا ضروری ہوتا ہے سلیقہ اور سمجھ والی لڑکی سالہا سال کی جدوجہد کے بعد چین کی زندگی حاصل کرتی ہے۔ مگر تمہارے لئے اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ابتدا ہی سے شامل حال رہا ہے تمہارے لئے اللہ تعالےٰ نے خسر وہ عطا فرمایا ہے جو کہ تمہارے باپ سے بہت زیادہ شفقت رکھنے والا و سمجھدار اور مہربان ہے ساس وہ عطا فرمائی ہے جو کہ خاندان میں تمام عورتوں کی ماں کا درجہ رکھتی ہے تمہاری ماں کو بھی گود میں پالنے والی اور ہمدرد ہے تم کو اللہ تعالےٰ نے نند وہ عطا کی ہے جو کہ تمہارے بچپن سے سہیلی اور ہمدم و ہمراز ہے۔ بہرحال تمہاری سسرال سسرال نہیں ہو بلکہ میکہ سے بھی بہتر ہے اور تم غیروں میں نہیں گئی ہو بلکہ اپنوں سے بہتر اور پیاروں میں گئی ہو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اُس کی دل سے قدر کرو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہو اور جس قدر ممکن ہو ساس و سسر کی خدمت دن و رات کرکے اُن کو یقین دلادو کہ تم اُن کی ہی واقعی اولاد ہو اُن کی خدمت میں ذرا بھی کاہلی مت کرو تم کو کسی کی جُدائی کا خیال بھی نہ آنا چاہیئے۔ دل فقط اللہ تعالیٰ سے لگانا چاہیئے وہی ہمیشہ کام آتا ہے

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسلام کے ساتھ تعلیم بھی اپنی اولاد کو دی ہے جو ہمارے لئے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیضان کو تادیر قائم و باقی رکھے اور حضرت کی نسبی اور روحانی اولاد کو اسی نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

ناچیز راقم الحروف کو عرصہ سے ان خطوط کی جستجو تھی دینی بھائی حافظ مولوی سید محمد ارشد صاحب سلمہ ربہ نے اُمید دلائی تھی کہ آپا بیاں کے چند خطوط ہمشیرہ محترمہ کے نام ہیں۔ ستمبر ۱۹۵۶ء میں بغرض زیارت و عیادت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دیوبند جانے کا شرف حاصل ہوا تو یاد دلانے پر مولانا حافظ رشید الدین صاحب جو بھائی ارشد کے بہنوئی اور اپنی خوش روئی اور خوش خوئی کی وجہ سے سب کی نظروں میں ہر دلعزیز ہیں ان بیش بہا خطوط کو عنایت فرمایا جزاہم اللہ خیر الجزاء

حقیقت یہ ہے کہ پورا خانوادہ اور تمام اہلبیت کرام اپنے موروثی فضائل و کمالات میں ع

"این خانہ تمام آفتاب است" کے مصداق ہیں جن لوگوں نے قریب سے ہمارے حضرت رح (باقی آئندہ صفحہ پر)

دنیا والے سب جُدا ہوجانے والے ہیں نہ باپ نہ ماں نہ بھائی نہ بہن کوئی بھی قبر میں ساتھ نہ جائیگا اور کام نہ آئے گا خداوند کریم سے لُو لگاؤ اور اُس کا ذکر کرتی رہو اُس کی رضا اور خوشنودی کی طالب رہو اُس کے حکم پر دن رات چلو پاس انفاس کا ذکر جو تم کو بتایا گیا ہے اُس کی قدر کرو کہ بلا ارادہ ہونے لگے گھر میں ہر ایک سے خوش اخلاقی سے پیش آیا کرو بادشاہ کو اگر وہ ضد کرے تو مارا مت کرو بددعا مت کرو یہاں ہر طرح خیریت وعافیت ہے۔ سب کو سلام کہدو بادشاہ کو اور بریرہ سلمہا کو اور بوبو کو سلام کہدو بریرہ کی حالت کی اطلاع دیتی رہو۔ تمہاری اماں بیٹھی ہیں سلام کہتی ہیں۔ فقط والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۱۴ر فروری ۱۹۵۷ء

مکتوب ۷۸

آج رمضان کی گیارہ تاریخ ہوگئی یعنی ہم کو تم سے جُدا ہوئے پندرہ دن (آدھا مہینہ) گذر گیا مگر تم نے اپنے ہاتھ سے آجتک کوئی خط نہیں بھیجا' اس کا جواب تو یہ تھا کہ میں بھی تم کو خط نہ لکھتا مگر تمہاری آپا کی خفگی سے پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں اور آج بھی لکھ رہا ہوں یہاں آنے کے بعد سے اب تک تین مرتبہ بارش سخت آندھی کے ساتھ ہو چکی ہے گرمی اور لو کا نام تک نہیں ہے۔ رات کو اچھی ٹھنڈک ہو جاتی ہے کھانے نہایت عمدہ ملتے ہیں تمہاری آپا تو ایسے کھانے کہاں کھلاتی ہیں۔ یہاں کئی سو مہمانوں کا کھانا روزانہ پکتا ہے۔ ہم نو بجے شب سے تراویح میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور ساڑھے گیارہ بجے کے بعد

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد اسعد زادشرفہ دوام فیضہ کو دیکھا ہے وہ مطمئن ہیں کہ اس بے نفس اور ایثار پیشہ جوان صالح کا مستقبل انشاء اللہ روشن ہے۔ مکتوب میں صفو، کتو، بانو اور بادشاہ کا ذکر آگیا ہے بادشاہ سے مراد حضرت کے نواسے اور بقیہ سے بچیاں اور سب سے چھوٹے صاحبزادے مراد ہیں کویل ایک چڑیا ہے گوریا سے بڑی ہوتی ہے یہ غالباً ہمارے اضلاع میں نہیں پائی جاتی ہے حضرت کو اس چڑیا کی آواز اور اس کے بولنے سے بہت ہی دلچسپی تھی۔ آدمیوں کی طرح اس کے آرام و آسائش کی فکر حضرت کو رہتی تھی۔ اس کا خواب میں شکایت کرنا گویا اس پر مزید توجہ دلانا ہے بے زبان سے مراد یہی ہے کہ ہم اس کی بات اور اس کی بھوک و پیاس کو سمجھنے سے قاصر ہیں اس لئے اس کا خیال مقدم ہونا چاہیئے۔ اس میں بھی جانوروں کی پرورش کی تعلیم موجود ہے۔

فارغ ہوتے ہیں۔ آدھ گھنٹہ کے بعد بارہ بجے سو جاتے ہیں ایک بجے پھر نفلوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پونے تین بجے فارغ ہو کر سحری میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ہم سے کوئل نے خواب میں شکایت کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم اُس کی خبر گیری نہیں کرتی ہو اُس کا پنجرہ بدل دو۔ سب کو سلام دعا کہدو

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ بانس کنڈی آسام ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۷۹

خط ۲۱ رمضان کا پہونچا احوال معلوم ہوئے۔ تم روزے کی سختی کی شکایت کرتی ہو یہ تمہاری سخت غلطی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر رحم کیا ہے اور دودھ پلانے والی عورت کو بچہ کی وجہ سے افطار کی اجازت دیدی ہے تو پھر تمہارا روزہ رکھنا سخت حماقت ہے ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔ دسمبر یا جنوری میں قضا کر لینا ممکن ہوگا بلکہ بہت آسان ہوگا۔ کوئل کے پنجرے بدلنے اور تمہاری توجہ کی خبر سے خوشی ہوئی مگر تم کہتی ہو کہ کوئل جھلخور ہے وہ بیچاری بے زبان کیا کرے تم سب تو اُس کے کھانے پینے کا خیال نہ کرو اور وہ ہم سے خواب میں بھی شکایت نہ کرے۔ صفو، کتو اور بانو اور بادشاہ کو پیار کردو اور سب کو سلام کہدو۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۸۰

تم کہتی ہو کہ یہ شعر (تم سلامت رہو ہزار برس الخ) کی دعا تیرے لئے زیادہ موزوں ہے مگر یہ کسی طرح صحیح نہیں۔ ہماری ضعیف العمری، کمزوری، اعضاء کا جواب دیدینا، دانتوں کا یکے بعد دیگرے ٹوٹنا، باقی ماندہ کا ہلنا، گھٹنوں اور پیروں میں کمزوری کا روز بروز بڑھنا وغیرہ اس قسم کی زندگی تو وبال جان ہے، نہ کھانے میں مزہ ہے نہ اُٹھنے بیٹھنے میں نہ عبادت ہو سکتی ہے اور نہ دنیاوی مشاغل انجام پاتے ہیں ایسی زندگی تو گھر والوں پر بھی بوجھ ہی بوجھ ہے ہاں تم جوانوں کی زندگی البتہ مستحق دعا اور زیادتی ہے آج ۲۰ رمضان ہو گئے۔ کئی روز سے جھڑی لگی ہوئی ہے تھوڑی تھوڑی دیر میں پانی برس رہا ہے سورج عید کا چاند بنا ہوا ہے۔ مینڈکوں کے گانے سے فضا گونج رہی ہے خشکی اور پیاس کا نام بھی

نہیں روزے نہایت آرام سے گذر رہے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو کامیابی ہے یہاں روزانہ تراویح میں تقریباً آٹھ سو آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ ارشد شکایت کرتا ہے کہ خطوں میں اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا تو اُس نے بھی ہم کو کچھ لکھا؟ اُس کے روزے اور قرآن سُنانے سے خوشی ہوئی۔ ہم نے اُس کی عیدی کے لئے اور بچوں سے زیادہ پانچ روپے بھیجے ہیں اوروں کو دو ہی دو دیئے اسعد اور میاں رشید اور دوسرے رفقاء سب کو سلام کہتے ہیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۰ رمضان بانس کنڈی، آسام

مکتوب ۸۱

جناب مولوی عبدالوحید صاحب ضلع ہگلی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ قسطلانی شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۳۷۵ میں عبارت ذیل ہے۔

وقال ابن عبد البر فی التمھید عن سعید ابن المسیب قال بلغنی ان من قال

حاشیہ مکتوب ۸۱۔ بخاری پارہ تیئس ۲۳ باب رقیۃ الحیۃ والعقرب کے حاشیہ سے معلوم ہوا کہ سعید ابن المسیب کا بیان ہے کہ اگر کوئی شام کو سلامٌ علیٰ نوح فی العالمین کہے تو اس کو حیہ ضرر نہ کرے۔

دوم حصن حصین کے نزل یوم الاثنین الرقیہ للدیغ بالفاتحہ کے کسی حاشیہ سے معلوم ہوا کہ علامہ قہستانی کے بیان کے موافق بذریعہ مشائخ کر حیہ و عقرب حضرت نوح علیہ السّلام سے بوقت طوفان نوح وعدہ کیا تھا جو تمہارا نام یاد کریگا اور سلام علی نوح فی العالمین کہے گا تو ہم اُسے ضرر نہ کرینگے۔ اب حضور سے دریافت یہ ہے کہ وہ روایت کونسی حدیث کے کس باب میں وارد ہے۔

محمد عبدالوحید پڑمبہ کیکالا ضلع ہگلی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قسطلانی شرح بخاری سے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ علامہ عبدالبر مالکیؒ اپنی کتاب تمہید (جو موطا امام مالکؒ کی گویا سب سے اہم اور ضخیم شرح ستر جلدوں میں ہے بقول علامہ ابن حزمؒ لا اعلم فی الکلام علی فقہ الحدیث مثلہ") میں سعید بن المسیب جلیل القدر تابعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابن المسیبؓ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات علماء سے پہونچی ہے کہ جو شخص شام کو سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین پڑھ لیا کرے گا اس کو بچھو نہ کاٹے گا۔ نیز ابوالقاسم قشیریؒ نے اپنی تفسیر قرآن مجید میں بعض تفاسیر سے نقل کیا ہے کہ سانپ اور بچھو دونوں حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس آئے اور کہا کہ اس طوفان کے وقت ہم کو بھی سوار کر لیجئے۔ نوحؑ نے فرمایا کہ (باقی آئندہ صفحہ پر)

حین یمسی سلام علی نوح فی العالمین لم یلدغہ عقرب وذکر ابوالقاسم القشیری فی تفسیرہ۔ ان فی بعض التفاسیر ان الحیۃ والعقرب اتیا نوحاً فقالتا احملنا فقال نوح لا احملکما فانکما سبب الضرر فقالتا احملنا ونحن نضمن لک ان لا نضر احدا ذکرک الخ اس عبارت سے آپکے دونوں مسئلے معلوم ہو گئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۴ ۵/۶۴ ھ

مکتوب ۸۲

جناب اسد اللہ خانصاحب رئیس بگراسی ضلع بلند شہر کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے جس ہمدردی اور جن عنایات کا مظاہرہ فرمایا ہے میں اُن کے شکریہ سے قاصر ہوں اللہ تعالےٰ آپ کو دونوں جہان میں فائز المرام فرمائے اور اپنی خوشنودی سے نوازے۔ میں بحمد اللہ خیر وعافیت سے ہوں اور بہت زیادہ مطمئن الخاطر ہوں اور افضال خداوندی سے اُمیدوار ہوں کہ نتائج بہتر پیدا ہوں۔ ملاقات اور اخبار اور ڈاک جب سے نئے لوگ گرفتار ہو رہے ہیں بند ہے تنہائی جس قدر بھی مل جائے مطمئن اور خوش وخرم رہتا ہوں اجتماع میں وہ بات کہاں۔ ؎

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ میں تم کو اپنے ساتھ اس وجہ سے نہ رکھوں گا کہ تمہارا رہنا ضرر سے خالی نہیں۔ تب ان دونوں نے کہا کہ ساتھ لے لیجئے۔ ہم سب آپ سے وعدہ کرتے اور ضمانت دیتے ہیں کہ جو شخص "سلام علی نوح فی العالمین" پڑھتا رہیگا ہم اس کو ہرگز تکلیف نہ دینگے۔ بہرکیف اللہ تعالےٰ کے کلام کی تاثیر کا منکر تو بد دین ہی ہوگا۔ خواص اشیاء وآیات وسور پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اور مشائخ کا ان پر عمل درآمد ہے اسی طرح تعویذ وغیرہ کے جواز پر بھی کلام مکتوبات کے اندر موجود ہے البتہ تعویذ اور رقیہ اور طریقہ مشائخ کے سلسلہ میں اگر کوئی چیز ایسی ہو جس سے استعانت لغیر اللہ پایا جائے تو اس سے احتراز ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد من اتقی المشبھات استبراء لدینہ وعرضہ۔ ہزاروں شکوک وشبہات کا علاج ہے یعنی مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ جو شخص شبہات سے پرہیز کرے گا وہ اپنے دین اور اپنی آبرو محفوظ کر لیگا

اصلاحی

جو فراغت یہاں ہے باہر کب نصیب ہوتی تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور راضی رہنا ہو جس حالت میں رکھے اس پر شاکر رہنا فریضۂ عبودیت ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ حضرات سے مستدعی ہوں کہ استقامت اور اسلاف کرام (قدس اللہ اسرارہم) کے قدم بقدم چلنے کی دعا فرماتے رہیں گے۔ آپ میری طرف سے کسی قسم کا فکر نہ کریں آپ کا بار بار تکلیف کر کے آنا اور اپنے کاروبار میں حرج ڈالنا میری طبیعت پر بہت زیادہ بار ہوتا ہے میں ایک معمولی اور گنہگار بندہ ہوں جو اسلاف کے لئے ننگ و عار ہی رہا اس کے لئے اس قدر تکلیف اٹھانا بہت بیجا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۵ شعبان ۱۳۶۱ھ مراد آباد جیل

مکتوب ۸۳

شادی میں آپ کا دہلی، مراد آباد، رڑکی اور دیوبند سے لوگوں کو بلانا کیا یہ اسراف نہیں ہے ان لوگوں کے آنے کا خرچہ متعدد مصروفیتیں کیا یہ چیزیں دقت طلب نہیں ہیں اگرچہ بعض ایسی ہی تقریبوں میں مجھ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ بہادر گڈھ حاضری کی نوبت آئی تھی مگر میرے محترم یہ تزک اور احتشام ملک میں مسلمانوں کی موجودہ حیثیت اور حالت کے لحاظ سے بالکل ناجائز بن گئے ہیں یہ وجہ نہیں کہ امور غیر مشروعہ کا ارتکاب ہوتا ہے محتاط حضرات ایسے امور سے تو بچتے ہی ہیں ایک خاص وجہ یہ ہے کہ برادری کے لوگوں پر

حاشیہ مکتوب ۸۲ و ۸۳ جناب بھائی اسد اللہ خاں صاحب رئیس سے عرصہ کے بعد شوال ۱۳۷۶ھ میں ٹانڈہ شریف ملاقات ہوگئی۔ اب تو موصوف پر دوسرا رنگ غالب ہے یعنی مجذوب سالک کبھی ہوش وحواس کے ساتھ اور کبھی وارفتگی و سرشاری میں راتوں کو اٹھ کر حوض کو بھرنا، لوگوں کو تہجد کے لئے بیدار کرنا اور ننگے سر اور پا برہنہ والہانہ انداز میں سوز و گداز کے ساتھ اشعار پڑھنا، ہنسنا اور رلانا اور بسا اوقات مجذوبانہ ادا سے کسی پر برس پڑنا معمولی بات تھی۔ آہ اب

نہ گل ہیں نہ وہ سبزہ نہ وہ بہار چمن
گلوں کی ہستی ہوئی ہے چمن میں بار چمن

اس کا اثر بُرا پڑتا ہے اور وہ اپنی تقریبات میں قرض اور سودی قرض لینے اور بسا اوقات زمین کے فروخت کرنے یا رہن رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں مسلمانوں کی جائدادیں عموماً ان تقریبات اور مقدمہ بازیوں کی وجہ سے مہاجنوں کے قبضہ میں گئی ہیں۔ کاش اہل استطاعت سادگی اختیار کرتے تو برادری کے غریب ان مصیبتوں میں گرفتار نہ ہوتے۔ والسّلام۔ ۳ رذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مرادآباد جیل

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۸۴

مولوی صاحب کا مستقل طور پر ملازم ہوجانا باعث طمانیت ہے بالخصوص اہلیہ کے ساتھ صلح کرلینا اُن کے خسر صاحب کا راضی ہوجانا اور پھر اہلیہ کا اُن کے ساتھ روانہ ہوجانا یہ امور بہت زیادہ باعثِ طمانیت اور خوش وقتی ہوئے آپ اُن کو مبارکباد لکھ کر میری طرف سے پُرزور تاکید لکھ دیجئے کہ اہلیہ محترمہ کی دلداری اور حسنِ معاشرت میں کوتاہی نہ کریں سخت کلامی اور سخت گیری سے بچیں، نماز پنجگانہ باجماعت کے ساتھ ذکر کا سلسلہ جاری رکھیں ذکر کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ جبکہ گھٹاسن کی آبادی چار ہزار یا اس کے قریب نفوس پر مشتمل ہے تو جمعہ پڑھنے کے لئے کیوں پالن پور جاتے ہیں وہیں کیوں نہیں پڑھتے تین ہزار یا اس کے قریب کی آبادی یقیناً شہر کے حکم میں ہے خصوصاً جبکہ مکانات کی پختگی اور اہل حرفہ کی موجودگی کی وجہ سے اُس نے شہر کی صورت بھی اختیار کرلی ہے۔ اپنے افسران کو راضی رکھیں اور عام لوگوں سے خوش اخلاقی اور ہمدردانہ طریقہ پر ملیں۔ مسائل مختلف فیہا کی وجہ سے لڑائی جھگڑا پیدا نہ ہونے دیں۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳ رذی الحجہ ۱۳۶۱ھ

مکتوب ۸۵

جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم لدھیانوی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج مبارک۔ والانامہ مورخہ ۱۷ر جنوری باعثِ سرفرازی ہوا۔ مکتوبات کے متعلق میری رائے نہیں تھی۔ مجھ پر بارہا زور دیا گیا

مگر میں نے انکار کیا جس کے وجوہ متعدد تھے جن میں بڑی وجہ یہ ہے کہ بفضلہ تعالےٰ ہمارے پاس حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر کے مکتوبات کا وافی ذخیرہ نہایت مفید اور کار آمد موجود ہے اُن کے ہوتے ہوئے مجھ جیسے نالائق اور کم علم بے مایہ کے مکتوبات کا ہونا انتہائی شرمناک ہے اور ان بزرگوں کی ہمسری کا ادعا ہے کم ازکم یہ تو ضرور ہے کہ اپنی انانیت کا مظاہرہ ہے آپ کو معلوم ہے کہ مجھ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اور تبحر نہیں ہے نہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم اور مولانا کفایت اللہ صاحب مرحوم کی ذکاوت ہے ۔ نہ مولانا شبیر احمد صاحب کی حُسن تقریر و تحریر اور عالمیت ہے نہ ان حضرات کا تبحر اور وسعت علمی ہے ۔ پھر ان حضرات کے مکتوبات کا شائع نہ ہونا اور میرے مکتوبات کی اشاعت کس قدر بے شرمی اور انانیت کی بات ہے ۔ حضرت شیخ الہند حضرت نانوتوی حضرت گنگوہی قدس اللہ اسرارہم کے مکتوبات کہاں ہیں حسین احمد کون چیز ہے جس کے مکتوبات شائع کئے جائیں یہ عموماً لایعنی باتوں پر مشتمل ہوں گے خصوصاً جبکہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے اور کم مائگی کی بنا پر جیلوں اور ریلوں میں لکھے گئے ہوں ۔ کتابوں کے ذخائر کے استمداد سے خالی ہو اور پھر تحریک آزادی کے انہماک نے مختلف اطوار اور احوال کے اندر مبتلا رکھا ہو کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ایسا ذخیرہ عام لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے ۔ مکتوبات علیحدہ علیحدہ ہونے میں اور حالت ہے جو کہ کاتب اور مکتوب الیہ کے معاملات خصوصیہ اور وقتی واقعات پر مبنی ہوتی ہے اور مجموعہ بصورت کتاب کی اور حالت ہے مگر احباب نے کچھ نہ سنا اور جمع کر کے بغیر دکھلائے ہوئے شائع کردیا ۔ میں اس کو غیر مفید اور ناچیز بلکہ مضر سمجھتا تھا اس لئے میرا منع کرنا اور اُن کے زیادہ اصرار کا باعث ہوا میری کم مائگی ہرگز ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتی تھی

حاشیہ مکتوب ۸۵ و ۸۶ جس سلسلہ میں یہ والا نامے حضرت مدنی نے تحریر فرمائے ہیں وہ جلد اول کے مکتوبات ص۲۵ پر مولانا لدھیانوی مرحوم کے اعتراض کے جواب میں ہے ، اور اسی لپیٹ میں اور باتوں کو بھی حضرت مدنیؒ نے صاف فرما دیا ہے ۔

سب خدا کے یہاں پہونچ چکے اس لئے اب اس داستان کو وہیں پر چھوڑتے ہیں ۔

بہرحال جو نہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوکر رہا مجھ کو بار بار یہی کہا گیا کہ اس سے لوگوں کو فوائد ہوئے اور ہونگے واللہ اعلم اب اگر وہ مفید ہوں تو فمن اللہ اور اگر غیر مفید ہوں تو ننگ اسلاف کرام سے اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے۔

آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر کو پسند فرمایا فللہ الحمد والمنۃ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ مجھ کو اس کے طبع کے پہلے اور بعد میں دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ نہ آپ کے نشان دیئے مقامات پر نظر ڈالنے کی نوبت آئی۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم کے متعلق جو اُن کی تنخواہ حیدرآباد کے متعلق لکھا گیا ہے وہی مجھ کو علم ہے اور موثوق ذریعہ سے ہے ممکن ہے کہ غلط ہو مگر یہ بھی قابل غور ہے کہ سر اکبر حیدری صاحب نہ کوئی متشرع متقی تھے نہ اُن کو تحریکات آزادی سے لگاؤ تھا بلکہ انگریز کے پروردہ اور اُس کے آوردہ تھے وہ اگر تحریک آزادی کی رکاوٹوں میں حصہ لے کر حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کے مٹانے میں ایسے حضرات کو کام میں لائیں تو کیا تعجب ہے، میرے اور شیخ الہندؒ کے روکنے کے لئے کیا کیا نہیں کیا گیا اور کیسے کیسے طریقے نہیں برتے گئے اس کا علم واقفین اسرار انگریزیہ کو بہت کچھ ہے۔ میرے لئے تو بہت سے طرق ترغیب اور ترہیب کے لئے عمل میں لائے گئے اور اس میں بہت سے ثقات اور ارباب تقویٰ سے مدد لی گئی میں نہیں کہتا کہ وہ سب فاسد النیۃ تھے مگر انھوں نے کیا اور بہت کچھ کیا۔ بہت سے کمزور تھے وہ ڈر گئے اور جو کچھ نہ کرنا چاہیئے تھا کر گذرے بہرحال یہ زمانہ اور حال گذر چکا والعلم عند اللہ وھو الحسب لنا ولھم

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم کے لئے وہ کلمہ غلط نہیں لکھا گیا واقعات تو بہت زیادہ ہیں اتنے کلمہ سے کوئی دوسرا زیادہ نفع نہیں اُٹھا سکتا ہماری معلومات تو اب بھی پردہ ہی میں ہیں اور انشاء اللہ رہیں گی یوم تبلی السرائر کے شرور سے اللہ تعالیٰ اُن کو اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

محترما! حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک نے بہت سوں کی قلعیاں کھول دیں اور بہت سے دوستوں کو دشمن اور بہت سے دشمنوں کو دوست ثابت کر دیا یا ظاہر کر دیا۔ عجیب امتحان تھا جس نے کھرے کھوٹے کا تمیز کر دیا ھ

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد ور گردم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

عالیجاہا۔ آپکی یہ تنقیدات میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ کاش آپکی حضرت شیخ الہندؒ سے تنہائی میں باتیں ہوتیں تو شاید اس قدر حسن ظن یا اخفاپر ہم کو آپ مجبور نہ فرماتے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۸۶

آپ کو جو کچھ معلومات میرے خیال میں ہیں وہ بہت کم ہیں بہرحال جو کچھ گذرا گذر گیا ع

درمیان ما و جاناں ماجرائے رفت رفت

تلك اُمّة قد خلت لها الآیہ۔ ناکارہ اس تحریک کا اُٹھانے والا نہ تھا بلکہ محرک مرحوم کا نالائق اور ناکارہ خادم تھا اور ہوں میرا خیال ہے کہ ادائے خدمت میں میں نے کوتاہی نہیں کی ؎

نہ مرتے مرتے محبت سے منہ پھیرا کبھی میں نے جفائیں سیکڑوں جھیلیں وفا پر اپنی نازاں ہوں

میں ہمیشہ کوشاں رہا کہ اکابر کی شان میں گستاخی اور سوء ادبی کی نوبت نہ آئے میرا خیال ہے کہ میں اس میں پوری طرح سے یا بڑے درجہ تک کامیاب رہا واللہ اعلم۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۷ رجب ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۸۷

جناب محترم غلام محمد مصطفےٰ صاحب گرہڈیہہ ہزاریباغ صوبہ بہار کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ مسلمانوں کی بہت سی مشکلات کا حل نیز خود اسلام کی ترقی اور اُس کے بہت سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی اجتماعی قوت اور صحت نظام پر موقوف ہے اس زمانہ انحطاط میں

حاشیہ مکتوب ۸۷۔ حضرت اقدس السلام علیکم۔ حسب ذیل معروضات خدمت عالی میں پیش ہیں۔

سیدی! جمعیۃ علمائے ہند کے اغراض و مقاصد پر پورا یقین رکھتے ہوئے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ حضرت والا کی رہنمائی میں مسلمان باعزت زندگی گذارنے کے قابل ہو سکیں اس لئے ہماری یہ پختہ رائے ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کے نظام کی (باقی آئندہ صفحہ پر)

بالخصوص ان ملکوں میں جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اور مسلمان اپنی اقلیت کی وجہ سے وہاں پر نہایت کمزور اور اُن کی آواز نہایت گری ہوئی ہے اشد ضرورت ہے کہ اُن میں اجتماعی قوت اور نظام مکمل ہو بالاخص انڈین یونین (بھارت) میں تقسیم ہند کے بعد یہ ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اس لئے تمام مسلمانوں کا عموماً اور علمار اسلام کا خصوصاً اہم فریضہ ہے کہ وہ جاگیں اور تحفظ اور بقار کی صورتیں

حاشیہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ - بقار اور اُس کے پروگرام پر عملی جد و جہد سب دین کا کام ہے اور خدا کے یہاں اجر و ثواب کا باعث انشاراللہ۔

میں بدقسمتی سے عالم دین نہیں ہوں لیکن علمار کی کفش برداری کا فخر حاصل ہے مگر مجھ کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ بہت سے علمار کرام جمعیۃ علمار کے کام میں کوئی اشتراک نہیں کرتے ہیں. میں نے جب بھی اُن کی خدمت میں جمعیۃ کا کوئی پروگرام پیش کیا اور کچھ وقت مانگا گیا تو یہ کہہ کر ٹال مٹول کیا گیا کہ ہم بھی دین کا کام کر رہے ہیں مدرسہ چلا رہے ہیں تصوف کے مراحل طے کر رہے ہیں جس کے لئے شور و ہنگامہ مضر ہوتا ہے. پھر کس طرح سے ہم جماعتی کام کریں - حضرت والا کے بہت سے متوسلین اور خلفار کے بھی یہی خیالات ہیں اور وہ غالباً جمعیۃ علمار کے کام میں وقت لگانا وقت کی بربادی سمجھتے ہیں. ان حالات میں ضرورت ہے کہ حضرت والا اپنے ایک واضح بیان کے ذریعہ جمعیۃ علمار کے ساتھ وابستگی کی شرعی حیثیت بیان کر کے راستہ صاف فرمائیں گے.

اگر واقعی جمعیۃ علمار کی خدمت کرنا دین کا کام نہیں ہے اور جمعیۃ کی خدمت تضیع اوقات ہے تو پھر ہم لوگوں کی بھی رہنمائی کی جائے کہ اتنی دردسری کی ضرورت نہیں. مگر میں تو اب تک بلکہ اب اور زیادہ ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ وقت کی پکار ہے کہ جمعیۃ علمار کی ترقی ہم ہندی مسلمانوں کا نصب العین ہونا چاہیئے.

(خویدکم احقر غلام محمد مصطفٰے ناظم عمومی جمعیۃ علمار گریڈیہہ ہزاری باغ بہار)

جناب غلام مصطفٰے صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علمار ہزاری باغ صوبہ بہار کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علمار ہند نے جو یہ مفصل والانامہ تحریر فرمایا ہے یہ اخبار الجمعیۃ سنڈے ایڈیشن ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء میں شائع ہو چکا ہے پورا خط اس لائق ہے کہ بار بار پڑھا جائے. اس والانامہ کی افادیت کا تقاضہ ہے کہ کسی قدر اس اسلامی جماعت اور اسلامی تحریک پر روشنی ڈالی جائے اس کی اصل تاریخ کی ابتدار حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ العزیز کی ذات سے شروع ہوتی ہے. آپ نے ۱۸۰۳ء میں اس کی داغ بیل ڈالی اور کام شروع کر دیا. مولانا شاہ اسحاق صاحب حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ اسی شجرۂ طوبیٰ کی شاخیں اور استخلاص وطن کی بنیادی اینٹیں بن کر قصر جمعیۃ علمار کی ایک مستحکم اور آہنی دیوار قائم کر گئے انھیں بزرگوں نے بواسطہ اور بلاواسطہ شاگردوں اور مریدوں نے سوچی سمجھی تحریک کو آگے بڑھا کر ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ کا باقاعدہ نظام قائم کر دیا. چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت سے لیکر آج تک جمعیۃ علمار پر (باقی آئندہ صفحہ پر)

عمل میں لائیں۔ اختلافات کو مٹائیں اور اجتماعی قوتوں کو بڑھا کر صحیح نظام پر گامزن رہیں، ورنہ عند اللہ اور عند الناس سخت مواخذہ اور گرفت کے مستحق ہونگے خود کو بھی برباد کریں گے اور قوم و ملت نیز دین و مذہب کی بربادی کا وبال بھی اپنے اوپر لیں گے۔ انھیں امور کو دیکھتے ہوئے باعزت اور سمجھدار بزرگوں نے جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد رکھی تھی جو کہ اپنی ابتداء اور سالہا سال سے آجتک میدان عمل میں اپنی طاقت کے مطابق مخلصانہ سرگرمی سے چلی آرہی ہے مگر آج بہت سے ناعاقبت اندیش مسلمان اور علماء کرام اس میں جد وجہد کرنے اور جمعیۃ کے نظام کو بڑھا کر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو بالا کرنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ صدہا مضامین لکھے گئے اور ہزاروں تقریریں کر کے ملک کے گوشہ گوشہ میں اس کے نزدیک کارناموں کی تفصیلات پہونچائی گئیں اور یہ حقیقت ہے کہ جمعیۃ کے اراکین کی سعی و کوشش نے پورے ہندوستان کی مختلف مذہبی جماعتوں میں صرف یہی جماعت ہے جس نے ملک کی آزادی میں غیر معمولی حصہ لیا۔ پھر جب ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں نے قیامت برپا کی تو اس جماعت کی ایمان پرور تقریریں اور بامرہ فواز تحریریں ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کے لرزتے ہوئے دلوں اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں کا سہارا بنیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ کیا اور ہر ہر محاذ پر ڈٹ کر فرقہ پرستوں کو آگاہ کر دیا کہ ہم تمہاری خوں آشام تلواروں اور نت نئے پروپگنڈوں سے مرعوب ہونے والے نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بہت سے مسلمانوں سے مرعوبیت، دہشت اور احساس کمتری کا روگ بہت حد تک دور ہوچکا ہے۔ سانس لینے کے لئے جب فضا سازگار ہوگئی تو چاہیئے تھا کہ ہندوستان میں دعوت حق کی جو جماعتیں مدعی ہیں وہ سب ملکر اور ایک ہی رشتہ میں جڑ کر پورے امن اور سکون کے ساتھ وہ کام کرتیں جن سے مسلمانوں کے باہمی انتشار اور اختلافِ کار کا سدباب ہوتا مگر ایسا نہیں ہوسکا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماء ہی ایک ایسی جماعت ہے، جو فکر و عمل، اخلاق اور کردار کے اعتبار سے بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے اندر ایک مخصوص انفرادیت رکھتی ہے اور اپنے مخصوص نظام فکر و عمل کے ساتھ وابستگی میں کسی جماعت سے اس کو نہ تو تعصب ہے اور نہ وہ کسی سے مصالحت کرنے میں ذرا بھی متعصب ہے۔ اس کے اندر جھکاؤ اندوہ سروں کو اپنے اندر جذب کرنے کی قوت موجود ہے کیونکہ کسی جماعت کا متعصب ہونا اور کٹر ہونا روح شریعت کے منافی ہے یہ کٹر پن جماعتوں کے محاسن میں سے نہیں ہے بلکہ معایب اور نقائص میں سے ہے مسلمانوں کی تاریخ میں متشدد جماعتوں کا جو حشر ہوا ہے وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کیا آج ہندوستان کی تمام مذہبی جماعتوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ بھائیو! یہ تو بتاؤ کہ جمعیۃ علماء ہند سے آپکی جماعت زیادہ پہلے سے قائم ہے یا یہ جمعیۃ علماء؟ دوسرے یہ کہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم اور سکریٹری کے علم و عمل، خدمات، جہاد و قربانی، ایثار و جانبازی، اخلاص و للہیت، دانشمندی و ہوشمندی تجربہ اور تدبیر وغیرہ کے مقابل دوسرے وہ کون حضرات ہیں جن کی رہنمائی از روئے دیانت قبول کی جائے؟ (باقی آئندہ صفحہ پر)

سے جان چُراتے ہوئے نظر آ رہے ہیں یہ اُن کی سخت غلطی ہے میں اُن کو متنبہ کرتا ہوا زوردار لہجہ میں آگاہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی انفرادی اصلاحی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اجتماعی تقویت زیادہ سے زیادہ عمل میں لائیں ہرگز ہرگز اس میں غفلت اور سہل انگاری کو راہ نہ دیں ورنہ سخت خطرات سے دوچار ہونگے اور اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہندیونین میں جمعیۃ علماء ہند کے نظام کو زیادہ سے زیادہ مستحکم اور مضبوط بنائیں واللہ المستعان۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اگر جواب نفی میں ہے تو اختلاف اور شقاق، تفرق اور منازعت جو قرآنی اصطلاح میں "کفر" ہے اُس کی جو بھی تاویل کرو گے وہ شر ہی ہوگی خیر نہ ہوگی جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمعیۃ علماء ہند کا حکم عام جمعیتوں کا حکم نہیں ہے کہ اگر وہ باوقار اور کامیاب ہے تو ہم اس کے ممبر بنیں اور اس کی تائید کریں اور اگر وہ بے وقار اور ذلیل ہے تو اس کو مٹ جانے دیں بلکہ جمعیۃ علماء ہماری ایک مذہبی اور شرعی ضرورت ہے جس سے کسی حال میں ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ جب ہمارا نظام صحیح حالت میں قائم و باقی تھا علماء کی جماعت ہی ارباب حل و عقد کی جماعت تھی۔ یہی لوگ اولوالامر تھے۔ انھیں کے پاس ہمارے حالات و مسائل آتے تھے۔ یہی ہمارے قضاء و امارت کے تمام عہدوں کے سنبھالنے والے اور ہمارے تمام دینی و دنیاوی معاملات میں رہبر تھے اور اب کہ ہم بگڑنے کے بعد سنبھلنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو ہمارا سب سے پہلا اور سب سے آخری فرض یقیناً یہی ہے کہ اس جماعت کو مقدم رکھیں۔ ہم نہ تو اس جماعت سے مستغنی ہو سکتے ہیں اور نہ اس جماعت کو چھوڑ کر کسی دوسری جماعت کی پیروی کر سکتے ہیں از روئے شریعت صرف یہی جماعت ہے جس کا قیام مسلمانوں پر ہر حال میں فرض اور اس کی اطاعت و پیروی ضروری ہے پس اگر کوئی شخص اس جماعت سے الگ ہو کر ملت میں افتراق اور جماعت میں بدنظمی پیدا کرے گا تو ہماری اجتماعی زندگی کا یہ کھلا ہوا قانون ہے کہ اس فتنہ کا سدباب کر دیں۔ اس جماعت میں قیادت اور اجتہاد کا منصب صرف علماء کے لئے مخصوص ہے اور اُن کے فیصلہ کے صدور کے بعد ہر شخص کے لئے صرف سمع و طاعت ہے اس کے علاوہ کوئی بات کسی کے اختیار میں نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ کسی کی رائے علماء کی جماعت کے اجتہاد سے الگ ہو مگر پیروی سب کو اسی فیصلہ کی کرنی چاہیئے جو جماعت کا فیصلہ ہو۔ کیا جمعیۃ علماء ہند کے علاوہ کسی جماعت کو بھی حق ہے کہ مسلمانوں کی قیادت کرے؟ موجودہ جمعیۃ علماء ہند کے دستور اساسی یعنی اغراض و مقاصد یہی تو ہیں۔

(الف) اسلام، شعائر اسلام اور مسلمانوں کے آثار و معابد کی حفاظت (ب) مسلمانوں کے مذہبی، تمدنی اور تعلیمی حقوق کی تحصیل و حفاظت (ج) مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح (د) ایسے اداروں کا قیام جو مسلمانوں کی تعلیمی، تہذیبی اور معاشرتی (سوشل) زندگی کی ترقی و استحکام کا ذریعہ (باقی آئندہ صفحہ پر)

مکتوب ۸۸

جناب مولانا خلیق احمد صاحب استاد تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ والانامہ مورخہ ۳ جون باعث سرفرازی ہوا۔ مندرج مضمون کو دیکھکر تعجب ہوا۔ کیونکہ جناب مشایخ طریقت اور اُن کے احوال سلوک و طریقت اور اُس کے لوازمات شعر و سخن اور اُس کے انواع و اقسام وغیرہ سے بخوبی واقف ہیں پھر قصیدہ مذکور کے متعلق متردد ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ عرض ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ الہند رحؒ اگرچہ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز سے بیعت تھے مگر منازل سلوک اُنھوں نے بامر مرشد حضرت گنگوہیؒ سے طے کئے تھے اور سالہا سال اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر ریاضات شاقہ اور ذکر و اشغال سلوک انجام دیتے رہے تھے تا آنکہ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس اُن کی سیر و سلوک کی کامیابیوں کو تحریر فرمایا

حاشیہ مکتوب ۸۸ ۔ حضرت مخدوم و محترم مدظلکم العالی ۔ سلام مسنون ۔ اس زحمت کے لئے معذرت خواہ ہوں جب کوئی مشکل پیش آتی ہے بے اختیار آپکی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ پرسوں بچھراؤں ضلع مرادآباد میں ایک دوست نے وہ مرثیہ دکھایا جو حضرت مولانا محمود حسنؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وفات پر لکھا تھا اور جو مطبع بلائی ساڈھورہ ضلع انبالہ سے شائع ہوا تھا دوست کو اعتراض تھا کہ اس مرثیہ میں جذبات عقیدت و ارادت جس انداز سے ظاہر کئے گئے ہیں وہ مناسب نہیں مثلاً یہ کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو بانئے اسلام اور خلفاء راشدین کا مثل اور تمام اکابر علماء صوفیہ کی خصوصیات علمی و باطنی کا حاصل بتایا گیا ہے ۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ہوں۔ (ط) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انڈین یونین کے مختلف فرقوں کے درمیان میل جول پیدا کرنا اور اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنا (ی) علوم عربیہ و اسلامیہ کا احیاء اور زمانہ حال کے مقتضیات کے مطابق نظام تعلیم کا اجراء (ک) تعلیمات اسلامی کی نشر و اشاعت (ل) اسلامی اوقاف کی تنظیم و حفاظت

پھر کون مسلمان ہے جو دستور مذکور سے اختلاف کریگا اور جمعیۃ علماء ہند کے سوا کون دوسری جماعت ہے جو اس کو عملی جامہ پہنا سکتی ہے فافی تو فکون ۔ (نوٹ) یہ خط اگست ۱۹۵۷ء میں لکھا گیا جبکہ مرض الوفات شروع ہو چکا تھا اسی زمانہ میں وہ نام الجمعیۃ کے سنڈے ایڈیشن میں پھر شیخ الاسلام نمبر میں شائع کیا گیا۔

جس پر وہاں سے نعمت خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ سلوک طریقت میں کامیابی کے لئے اولین شرط اور اہم رکن مرشد کے ساتھ ربط قلب اور اعتقاد و محبت اور تعلیم کامل اور توحید مطلب ہے۔ بغیر اس کے کامیابی اس راہ میں ممکن نہیں۔ ضیاء القلوب ص۲۵ میں ہے

وربط قلب باشیخ باعتقاد و محبت و تعظیم تمام دریں راہ سلوک شرط مقدم و رکن اعظم است

امداد السلوک ص۷ میں ہے۔

پس چوں با او بیعت کند فرمانبردار او شود و بتوحید مطلب حلقہ اطاعت او در گوش کشد و توحید مطلب این کہ بداند بجز این شیخ معین موصوفِ صفات مرادر عالم کسے بمطلب نتواں رسانید اگرچہ دیگر شیوخ اقران او باشند وباین صفات موصوف بوند و این رکن اعظم است اگرچہ توحید مطلب ندارد پراگندہ ہر جائے ماند ومشوش شود و خدا ہم پروائے او نہ کند کہ در کدام صحرائے ہلاک شود بلکہ چنانکہ حق و قبلہ یک است

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ص۶ پر ایک شعر ہے

زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعلیٰ ہبل شاید ۔۔۔ اٹھا عالم سے کوئی بانئے اسلام کا ثانی

ص۱۰ پر ہے۔

حوائج دین و دنیا کی کہاں لیجائیں ہم یارب ۔۔۔ گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

ص۱۵ پر ہے۔

شہید و صالح و صدیق حضرت ہیں باذن اللہ ۔۔۔ حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی

اس طرح کے اور بھی اشعار اس مجموعہ میں شامل ہیں دریافت طلب یہ امر ہے۔

(۱) کیا یہ مرثیہ حضرت شیخ الہند ہی کی تصنیف ہے؟ (۲) مذکورہ بالا اور اس انداز کے دوسرے اشعار کے متعلق جناب والا کی رائے کیا ہے؟۔ خلیق۔ نفیس منزل۔ ۳۰ جون ۱۹۵۶ء

مکتوب ۸۹ اپنے مفہوم اور مدعا میں محتاج تشریح نہیں ہے۔ ضیاء القلوب اور امداد السلوک کی فارسی عبارتوں میں جس مسئلہ پر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے روشنی ڈالی ہے اس کی خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ۹۹ جلد دوم میں توضیح فرما دی ہے وہاں ضرور دیکھ لیا جائے اس لئے ہم نے فارسی عبارتوں کے ترجمہ کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے مرثیہ کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ اشارات فرمائے ہیں وہ اہل (باقی برصفحہ آئندہ)

شیخ راہ رساں را ہم یک داند و بسیاراں دریں پراگندگی ہلاک شدند پس اگر خطرہ ہم دارد کہ در عالم کسے بجز ایں شیخ مر المطلب تو اند رسانید شیطان درو تصرف کند و از جائے لغزاند و بسیار شود کہ شیطان بصورت پیر او آمدہ اور اخراب کند و چنیں اشیار نماید کہ باں عقیدہ او بر باطل منعقد گردد معاذ اللہ و بتوحید مطلب ہرگز شیطان راہ نہ یابد و تمثل بایں شیخ نتواند الخ

حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہ العزیز کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ اپنے مرشد بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کے ساتھ خواجہ اجمیری کی مجلس میں حاضر تھے کوئی چیز پینے کی دودھ یا شربت وغیرہ پیش کی گئی تو مرشد حضرت کاکیؒ نے ارشاد فرمایا کہ مجلس کے سب سے بڑے کو پیش کرو انھوں نے پھر حضرت صاحب ہی کو پیش کی اُنھوں نے سرزنش فرمائی اور فرمایا کہ مجلس کے سب سے بڑے کو پیش کرو انھوں نے پھر حضرت کاکیؒ ہی کو پیش کیا پھر حضرت کاکیؒ نے سرزنش فرمایا تو حضرت خواجہ اجمیری نے فرمایا کہ ان کو چھوڑدو یہ اپنے حال میں ہیں اور معذور ہیں ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے تین قسم کے تھے بعضوں کا یہ خیال تھا کہ خواجہ معمولی اولیار ہیں بعضوں کا خیال تھا کہ اعظم اولیار میں سے ہیں بعضوں کا خیال یہ تھا کہ اس زمانہ میں اُن کا کوئی مثل نہیں ہے فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو اُن کے عقیدہ کے موافق فیض پہونچا اور اپنے آپ کو قسم ثالث میں فرماتے ہیں چنانچہ اُن کو وہ فیض پہونچا جو کہ ظاہر و باہر ہے ۔ الغرض فنافی الشیخ ہونا سلوک میں ضروری اور اقوی ذریعہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ذوق کے لئے کافی ہیں کیونکہ اس طرح کی چیزیں عربی اور فارسی بلکہ اردو کے مستند شعرا جن پر مذہب کا غلبہ رہ چکا ہے اُن کے کلام میں بھی موجود ہیں ۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت شیخ الہند نہ تو اونچے درجہ کے شاعر تھے اور نہ شاعری اُن کے محاسن میں سے تھی اس لئے بعض الفاظ کھٹک کا باعث ہوگئے ۔ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تو بڑے باکمال شاعر اور ادیب تھے اور سیرۃ النبی جیسی بلند پایہ تصنیف آخرت کا سب سے بڑا ذخیرہ نجات ہے مگر جب اپنے اُستاد مولانا فیض الحسن سہارنپوری شارح حماسہ کا مرثیہ لکھا تو یہ شعر بھی آخر کار قلم سے نکل ہی گیا خدا معاف فرمائے ۔

بکبریں از کجا سنجند لطف طبع رنگینت ۔۔۔ بنا فہماں ندانم چوں پسندی ہمزباں بودن

کامیابی ہے۔ حضرت شیخ الہند کے یہ الفاظ اور اس قسم کے دیگر جملے اسی فنائیت فی الشیخ کے مظاہر ہیں جو کہ حضرت شیخ الہند کے سلوک میں کمال کو بتلاتے ہیں اس جگہ پر آپ حضرت امیر خسرو رحہ، مولانا جامی حافظ شیرازی وغیرہ اہل معرفت وشیریں کلام شعراء رحمہم اللہ تعالےٰ کی تشبیہات بلیغہ، استعارات تحقیقیہ استعارات تخییلیہ، استعارات بالکنایہ، ترشیحات، تجریدات، کنایات وغیرہ سے جن کے بغیر کلام میں شیرینی اور حلاوت پیدا ہی نہیں ہوتی اور کلام بمنزلہ "دندان تو جملہ در دہان است" ہو جاتا ہے اور جن کے ہوتے ہوئے حقیقت مراد نہیں ہوتی، غافل نہ رہیں - والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۶ ۱۱/۷۵ھ

مکتوب ۸۹

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز کی طرف جو عبارت منسوب ہو وہ نظر سے گذری اس میں ہے

"چوں در عہد رسول اللہ صلعم آں سجدہ برخاست اکنوں وقت اباحت ماند اگر مستحب نباشد مباح باشد بر مباح نفی و منع کجا آمدہ است"	جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ سجدہ جاتا رہا تو اب اس کی اباحت باقی رہ گئی اگر مستحب نہ ہوگا تو مباح تو ہو ہی گا - لہذا مباح چیز پر ممانعت کے کیا معنی -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اباحت کی نفی اور ممانعت ثابت ہو جائے تو اس کا اعتبار ہوگا

تفسیر عزیزی پارہ الم ص۱۷۷ میں ہے (سجدہ کی تقسیم فرماتے ہوئے)

دوم آنکہ برائے	دوسری صورت یہ ہے کہ سجدہ عزت کرنے

حاشیہ مکتوب ۸۹ - حضرت مخدوم ومحترم مدظلکم العالی سلام مسنون - حج بیت اللہ سے واپسی پر مبارکباد قبول فرمایئے اور اللہ تعالےٰ عرصہ تک آپ کا سایہ مسلمانوں کے سر پر قائم رکھے کہ ان کی علمی اور دینی زندگی کو ذات عالی سے بڑی تقویت ہے غالباً "تاریخ مشائخ چشت" اور حیات شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، نظر سے گذری ہونگی مگر میں کچھ عرصہ سے مشائخ چشت کے حالات کی ترتیب میں مصروف ہوں اور پانچ جلدوں میں اس کام کو مکمل کرنا چاہتا ہوں - اس وقت زحمت دینے کا مقصد ایک مشکل کا حل تلاش کرنا ہے اس وقت مشائخ چشت کی روایات کی حامل صرف آپکی ذاتِ گرامی ہی ہے اس لئے یہ جانتے ہوئے کہ وقت آپ کے لئے عنقا کی حیثیت رکھتا ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

تکریم وتحیۃ باشد مانند سلام وسرخم کردن واین معنی باختلاف رسوم وعادات وتبدل ازمنہ واوقات مختلف است گاہے جائز است وگاہے حرام درامتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ درقصۂ حضرت یوسف واخوان ایشاں واقع شدکہ وخروالہ سجدا" ودرشریعت ما ایں طریق فیمابین مخلوقات حرام وممنوع است بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ الخ

اور سلام کرنے کے طور پر ہو محض سلام اور سرکو نیچے کردینا یہ سجدہ رسوم اور عادات کے اختلاف اور زمانہ کے الٹ پھیر سے کبھی جائز اور کبھی حرام چنانچہ سابقہ امم میں جائز تھا۔ جیساکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قرآنی قصہ میں اُن کے بھائیوں سے واقع ہوا اور ہماری شریعت میں سجدہ یا سرجھکانے کی یہ صورت حرام اور ممنوع ہے جس کا ثبوت بہت سی متواتر حدیثوں سے ہو رہا ہے۔

احادیث اُس کی ممانعت میں بکثرت ہیں جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر انکار کیا گیا ہے یقیناً ان کا سجدہ سجدۂ عبادت نہیں تھا بلکہ سجدۂ تحیۃ ہی تھا حضرات صحابہ۔ ولا تعبدوا الا ایاہ اوراُس کے ہم معنی آیات سے بخوبی واقف تھے اس لئے محبوب سبحانی قدس اللہ سرہ العزیز کے قول سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہوگی مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۷ و ص۲۳۸ اور دیگر کتب صحاح میں اس قدر روایات موجود ہیں کہ بقول حضرت شاہ عبدالعزیز رح درجہ تواتر رکھتی ہیں۔

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ زحمت دینے کی جرأت کر رہا ہوں فوائد الفواد ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاء مرتبہ میر حسن سنجری میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فریدؒ اور حضرت محبوب الٰہی کی مجلس میں سجدہ کی رسم جاری تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اعتراض کیا اور جھگڑنے پر آمادہ ہوا۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا "بشنو غلبہ مکن کہ ہر امرے کہ فرض بودہ باشد چوں فرضیت برخیزد استحباب باقی ماند چنانچہ ایام بیض وایام عاشورا بر امم ماضیہ فرض بود در عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوں روزہ ماہ رمضان فرض شد آں فرضیت ایام بیض وایام عاشورا برخاست اما استحباب باقی ماند۔ آمدیم در سجدہ۔ سجدہ میان امم ماضیہ مستحب بود چنانکہ رعیت پادشاہ را و شاگرد مر استاد را وامت پیغمبر را سجدہ میکردند چوں در عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آں سجدہ برخاست اکنوں رفت واباحت ماند۔ اگر مستحب نباشد مباح باشد بر مباح نفی ومنع کجا آمدہ است (فوائد الفواد نولکشور ص۱۵۹) اس مسئلہ پر آپ کی کیا رائے ہے۔ میرا مقصد کسی مناظرانہ بحث کو شروع کرنا نہیں ہے صرف علمی حیثیت سے سمجھنا چاہتا ہوں مشائخ چشت شریعت وسنت کے سختی سے پابند تھے انھوں نے اس رسم کو کس طرح جائز رکھا ؟ ممنون ہونگا اگر اپنی پہلی فرصت میں (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

۲۱ ستمبر کو عریضہ دربارۂ سجدۂ تعظیمی جناب کی خدمت میں ارسال کیا ہے چونکہ میں اس وقت سفر کی جلدی میں تھا اس لئے آپ کے والانامہ پر پوری طرح غور نہ کر سکا اور حضرت محبوب سبحانی رح کی طرف منسوب شدہ عبارت کے متعلق مختصراً عرض کر دیا تھا سفر سے واپسی پر آپ کے والانامہ پر اطمینانی حالت میں غور کرنے کا موقع نصیب ہوا تو معلوم ہوا کہ جناب کا منشا کچھ اور ہی ہے آپ فرماتے ہیں میرا مقصد کسی مناظرانہ بحث کو شروع کرنا نہیں ہے صرف علمی حیثیت سے سمجھنا چاہتا ہوں مشائخ چشت شریعت و سنت کے سختی سے پابند تھے انھوں نے اس رسم کو کس طرح جائز رکھا اس لئے عرض یہ ہے کہ سجدہ دو قسم کا ہے (۱) سجدۂ عبادت (۲) سجدۂ تحیۃ۔ سجدۂ عبادت بالاتفاق تمام اُمتوں میں غیر اللہ کے لئے حرام اور ممنوع تھا اور ہے اور سجدۂ تحیہ امم سابقہ میں مباح اور جائز تھا امت محمدیہ میں اسکو بھی منع کر دیا گیا حضرت شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی پارہ الم ص۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔

بحث دوم آنکہ حقیقت سجدہ پیشانی سجدہ کی حقیقت ماتھے کا زمین پر پہنچا دینا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس طرف توجہ فرمائیں۔ عرصہ سے تمنا ہے کہ ایک دو دن کے لئے دیوبند میں حاضر ہوں اور سعادت قدمبوسی حاصل کروں کیا اکتوبر کے آخر ہفتہ میں آپ کا قیام دیوبند میں رہے گا امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ خاکسار خلیق احمد نظامی۔

جناب مولانا خلیق احمد نظامی اُستاذ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپکی علمی خدمات میں مشائخ چشت شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے اس کتاب کی مقبولیت اور اس کی افادیت سے مشائخ چشت رحہم اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے میں بڑی مدد ملی۔ .... اُردو زبان پر آپنے بڑا احسان فرمایا کیونکہ ایسا مستند تذکرہ اردو زبان میں کوئی اور دوسرا نہیں لکھا جا سکا ہے اللہ تعالےٰ اجر خیر دے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سیاسی خطوط اور حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ بھی آپکی کوششوں اور دلی جذبات کی زندہ تصاویر ہیں۔ اس مکتوب گرامی کی فارسی عبارتوں کو ہم واضح کر دینا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ عام لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچ جائے۔

خلاصہ مکتوب یہ ہے کہ ہر فن میں فن والے کی رائے ہی حجت اور دلیل بن سکتی ہے اور صحت حدیث کے بعد کسی بڑے سے بڑے امام فن کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ پر سنت کا جو غلبہ رہ چکا ہے اُس کے لئے ہم مفصل الگ لکھیں گے انشاءاللہ۔ اصلاحی

برزمین رسانیدن است واین معنی در شرع
برائے غیر خدا جائز نیست و دریں جا فرشتگان
را باداۓ ایں فعل برائے حضرت آدم
علیہ السلام امر فرمودہ اند وجہ ایں امر چیست؟
جوابش آنکہ پیشانی را برزمین رسانیدن
بر دو طریق واقع می شود یکے آنکہ برائے
حق معبودیت باشد وایں قسم در جمیع ادیان
وجمیع ملل برائے غیر خدا حرام وممنوع است
و ہیچ گاہ جائز نشدہ زیرا کہ از محرمات عقلی
است ومحرمات عقلیہ بہ تبدل ادیان وملل
متبدل نمی شوند ودلیلش آنکہ ایں نوع تعظیم
مشعر بغایت تذلل است وغایت تذلل
برائے کسے سزاوار است کہ در غایت عظمت
باشد وغایت عظمت آنست کہ ذاتی باشد وعظمت
ذاتی خاص بحضرت حق است در ہیچ مخلوقے
یافتہ نمی شود دوم آنکہ برائے تکریم وتحیۃ باشد
مانند سلام وسر خم کردن واین معنی باختلاف رسوم
وعادات وتبدل ازمنہ واوقات مختلف است
گاہے جائز است وگاہے حرام در امتہائے
سابقہ جائز بود الخ وسجود فرشتگان برائے آدم
علیہ السلام بہمیں طریق بود زیرا کہ بہ نسبت تعلیم

یہ شریعت میں خدا کے سوا کسی کے لئے جائز
نہیں تو پھر فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام
کے لئے کیوں حکم فرمایا گیا آخر اس کا جواب
کیا ہے ؟ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ
ارشاد فرماتے ہیں کہ پیشانی کے زمین پر رکھ دینے
کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اس طرح کہ
حق معبودیت سمجھ کر زمین پر رکھ دینا
تو یہ تمام مذاہب اور ادیان میں سوائے
خدا اور کسی کے لئے جائز نہ تھا اور نہ کبھی
جائز ہوگا کیونکہ یہ طریقہ محرمات عقلیہ میں سے
ہے اور جن چیزوں کی حرمت عقلاً ثابت ہو
وہ ادیان و مذاہب کے رد و بدل سے کبھی
بدل نہیں سکتی۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ تعظیم کی یہ
نوع غیر معمولی تذلل یعنی فروتنی اور عاجزی کرنا
ہے یہ غیر معمولی عاجزی ایسی ہی ذات کے سامنے
لائق ہے کہ جو عظمت اور کبریائی ذاتی طور پر رکھتی ہو یہ
عظمت ذاتی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق میں موجود
نہیں ہے دوسری صورت یہ کہ تکریم وتحیۃ کے طور پر جیسا کہ
ذکر ہو چکا فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اسی
دوسری قسم میں سے تھا کیونکہ آدم علیہ السلام کو اسماء وغیرہ کی
تعلیم کی وجہ سے فرشتوں پر ایک طرح برتری حاصل ہو گئی

اسمائے حضرت آدم را آسانی و تفوقے بر فرشتگان حاصل شدہ بود و از فرشتگان قبل از پیدائش نسبت بایشاں سوء ادبی وقوع یافتہ بود برائے مکافات آں احسان و کفایت آں بے ادبی ملائکہ را مامور باین نوع تعظیم و تکریم ساختند۔

تھی اور فرشتوں کو اُسے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے اُن کے متعلق کچھ بے ادبی ظاہر ہوچکی تھی اس کے تدارک میں فرشتوں کو اُن کی تعظیم کا حکم دیا گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیۃ کی ممانعت ان احادیث سے معلوم ہوتی ہے جو کہ کتب احادیث میں اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ جو درجہ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں۔ قرآن شریف میں اس کا وقوع انبیائے سابقین کے زمانہ میں مذکور ہے اس اُمت کے لئے اس کی صراحت ممانعت کی موجود نہیں ہے (اگرچہ التزاماً موجود ہی) چونکہ حضرات مشایخ چشت حضرت بابا فرید اور حضرت محبوب سبحانیؒ کے زمانہ میں ہندوستان میں کتب حدیث بہت کمیاب تھیں علم حدیث بھی رائج نہ تھا اس لئے ان حضرات کو ان احادیث صحیحہ متواترہ کا علم نہیں ہوا اس لئے باوجود شدت اتباع شریعت و سنت ان حضرات سے ایسے امور پائے گئے ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ در بارہ رفع سبابہ در نماز (جس کو مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں منع فرماتے ہیں اور مرزا صاحب مرحوم بوجہ احادیث صحیحہ اس کے استحباب و سنت کے قائل ہیں) اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں

و اگر گویند کہ حضرت مجدد باں علم اوسع از احادیث ثبوت رفع سبابہ مگر آگاہ نہ بود گوییم بازمانہ مبارک حضرت ایں کتب و رسائل در دیار ہند شہرت نیافتہ بود از نظر مبارک ایشاں نگذشتہ کہ ترک نمودہ اند وگرنہ ہرگز ہرگز ترک رفع نمی فرمودند کہ ایشاں حریص ترین اکابرین بر اتباع سنت بودہ اند (کلیات طیبات مکتوبات مرزا صاحب ص ۲۸)

اگر کہا جائے کہ حضرت مجدد الف ثانی رح کو باوجود غیر معمولی وسعت علم کے تشہد میں التحیات کے اندر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کی حدیث نہیں پہونچی تو مرزا جان جاناںؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ان کتابوں اور رسالوں کی ہندوستان میں عام طور پر شہرت نہ تھی اس لئے آپکی نظر مبارک سے نہیں گذرے ورنہ آپ کبھی ترک رفع سبابہ نہ فرماتے آپ سنت نبوی کے تتبع میں انتہا درجہ رکھتے تھے اور سنت کے غیر معمولی حریص تھے۔

مرزا مظہر جانجاناںؒ کا یہ ارشاد حضرت مجددؒ کے متعلق ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت محبوب سبحانیؒ سے بہت متاخر ہیں حالانکہ اس زمانہ میں علم حدیث کا چرچا بہ نسبت سابق ہو چلا تھا۔ حضرت شیخ عبد الحق صاحب بخاری الدہلویؒ حرمین شریفین سے علم حدیث لیکر آچکے تھے اور لمعات اشعۃ اللمعات وغیرہ کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئی تھیں تاہم احادیث کی کتابیں کمیاب اور غیر مشہور ہی تھیں اس لئے حضرت بابا صاحب اور حضرت محبوب سبحانیؒ کا ان احادیث سے ناواقف ہونا کسی طرح بعید نہیں ہے۔ یقیناً اگر یہ حضرات ان احادیث صحیحہ متواترہ کو پاتے تو ضرور بالضرور سجدۂ تعظیمی کو ترک کراتے اور سخت مخالفت فرماتے۔ واللہ اعلم

ہندوستان میں علم حدیث اور کتب حدیث کی شہرت حضرت شاہ ولی اللہؒ سے ہوئی ہے نیز عرض ہے کہ یہ اکابر علم طریقت اور تصوف کے ائمہ عظام ہیں علم ظاہر اور شریعت کے امام نہیں اس کے امام حضرت امام ابو حنیفہ و امام محمد و ابو یوسف اور فقہاء کرام ہیں اس بارہ میں اُن کا قول و فعل حجت ہوگا۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت جنید بغدادی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ کے اقوال اور فتاویٰ اور اعمال حجت نہ ہونگے۔ اگرچہ یہ حضرات علم طریقت کے سب سے اونچے پہاڑ ہیں۔ لکل فن رجال رحمھم اللہ تعالیٰ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ - ۸ صفر ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۸۹

جناب مولانا سید حامد میاں صاحب مقیم پاکستان کے نام۔

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ درزقکم رضاہ فی الدنیا والآخرۃ آمین۔ بعد از سلام مسنون آنکہ بحمد اللہ احوال نہایت اُمید افزا ہیں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے نعماء جلیلہ سے نوازا ہے آئندہ بھی اُس کے فضل و کرم سے قوی اُمید رکھنی چاہیئے کہ وہ کریم کارساز درجات عالیہ پر پہونچائے اور اپنی خوشنودی اور قرب سے مالامال کرے آمین۔

مراقبہ اور حضور ذاتِ مقدسہ محضہ میں اس قدر انہماک رہنا چاہیئے کہ دوام حضور کی نعمت حاصل ہو جائے "الذین ھم علیٰ صلوٰتھم دائمون" کا منظر قائم ہو جائے اسی کے ساتھ ساتھ اتباع شریعت اور اتباع سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں زیادہ سے زیادہ ہمیشہ کوشاں رہنا ضروری ہے۔ میں آپ کو طرق اربعۂ معروفہ میں بیعت کرنے کی اسی طرح اجازت دیتا ہوں جس طرح میرے آقا حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھ کو عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالےٰ مبارک فرمائے اور آپ کے ذریعہ سے فیض اکابر طریقت جاری فرمائے۔

جدوجہد اور مراقبہ و ذکر میں پوری مشغولیت کے ساتھ علوم دینیہ کے مشاغل کو جاری رکھیں اور اسلاف کرام کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے رہیں اور اس ناکارہ کو دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ رزقنا اللہ وایاکم رضاہ وفضلہ فی الدارین۔ آمین

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۴ شوال ۱۳۶۸ھ

مکتوب ۹۰

بہت مبارک ہو۔ بارگاہ سرورِ عالم سے جو کچھ نصیب ہو وہ سراسر خیر و برکت ہی اتباع شریعت اور اتباع سنن نبویہ جس قدر بھی ممکن ہو اس کا خیال رکھیں۔ والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۹۱

مہدی اصطلاحاً ایک مقام ہے مقامات سلوک میں سے گذرنے والا جب وہاں سے گذرتا ہے تو یہ

حاشیہ مکتوب نمبر ۹۰ آج قریب صبح بین النوم والیقظہ بلکہ نیند ہی میں ایسا معلوم ہوا کہ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا اُترا ہوا قمیص جو سفید رنگ کا اور طویل تھا مجھے عنایت ہوا کہ پہن لو وہ قمیص مبارک استعمال فرمودہ تھا یہاں تک کہ اس کی گردن پر جس طرح کپڑا پہننے سے کچھ میل سا ہو جاتا ہے ایسا بھی تھا۔ حضرت صلعم کی زیارت بھی ہوئی اور اسوقت دراز قد دیکھا۔ (حامد میاں)

حاشیہ مکتوب نمبر ۹۱ حضرت والا سے ایک سوال ہے کہ کیا مہدی ہر ہادی اور مجاز کو کہا جاتا ہی یا قطب و غوث اور فرد کی طرح یہ بھی کوئی خاص عہدہ ہی کیونکہ اس حقیر نے خواب میں اس جگہ جہاں یہ لکھا ہے کہ دودھ بچاکر رکھ لیا اپنے بارے میں یہ بات سُنی یاد میں آئی کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مہدی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بقیہ چیزیں پہنچیں گی (حالانکہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے غالباً یہ بات نہیں تحریر فرمائی) اپنے بارے میں (باقی آئندہ صفحہ پر)

لقب اس کو محسوس ہوتا ہے (یعنی بعض سالکین کو) بعض اشخاص سمجھ بیٹھتے ہیں کہ مہدی موعود اور مقام سلوک والا مہدی ایک ہی ہیں اور وہ غلطی میں پڑ کر دعویٰ کر بیٹھتے ہیں اور خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں الحاصل مہدی تین ہیں لغوی، اصطلاحی، موعود اول یعنی لغوی وہ شخص مصداق ہے جس میں ہدایت کاملہ ظہور پذیر ہوئی خواہ ظاہری ہو یا باطنی یا دونوں واللہ اعلم۔ والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۹۲

جناب مولانا محمود حسن صاحب پیارم پیٹ صوبہ مدراس کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ بفضلہ تعالیٰ چھ روز قیام کر کے گنٹور، ناگپور، آگرہ، دہلی ہوتا ہوا ۲۷ جولائی کو دیوبند پہونچ گیا۔ حضرت مہتمم صاحب ۲۵ جولائی کو محمدی جہاز سے حج کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ والا نامہ میں جو امور ذکر فرمائے گئے ہیں ان کا علم مجھ کو بالکل نہ تھا۔ چونکہ میں عدیم الفرصت رہتا ہوں اور اب ضعیف بھی بہت ہو گیا ہوں اس لئے دار العلوم کو دیکھنے کی نوبت بالکل نہیں آتی اور نگران اعلیٰ جناب مہتمم صاحب کی نگرانی پر اعتماد رہتا ہے۔ آپکی تحریر بغور دیکھی اور پھر پرچہ نمبر ماہ صفر ۱۳۷۳ھ منگا کر دیکھا اور مضمون میں غور کیا۔ میرے خیال میں اگرچہ مولانا محمود احمد صاحب نے

حاشیہ مکتوب ۹۲۔ حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ والا نامہ اپنی افادیت، تحقیق اور تنقید صحیح کا شاہکار ہے۔ ساتھ ہی نہایت صاف، شگفتہ اور سلیس بھی ہے اس لئے ہم ان فارسی عبارتوں اور مسئلہ وحدۃ الوجود کو واضح کر دینا چاہتے ہیں جو مکتوب گرامی میں بہتوں کے لئے دشواری کا سبب ہو سکتے ہیں۔ دانا پیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ وحدۃ الوجود کی جس عبارت کو درج فرمایا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کو اس وجہ سے چھپانا چاہیے اور ظاہر نہ کرنا چاہیے کہ اس مسئلہ کا ثبوت نہایت ہی نازک، باریک اور عوام کی فہم تو درکنار ایسے علماء ظاہر جو کہ اہل اللہ اور عارفین کی اصطلاحات کو نہیں جانتے وحدۃ الوجود کو سمجھ نہیں سکتے۔ علماء تو علماء وہ صوفیہ (باقی آئندہ صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ یہی لفظ ایک اور خواب میں بھی بہت روز پہلے استعمال ہوتا دیکھا تھا (حامد میاں) آپ کے بقیہ خطوط جلد چہارم کے لئے تبرکا رکھ چھوڑے گئے ہیں انشاء اللہ درج ہونگے۔

اصلاحی

درجۂ اعتدال سے ہٹ کر کچھ سختی اختیار کی ہے مگر وہ نہ تصوف کے منکر ہیں اور نہ بیعت لینے اور ذکر و شغل ریاضات و مراقبات وغیرہ اعمال سلوک کے مخالف ہیں وہ تصوف کو کتاب و سنّت اور شریعت کے لباس میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ غلاۃ صوفیہ اور جہّال پیروں کے غیر شرعی اعمال و اقوال سے لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں اس قسم کی تحریریں ہمارے اکابر کے کلام میں بھی موجود ہیں۔ قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز اپنے رسالہ وحدۃ الوجود میں ارشاد فرماتے ہیں۔

در استتار ایں مسئلہ فائدہ ہمیں کہ اسباب ثبوت ایں مسئلہ بسیار نازک و نہایت دقیق فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر کہ از اصطلاح عرفا عاری اند قوت درک آں نمی داند چہ علماء بلکہ صوفیائے کہ ہنوز سلوک خود تمام ناکردہ باشند و از مقام نفس گذشتہ بمرتبہ قلب نارسیدہ ازیں مسئلہ ضرر می یابند و از مکر نفس و تزلزل و لغزش پا درچاہ اباحت و قعر ضلالت سرنگوں می افتند بلکہ گروہا افتادہ اند کما شھدنا ھو نعوذ باللہ من ذٰلک جناب ہم نیکو میداند کہ ایں مسئلہ خاصیت عجیب میدارد ع

بعض را ہادی و بعضے را مضل

جن کا سلوک بھی ناتمام ہے اور مقام نفس سے گذر کر قلب کے مرتبہ تک رسائی نہیں اس مسئلہ سے اُن کو نقصان پہونچا اور نفس کے فریب اور قدم کے اپنی جگہ پر قائم نہ رہنے کی بنا پر مباحات اور ضلالت کے گڑھے میں مُنہ کے بل بہت سے لوگ گر پڑے جیسا کہ مشاہدہ ہے اللہ اس سے محفوظ رکھے۔ اس مسئلہ کے دو رخ ہیں بعضوں کو اس سے ہدایت ہوئی اور بعض گمراہ۔ جو لوگ صحیح اور تندرست ہوتے ہیں اُن کو اس سے لذّت اور مٹھاس ملتی اور جو مریض نفس ہوتے ہیں ان کو یہ زہر قاتل بن جاتا ہے اسی بنا پر صوفیاء کرام نے فرمادیا ہے کہ جو شخص ربوبیت یعنی خدائی کے راز کو فاش کرے اُس نے کفر کیا۔ لہٰذا وحدۃ الوجود کو ظاہر نہ کرنا ہی بہتر اور اولیٰ ہے۔ سب سے پہلے جس ذات گرامی نے اس مسئلہ میں غور و خوض فرمایا وہ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ تھے آپ نے اس مسئلہ کو ظاہر اور مدلل فرما کر تمام اللہ والوں پر احسان عظیم فرمایا ہے جس سے قیامت تک کوئی خدا پرست احسان فراموشی نہیں کرسکتا۔ نہایت لطف کی بات یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جو محی الدین بن عربیؒ کے ہم عصر بھی تھے اور ایک ہی جگہ کے رہنے والے تھے۔ لوگوں نے حضرت سہروردیؒ سے حضرت شیخ اکبرؒ کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے بزرگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "وہ بد دین ہے" لوگ شیخ اکبر کی صحبت سے دور ہوگئے۔ پھر جب ان کی وفات ہوگئی تو حضرت سہروردیؒ سے (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

ہر چند نعمت خوشگوار است۔ اصحا را ازاں لذت و حلاوت حاصل۔ مرضا را تلخ و ناگوار و در حق شاں زہر قاتل۔ برائے ہمیں فرمودہ اند من صرح اسرار الربوبیۃ فقد کفر۔ استتار آں لازم افشائے آں ناجائز۔ اوّل کسے کہ دریں مسئلہ خوض فرمود شیخ محی الدین بن عربی است قدس اللہ سرہ العزیز اجتہاد او دریں مسئلہ و اظہار آں بہ براہین واضحہ بر گردن جمیع موحداں تا قیام قیامت منت نہاد۔ لطف اینجا است کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز ہم عصرہ ہم بلد او بودہ مرد ماں حال شیخ اکبر ازو پرسیدند گفت فھو زندیق مرد ماں از صحبت او احتراز می کردند چوں بعد وفات از شیخ الشیوخ حال آخرت او پرسیدند فرمودہ مات قطب الوقت من کان ولی اللہ ہمہ مرد ماں تعجب کردند پرسیدند کہ چرا او را زندیق گفتی مارا از استفادہ محروم داشتی گفت او ولی و واصل بحق بود اما جذبہ قوی داشت ہر چند مقرب بارگاہ بود لیکن قابل اتباع نہ بود در زمان اخیر مجذوب شدہ و زبان او در افشائے اسرار بے اختیار شدہ اگر شما در صحبت او میرسیدند

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ شیخ اکبر کی آخرت کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ کے قطب تھے اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ لوگوں نے سہروردیؒ سے عرض کیا کہ زندگی میں آپ نے ان کو زندیق فرما کر ہم کو اُن کے فیوض و برکات علوم و معارف اور صحبت سے دور رکھا اور مرنے کے بعد ولی کامل وغیرہ سے یاد فرماتے ہیں آخر کیا راز تھا؟ سہروردیؒ نے فرمایا کہ وہ واصل بحق ہو گئے تھے اور اُن کا جذبہ نہایت قوی تھا لیکن وہ پیروی کے لائق نہ تھے کیونکہ آخر میں مجذوب ہو گئے تھے چنانچہ اُن کی زبان اسرار کے ظاہر کرنے میں بے قابو ہو گئی تھی اگر لوگ اُن کی صحبت میں جاتے تو زیادہ تر گمراہ ہو جاتے اُن کی باتیں عوام اور علماء رسوم کی سمجھ میں آنے والی نہ تھیں۔ پس مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو ہر کس و ناکس کے درمیان میں لانے کے مجاز نہیں۔ اس مسئلہ میں گفت گو لا حاصل اپنے وقت کو اور عوام کے اعتقاد کو ضائع کرنا ہے۔ فقیر کا طریقہ یہ ہے۔ چاہیئے کہ فقیر کے احباب اور مریدین بھی اس مسئلہ پر قیل و قال کرنے سے احتراز کریں اور بچتے رہیں۔ جو لوگ پوچھیں کچھ اشارات ایسے انداز سے کر دیں کہ انکار لازم نہ آئے۔ بہت سے لوگ اس مسئلہ وحدۃ الوجود کے لئے مجلسیں منعقد کرتے اور شیخی بگھارتے ہیں خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں جیسا کہ تجربہ ہے۔ اصلی بات یہ ہونی چاہیئے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کیا جائے اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ ذکر اللہ اور فکر آخرت کی طرف رغبت پیدا کی جائے وغیرہ وغیرہ (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

گمراہ می شدید چراکہ از غلبۂ حال سخناں کہ می گفت درفہم نمی آمد وعوام را زیاں دارد اگردانید برشما منت نہادم۔

پس اینجا غور باید فرمود کہ مرداں راچہ می رسد کہ باکس وناکس بازار مسئلہ وحدۃ الوجود گرم داریم وعوام راکہ جزوے از ایمان تقلیدی می دارند ازاں ہم بے نصیب سازیم دریں جا گفت گو بے حاصل است وقت خود و اعتقاد عوام ضائع کردن است۔

معارف آگاہا! برائے ہمیں احتیاط احباب فقیر مثل فقیر زبان ازیں قیل وقال بستہ میدارند واحتراز می کنند۔ سائلاں را اشارت بتاویلات نمایند تا انکار آں مسئلہ نگردد وبسیار مردم بدست آویز ایں مسئلہ سرشیخی برداشتہ مجلسہا می آرایند خود گمراہ شدہ گروہ مسلماں راگمراہ می سازند چنانچہ مشاہدہ می اُفتد پس ازیں قیل وقال چہ فائدہ اگر می باید مرداں را طلب حق وترک تعلق دنیا وکثرت ذکر وفکر تحریص باید فرمود واں باید کوشید الخ

کلیاتِ امدادیہ ص۱۲۹ رسالہ درمیان وحدۃ الوجود ص۳۹۲)

یہ مفصل عبارت متنبہ کرتی ہے کہ اس میدان میں بہت زیادہ تیقظ اور تثبت کی ضرورت ہے اور تقریر وتحریر میں نہایت احتیاط لازم ہے خصوصًا اس وجہ سے کہ متصوفین میں متعدد امور جاذب انظار

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تھوڑی سی مسئلہ وحدۃ الوجود کی تشریح کردی جاتی ہے تاکہ کچھ تو اس مسئلہ کی واقفیت علمی طور پر ہوجائے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک توحید کی چند قسمیں ہیں (۱) توحید ایمانی (۲) توحید علمی (۳) توحید حالی (۴) توحید الٰہی (۵) توحید وجودی۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالےٰ توحید وجودی کے علمبردار تھے اور صوفیائے کرام میں بہت سے لوگوں کا یہی مذہب ہے۔ ہمہ اوست اور وحدۃ الوجود کہ تمام عالم اسی ہستی مطلق کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں اس بناپر ایک ذات واحد موجود ہے اور تعدد جو محسوس ہوتا ہے محض اعتباری اور ظنی ہے اس کے قائلین میں حضرت مولانا رومؒ بھی ہیں صوفیہ کے نقطۂ نظر سے ذات باری ہی کے مظاہر کا نام عالم ہے۔ اس گذارش کے بعد وحدۃ الوجود یہ ہوگا کہ وجود کو ایک ذات حق میں منحصر ومحدود رکھا جائے اس کے سوا کسی اور کا حقیقتًا وجود ہی تسلیم نہ کیا جائے یہ ہے مسئلہ وحدۃ الوجود کی علمی تشریح۔ شیخ اکبرؒ پر وحدۃ الوجود منکشف تھا اس لئے یہ دلائل اور براہین کے معیار ومحک سے خارج محض ذوقی اور وجدانی مسئلہ ہے جس پر رد وانکار (دیکھئے صد آئندہ)

وقلوب ایسے موجود ہیں جو کہ عوام الناس کے دماغوں اور افکار کو مسخر اور گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

(الف) دنیا سے اعراض و بے رغبتی

(ب) لوگوں کو ایذا نہ دینا۔

(ج) مجامع لہو و لعب سب و شتم وغیرہ سے مجتنب رہنا

(د) ریاضات شاقہ کو عمل میں لانا۔

(ہ) ہر ایک کے ساتھ اخلاق حسنہ کو اختیار کرنا

(و) ذکر کی کثرت کرنا۔

(ز) عبادات کو زیادہ سے زیادہ کرنا۔

(ح) ان سب سے بڑھکر یہ کہ بسا اوقات اُن سے بعض خوارق عادات کا ظہور ہونا۔ عوام کے نزدیک یہ امور قبولیت بارگاہ خداوندی کے زبردست گواہ ہیں اور اُن کی حاجات کے پُوری ہونے کے قوی ذرائع ہیں (حالانکہ یہ گمان صحیح نہیں ہے) خوارق عادات کا مبنیٰ ریاضات نفسانیہ ہیں جو کہ اسلام پر بھی

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - کرنا لاحاصل ہے۔ جس طرح شیخ اکبر کی یہ عبارتیں موحش اور مشکوک نظر آئیں مثلاً سبحٰن الذی خلق الاشیاء وھو عینھا وقولہ فھو عین ما بطن وعین ما ظھر" وغیرہ اسی طرح اسی فتوحات کے اندر خود انہیں کی توضیح موجود ہے جس کو حضرت جامیؒ نے لمعات کی شرح میں نقل فرمایا ہے قال" فھو عین کل شئی فی الظھور ما ھو عین الاشیاء فی ذواتھا سبحانہ وتعالیٰ بل ھو ھو والاشیاءُ الاشیاء" اس سے شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ کے ذوق کا صحیح اندازہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ شرعاً بھی زیادہ خطرناک نہیں رہ جاتا۔ تاہم احتیاط ضروری ہے

استدراج کی تعریف یہ ہے کہ وہ باتیں جو خلاف قیاس کسی سے ظاہر ہوں اگر نبی و رسول سے ظاہر ہوں تو اس کا نام معجزہ ہے اور اگر ولی خدا پرست سے ظاہر ہوں تو اس کا نام کرامت ہے اور اگر کافر سے ظاہر ہوں تو اس کا نام استدراج ہے جن اسلامی فرقوں کا نام اس والا نامہ میں آگیا ہے جیسے حشویہ، مجسمہ، معتزلہ، خوارج، روافض اور جہمی وغیرہ یہ گمراہ فرقے ہیں۔ لمعات اور اشعۃ اللمعات مشکوٰۃ کی عربی و فارسی شرحوں کا نام ہے جن فرق باطلہ کا نام اس والا نامہ میں آگیا ہے ان پر جلد دوم میں بحث گذر چکی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب گرامی سلوک بالنبوۃ کا عطر اور تصوف کی افراتفری پر بڑی ہی اہم تنبیہ ہے جس نے علم کے ایک باب کو کھولدیا ہے جو دوسرے مدعیان اصلاح کے یہاں بھی موجود نہیں ہے حتی کہ اکابر نے بھی اس طرح کی کوئی شاید ہی تنبیہ کی ہو۔

موقوف نہیں کبھی کبھی یہ امر غیر مسلموں میں بھی پایا جاتا ہے جس کو استدراج کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے)

بہر حال متصوفین پر کنٹرول کرنا اور ان کو قیود شرعیہ اور کتاب وسنت کی حدود میں مقید کر دینا از بس ضروری ہے ورنہ عام مسلمانوں میں سخت گمراہی اور الحاد کے پھیل جانے کا قوی امکان ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ جوش عشق خداوندی اور غلبہ سکر میں صوفیہ سے ایسے ایسے افعال واقوال صادر ہوجاتے ہیں جن کی شریعت کے احاطہ میں کوئی جگہ نہیں ہے اگر ان کی روک تھام نہ کی گئی تو انتہائی فتنوں کا سامنا ہوگا۔ علماء کا فریضہ ہے کہ ظاہر شریعت کی مکمل حفاظت کریں۔

مولانا محمود احمد صاحب کو اس پر غصہ آیا ہے کہ بڑے بڑے اکابر نے صوفیہ کی بڑی بڑی ہفوات پر تو پردے ڈالے ہیں اُن کے اقوال اور افعال کی جائز و ناجائز تاویلیں کی ہیں اس میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں مستقل تصنیف فرمائی ہے اور صریح سے صریح بغاوت و مخالفت شریعت کی دور دراز تاویلیں کرکے اُن کو رازداران ملت قرار دیا ہے ادھر حفاظ شریعت کی ادنیٰ سے ادنیٰ زلات اور غلطیوں پر مواخذہ فرمایا جاتا ہے اور اُن کی خدمات جلیلہ کو بالکل بھلا دیا ہے کسی کو حشویہ میں سے کسی کو مجسمہ میں سے کسی کو معتزلی کسی کو جہمی کسی کو رافضی کسی کو خارجی وغیرہ قرار دیا ہے یہی غصہ اُن کا حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی پر ہے وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات علمیہ اور تقویٰ وطہارت اُن کی خدماتِ دینیہ کے منکر نہیں ہیں۔ لمعات اور اشعۃ اللمعات وغیرہ صحیح اور مستند کتابوں کا کون انکار کر سکتا ہے۔ بہر حال جو اثر آپ نے ان حضرات کی عبارت سے لیا ہے وہ میرے خیال میں افراط سے خالی نہیں ہے۔ آپ بھی تصوف کی جنبہ داری اور اُس سے محبت میں اعتدال سے بڑھ گئے ہیں جیسے محمود احمد صاحب موصوف ظاہر شریعت اور حاملین شریعت کی جنبہ داری میں اعتدال سے کچھ آگے نکل گئے ہیں اس لئے میرے خیال میں مدیر رسالہ کا نوٹ کافی ہے اور اگر آپ ناکافی ہی شمار فرماتے ہیں تو ہم آپ کے اس مضمون کو آپکی طرف سے شائع کرنے کے لئے تیار ہیں یا آپ اس تنقیدی مضمون کو ذرا تفصیل زائد سے تحریر فرما دیں ہم کو اس کی اشاعت میں کوئی پس وپیش نہ ہوگا۔ مولانا محمود احمد صاحب کی تحریر مودودیوں کی تحریر سے میرے خیال میں

بہت متفاوت ہے غور فرمایئے ۔ واللہ اعلم

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ، ۷ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۹۳

جناب مولانا محمد صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام سنت پورہ لائل پور کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ والانامہ مورخہ ۲۳ ر نومبر باعث سرفرازی ہوا مضمون دیکھ کر تعجب ہوا ۔ مودودیان کرام کس منہ سے انبیاء علیہم السّلام کے متعلق عصمت کے دعویدار اور دوسروں پر گرفت کرنے والے ہوسکتے ہیں جبکہ اُن کے نزدیک انبیاء گذشتہ میں سے کوئی بھی نہ معیار حق ہے نہ تنقید سے بالاتر ہے نہ اُس کی ذہنی غلامی جائز ہے ۔ دیکھئے دستور جماعت اسلامی ص۵

" رسول اللہ کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اُس کو اسی درجہ میں رکھے "

اور جبکہ تمام انبیاء علیہم السّلام سے بشمول جناب خاتم النبیین حضرت محمد علیہ السّلام عصمت کے اُٹھ جانے اور معاصی کے صادر ہونے کے قائل ہیں ۔ دیکھئے تفہیمات جلد ثانی ص۴۳

حاشیہ مکتوب ۹۳ ۔ حضرت محترم دام ظلہٗ ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مزاج گرامی ۔ عرض یہ ہے کہ تصفیۃ العقائد ص۲۴ و ۲۵ کو بغور مطالعہ فرما کر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کی ان عبارات کا مطلب واضح فرما کر ممنون فرمائیں ۔ انبیاء علیہم السّلام کے کذب پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ " جب اس قدر آزار مقتولین دفع فساد کے لئے ثواب مستحسن ٹھہرا تو کذب صریح بغرض دفع فساد و اعلاء کلمۃ اللہ کیوں کر مستحسن نہ ہوگا ۔ بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السّلام معصیت سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں "

مودودیان کرام یہ الزامات اکابر دیوبند پر لگاتے ہیں کہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے جھوٹ بولنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ مستحسن ۔ والسّلام مع الاکرام براہ کرم نوازش جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے ۔

محمد عفی عنہ مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام محلہ سنت پورہ لائل پور پاکستان

اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھاکر ایک دو لغزشیں ہوجانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں"۔

ایسی تصریحات اور ایسے عقائد کے بعد ان کو کیا حق ہے کہ اکابر دیوبند کے متعلق کوئی ہرزہ سرائی کریں اور بے سوچے سمجھے کوئی الزام تراشیں العجب العجب۔ تصفیۃ العقائد کی عبارت پر جو کچھ تنقید کیجاتی ہے بغیر غور و فکر ہے یہ بحث سر سید کی اس عبارت کا جواب ہے۔

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اللہ تعالےٰ جماعتِ اسلامی کے نوجوانوں کو ہدایت کے بعد توفیق بخشے کہ وہ اقامتِ دین سے پہلے اپنے کو علم و عمل اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرلیں اور دینی دعوت کے نام پر عہد حاضر کی پٹے باز سیاسی ٹولیوں کی طرح پروپیگنڈہ، فریب دہی کے ذریعہ قیل و قال کا بازار گرم کرنا اور بے سروپا امور کو چھیڑ کر بزرگوں پر تنقید کے لئے بیتاب نہ ہوں یہ ایسے قبائح شرعی اور اخلاقی ہیں جس کا صحیح طور پر اندازہ عہد قدیم و جدید کی گمراہ ٹولیوں سے ملتا جلتا ہے۔ اگر پروپیگنڈہ پر دین کی بساط قائم رہتی تو اسلام آج سے پہلے بھی اپنے ہاتھوں ختم ہوچکا ہوتا بلکہ اسلام کی غیر معمولی ترقی کا راز عمل صالح اور محاسن اخلاق میں مضمر تھا اور ہے چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان ہیں کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ ایسا معیار و محک بن گیا تھا کہ جس کے لئے پہچوانے اور بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ اس والا نامہ کا پس منظر مولانا محمد صاحب کے سوال کے اندر موجود ہے اس کو بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے مکتوب گرامی کی تحقیق اور افادیت اس قابل ہے کہ آب زر سے لکھ کر اپنے پاس رکھا جائے ایسے پُرپیچ اور علمی مسئلہ کے اشکال کو جس خوبی اور دلائل و براہین سے واضح فرماکر اسلامی جماعت کے اخبار فروش ایجنٹوں کو سبق دیدیا ہے وہ کافی سے زائد ہے۔ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی جس اُردو عبارت کی آڑ میں علماء دیوبند پر چاندماری کی گئی ہے یہ جماعتِ اسلامی کی صریح بد دیانتی کے مرادف ہے۔ اولاً تو اس کارخیر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیا مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے اقامت دین کے اندر کوئی رکاوٹ ہو رہی تھی؟ یا اگر بالفرض علماء دیوبند کے خدانخواستہ عقائد و خیالات غلط بھی ہوں تو اس سے ان کو کوئی خاص فائدہ پہونچ جائیگا؟ پھر اس پاپڑ بیلنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہی نا کہ غلط سلط شور و غوغا مچاکر اُن کو اُلجھا کر اپنا اُلّو سیدھا کریں اور مرعوب کردیں تاکہ وہ ہمارا راستہ چھوڑ دیں۔ ورنہ اگر اُن کو تحقیق کرنی ہوتی تو اس کے صدہا ذرائع تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم برداشتہ جن عربی اور ادبی عبارتوں کو درج فرمادیا ہے اُس کے نظائر سے کتب معانی و بلاغت، اصول فقہ اور کلام کی کتابیں بھری پڑی ہیں اس کے بعد ہم در مختار اور شامی کی تھوڑی سی اُن عبارتوں کو درج کردینا ضروری سمجھتے ہیں جس کا ذکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس والا نامہ میں فرمایا ہے۔ در مختار کی عبارت یہ ہے۔ جو دفع مضرت اور جلب منفعت کا ایک بنی ضابطہ ہے (دیکھئے صفحہ آئندہ)

"تمام افعال اور اقوال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کی طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحت وقت کے معنی سمجھے ہیں یعنی ایسے قول و فعل کو کام میں لانا جو درحقیقت بیجا تھا مگر مصلحت وقت کا لحاظ کر کے اس کو کہدیا گیا"

اس کا حقیقی جواب ص۲۳ کی مندرجہ ذیل عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

"ہم دعویٰ کرتے ہیں اور سب اہل عقل انشاء اللہ تسلیم ہی کریں گے کہ کذب بمعنی "گفتار مخالف واقع" خود قبیح نہیں"

اس تفصیل میں کذب کے معنی "گفتار مخالف واقع" ہیں مبالغہ اور کنایات اور استعارات تمام اقسام مجاز داخل ہو جاتے ہیں جن میں معنی مطابقی مراد نہیں ہوتے اور بسبب قرائن لفظیہ یا عادات قویہ یا رواجات عرف عام معانی التزامیہ قریبہ یا بعیدہ مراد ہوتے ہیں ایسی عبارتیں کلام بلغائے فصحا و

حاشیہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ

الکذب مباح لاحیاء حقہ و رفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وھو الحق الخ (ص۳۰۲)

اپنے حق کو حاصل کرنے اور اپنی ذات سے ظلم کو ہٹانے کے لئے جھوٹ کہدینا مباح ہے مراد اس سے تعریض ہے کیونکہ صریح جھوٹ تو حرام ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ شامی حاشیہ میں بڑی لمبی چوڑی تشریح فرماتے ہیں۔ واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابط فیہ کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیہ بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام وان امکن التوصل الیہ بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود وواجب ان وجب تحصیلہ کما لو رأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ وایذاءہ فالکذب ھھنا واجب وکذا لو سألہ عن ودیعۃ یرید اخذھا یجب انکارھا الخ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹ کبھی مباح اور کبھی واجب کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر محمود مقصد کو اگر حاصل کرنا جھوٹ اور سچ دونوں کے ذریعہ ممکن ہو تو ایسے موقعہ پر جھوٹ قطعاً حرام ہوگا اور اگر صرف جھوٹ ہی کے ذریعہ حصول ممکن ہو تو اس جگہ مباح ہوگا۔ جس طرح مقاصد مباح اور واجب ہوتے ہیں اس کا حاصل کرنا بھی اسی (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

وبلغار میں عام طور سے پائی جاتی ہیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - واما ابوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه الحدیث شاعروں کے اکثر وہ مقالات غیر مبالغہ[عہ] والے بھی اس میں داخل ہیں شاعر کہتا ہے

انا ادعوك ليلا ونهارا

داخلی مجلساعت شکرک وغیرہ جن میں شاعر کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ غلط بات کو صحیح کر دکھائے اور جھوٹ کو سچ ثابت کر کے اس کی ترویج کرے بلکہ صناعت شعریہ کی بنا پر وہ خلاف واقع گفتار لانا ضروری سمجھتا ہے بخلاف کاذب کے کہ اس کا مقصد غلط بات کو صحیح کرنا اور اس کی ترویج کرنا ہوتا ہے اور اسی تعریف میں معاریض بھی داخل ہیں جن کے معانی مطابقیہ کچھ اور ہوتے ہیں اور انھیں کو متکلم مراد لیتا ہے مگر اہل عرف مویدات خارجیہ کی وجہ سے دوسرے معنی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ معاریض مشابہ کذب ہو جاتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا يدخل الجنة عجوز" فرمانا اور "في عين زوجك بياض" فرمانا اور نحملك على ولد البعير" فرمانا اسی قبیل سے ہے

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - طرح مباح اور واجب ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مظلوم ظالم کے قتل کے خوف سے روپوش ہے ایسی جگہ جھوٹ بول کر جان بچانا واجب ہو جاتا ہے یا اسی طرح اگر کسی نے امانت ہڑپ کرنے کی نیت سے دریافت کیا کہ کہاں ہے بتاؤ وہاں جانتے ہوئے انکار کر دینا ضروری اور واجب ہو جاتا ہے۔ شامی کی یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ نہ صرف تعریض بلکہ کذب صریح بھی خاص خاص صورتوں میں جائز ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والا نامہ میں اس قول یعنی " ان في المعاريض لمندوحة عن الكذب یعنی معاریض میں جھوٹ بولنے سے بچاؤ ہے - کی نسبت جس طرح حضرت علیؓ اور عمران بن حصین کی طرف سے اس طرح مرفوعاً یہ روایت بسند صحیح آنحضرت صلعم سے بھی ثابت ہے البتہ صحاح ستہ اور مسند امام احمد میں یہ روایت نہیں ہے بلکہ اس کو ابو بکر بن ابی الدنیا نے کتاب المعاریض میں روایت کیا ہے - ابن مفلح مقدسی کے علاوہ ابن قدامہ نے مغنی میں بھی اس پر اعتماد کیا ہے انھیں حدیث اور آثار کی بنا پر حنفیہ، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ معاریض کے جواز کے قائل ہیں وفي تفسير ابن الجوزيؒ في قوله تعالى (بل فعله كبيرهم هذا) المعاريض لا تذم خصوصا اذا احتيج اليها ثم ذكر خبر عمران بن حصين - موطا شریف میں مرسلاً صفوان بن سلیم سے موجود ہے - ان رجلا قال يارسول الله اكذب لامراتى فقال لا خير (دیکھئے صفحہ آئندہ)

عہ بظاہر مبالغہ والے ہے۔

انبیار علیہم السلام سے جو خلاف واقع گفتار منقول ہے وہ اسی قسم کی ہے حضرت علی اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں" ان فی المعاریض لمندوحۃ عن الکذب" حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی یہی صادر ہوا تھا یہ معاریض کسی حاجت دینی کی بنا پر واقع ہوئی ہیں اور اسی تعریف میں وہ قصص اور کہانیاں بھی داخل ہیں جو بزبان طیور و حیوانات و اشجار اکثر حکمار و مصلحین اور ادبار سے لوگوں کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے مثل کتاب کلیلہ و دمنہ یا بچوں کو بہلانے کے لئے یا وحشت وغیرہ دفع کرنے کے لئے بطور داستان گوئی عمل میں لائی جاتی ہیں۔

اس تعریف میں وہ دروغ تعریضی بھی داخل ہو جاتا ہے جس کا نفع اس کے ضرر سے زیادہ ہو جیسے مقاصد حربیہ او جہاد کے اغراض ہیں اگر وہ کسی موقعہ پر بغیر اس دروغ تعریضی کے پورے نہ ہوتے ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" الحرب خدعۃ" اور جیسے اصلاح بین الناس کے کے لئے فرمایا گیا ہے "لیس الکذب الذی یصلح بین الناس" اور جیسے زوج یا بیٹے کے

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ فی الکذب فقال فاعدھا واقول لہا فقال جناح علیک۔ اسی طرح بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں آنحضرت صلعم سے یہ روایات صحیح موجود ہیں کل الکذب یکتب علی ابن آدم الا ثلاث خصال رجل کذب لامراتہ لیرضیہا و رجل کذب فی خدیعۃ حرب و رجل کذب بین امراتین مسلمین لیصلح بینہما۔ وکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سعد بن عبادۃ قال یوم فتح مکۃ یا ابا سفیان الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ فاخبر ابوسفیان بذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کذب سعد ولکن ھذا یوم یعظم اللہ فیہ الکعبۃ الخ۔ آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف۔ ان روایات کو سمجھنے کے لئے ذیل کی تحقیق مد نظر رہنی ضروری ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کا ایک زریں اصول

یہ بات معلوم کر لینا ہر شخص کے لئے نہایت ضروری ہے کہ تمام وہ الفاظ جو قرآن حکیم و احادیث نبی کریم کے اندر موجود ہیں جب ان کی تعریف و تفسیر خود شارع سے منقول ہو تو اس وقت اہل لغت و غیر اہل لغت کے محققانہ اقوال کو کسی استدلال کے سلسلہ میں بطور حجت پیش کرنا قابل قبول نہ ہوگا خواہ وہ کیسی ہی بلند پایہ تحقیقات اور بصیرت افروز معلومات پر کیوں نہ مشتمل ہوں چنانچہ محض اسی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہار نے اسمار کی تین قسمیں کی ہیں (۱) وہ جن کی تفسیر خود شارع نے کر دی ہے (۲) جن کی تعریف لغت کے توسط سے (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

خوش کرنے اور خانہ داری کے مکمل بنانے کے لیے محبت زایدہ کا اظہار کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ مجتبیٰ میں ہے :

"کل کذب ھو مکتوب لا محالة الا ثلاثة" "الرجل مع امراته او ولدہ" والرجل یصلح بین اثنین ۔ والحرب خدعة"

خلاصہ یہ ہے کہ تصفیة العقائد کی یہ بحث سرسید کے مصلحت وقت کے قول و فعل رسول علیہ السلام میں ملحوظ ہونے کو قابل اعتراض قرار دینے پر ہے جس کو شرح کر کے کذب کی حقیقی تعریف لغوی (گفتار مخالف واقع) اور اس کے انواع و اقسام ذکر کیے گئے ہیں اور ان کے شرعی احکام بتائے گئے ہیں اور سرسید کا سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا غلط قرار دیا گیا ہے اور اس کے احکام خمسہ واجب، مستحب، مباح مکروہ، حرام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی پوری توضیح رد المحتار حاشیہ الدر المختار جلد ۵ صـ ۳۰۲ للعلامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے ۔ اس سے مودودیان کرام کا یہ نتیجہ نکالنا کہ اکابر دیوبند انبیاء علیہم السلام کے لیے جھوٹ بولنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ مستحسن، سراسر غلط کاری اور بہتان بندی ہے اور اپنی غلط فہمی اور کم سمجھی کی شہادت دیتی ہے ۔ اس میں تصریح ہے اس لئے تا مقدور

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ معلوم ہو (۳) جن کی تعریف عرف عام کے ذریعے جانی جائے ۔ پس شارع نے اگر کسی لفظ کی تصریح کر دی ہے اور اس کے مواقع استعمال کو متعین فرما دیا ہے وہی حجت ہوگا چونکہ شارع علیہ السلام نے اصلاح ذات البین کو نماز، روزہ اور صدقات سے افضل قرار دیدیا ہے اسی بنا پر علامہ ابن حزمؒ کو لکھنا پڑا اتفقوا علی تحریم الکذب الا فی حرب وغیرہ ومداراة الرجل امراته واصلاح بین اثنین ودفع مظلمة الخ اور یہ تمام اہل علم کا اجماعی مسئلہ ہو گیا ہے ۔ مکتوب عالی کے اندر کی عبارتوں نیز روایات حدیث اور فقہی تفریعات کا خلاصہ یہ ہے کہ حسن قبح عقلی و شرعی کی بحث نے اشعریہ اور معتزلہ میں الجھاؤ پیدا کر دیا ہے جس نے کسی مسئلہ کے حکم کو عقلی سمجھا اس نے کذب وغیرہ کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھا جیسے فرق باطلہ میں معتزلہ اور جس نے حسن و قبح اشیاء کو شرعی مانا یا ابو منصور ماتریدیؒ کی تحقیق پر بعض کو شرعی اور بعض کو عقلی اس نے شارع کی تصریحات کے تحت کذب کے استعمالات میں وسعت دی جیسا کہ احادیث نبوی میں محض خلاف واقع بات کو کذب سے اور اسی طرح خلاف وعدہ کرنے کو کذب کے بجائے اخلف سے تعبیر فرمانا صاف قرینہ ہے کہ شارع کی مراد اس سے کچھ اور ہے لہذا شارع علیہ السلام نے جن جن چیزوں کو کذب سے مستثنیٰ فرمایا ہے ۔ مثلاً صریح جھوٹ بول کر دو آدمیوں میں صلح کرانا وغیرہ قطعاً معصیت نہ ہوگا ۔ کیونکہ شریعت نے دین کے اندر مصالح کا بڑا لحاظ فرمایا ہے ۔ علامہ ابن حزم ظاہری ملل و نحل میں لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

کذب صریح جائز نہ ہوگا تعریضات سے کام لیا جائے گا بلکہ انبیاء کرام اگر تعریضات (جو کہ کذب صریح نہیں ہیں) کو بھی مکروہ سمجھیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے مترشح ہوتا ہے تو کچھ عجب نہیں ص ۲۲" اگرچہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام سبھی سے محفوظ رہے ہوں" ص ۲۳ پھر تیسر تعریضات جو واقع میں اقسام کذب میں سے نہیں ہوتیں بلکہ مشابہہ کذب ہوتی ہیں ہرگز مخالفت شان نبوت نہیں ہوسکتیں یہ غلط الزام، ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے کس قدر دریدہ دہنی اور ڈھٹائی ہے۔ آپ جیسے ذوی العلم والفہم کا (تصفیۃ العقائد کی یہ تمام تفصیل سامنے ہوتے ہوئے) ان کے دھوکے میں آجانا کس قدر تعجب خیز ہے والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دار العلوم دیوبند۔

سلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیس کل کذب معصیۃ بل منہ مایکون واجباً یعصی من ترکہ وصح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا ولذا اجمع اھل الاسلام الخ یعنی ہر جھوٹ گناہ نہیں بلکہ اس میں سے وہ جھوٹ بھی ہے جو واجب ہوتا ہے اور انسان اس کے چھوڑنے سے گنہ گار بن جاتا ہے اور نبی کریم صلعم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح مصالحت کرتا ہو اور خیر پھیلاتا ہے اس لئے اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔

آگے کذب کے اقسام تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

علامہ عز الدین عبد السلام شافعی لکھتے ہیں۔ الکذب معصیۃ محرمۃ الا ان یکون فیہ جلب مصلحۃ او درء مفسدۃ فیجوز تارۃ ویجب اُخریٰ ولہ امثلۃ یعنی کذب معصیت ہے حرام ہے سوائے اس کذب کے کہ جس میں کسی خیر و مصلحت کا حصول ہو اور کسی فساد و نقصان کی مدافعت ہو یہ کذب کبھی جائز ہوجاتا ہے کبھی واجب۔ امام خطابی معالم السنن میں لکھتے ہیں " کذب بطنہ " کے معنی ہیں لم یصلح بقول الشفاء بل زل عنہ۔ بدایہ میں بھی ایسا ہی ابن اثیر نے کذب کو خطا کے معنی میں لکھا ہے۔ عرب کذب کا استعمال خطا میں کرتے ہیں مشہور شاعر اخطل کہتا ہے۔ ؎

کذبتک عینک ام رأیت بواسط　　غلس الظلام من الرباب خیالا

راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں کہ کذب و صدق کا استعمال اعتقاد میں بھی ہوتا ہے جیسے صدق ظنی و کذب ظنی اور افعال جوارح میں بھی استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے۔ صدق فی القتال و کذب فی القتال اور خود فعل کو بھی صادق و کاذب کہتے ہیں۔ فعلۃ صادقۃ و فعلۃ کاذبۃ قرآن میں ہے ناصیۃ کاذبۃ۔ عرب کا محاورہ ہے کذب لبن الناقۃ یعنی اونٹنی نے توقع سے کم دودھ دیا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرمانی شرح بخاری میں ہے۔ العرب تستعمل الکذب بمعنی الخطاء والفساد یقال کذب سمعی ای زل ولم یدرک ما سمعتہ۔ یعنی عرب کذب کو خطا و فساد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ میری سامعہ نے غلطی کی اور جو کچھ اس نے سُنا اسے سمجھا نہیں۔

بخاری میں ہے کہ عاصمؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے قنوت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ قنوت نبی صلعم کے زمانہ میں تھا میں نے عرض کیا کہ رکوع سے قبل یا بعد فرمایا قبل پھر میں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب نے تو مجھے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رکوع کے بعد سو فرمایا۔ کذب انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شہرا۔ یہاں کذب کے معنی محدثین نے خطا کے لئے ہیں۔ بخاری غزوہ خیبر میں سلمہ بن عامر کو آنحضرت صلعم کا دیکھنا اور رنگ تغیر دیکھ کر فرمانا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ عامر کا عمل اکارت گیا۔ آپ نے فرمایا یہ کس نے کہا میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں نے۔ آپ نے فرمایا کذب من قالہ ان لہ لاجرین یہاں بھی خطا کے معنی ہیں۔ غیر انسان یا اس کے کسی عضو کی نسبت کی مثالیں بھی موجود ہیں ماکذب الفواد مارائی۔ بذم کذب۔ صدق اللہ وکذب بطن اخیک حدیث میں ہے یہ چند مثالیں اس لئے لکھدی گئیں کہ مودودی صاحب نے تفہیمات میں یہ گل افشانی فرمائی ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر نے سُنا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وتر کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں فرمانے لگے کہ ابوہریرہ جھوٹے ہیں۔ حسن بن علی سے ایک مرتبہ شاہد و مشہود کے معنی پوچھے گئے انھوں نے اس کی تفسیر بیان کی۔ عرض کیا گیا ابن عمر اور ابن زبیر تو ایسا اور ایسا کہتے ہیں فرمایا دونوں جھوٹے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک موقع پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا۔ عبادہ بن الصامت نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس جھوٹ کا الزام لگایا حالانکہ وہ بدری صحابی ہیں" مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہے کہ ہرگز ہرگز کسی صحابی نے دوسرے صحابی کو جھوٹا نہ کہا نہ سمجھا بلکہ کذب کو خطا کے معنی میں ان کی عام بول چال

تھی جیسا کہ مجملہ شراح حدیث اور اہل زبان نے سمجھا ہے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی ہند کے نادان دوست صحابہ کو جھوٹا ثابت کر کے اور ایک دوسرے پر چوٹیں کرنے والا پروپگنڈہ کر کے سارے دفتر حدیث بلکہ دین کی بنیاد کو متزلزل کر رہے ہیں اور نام ہے اقامت دین کا انا للہ ہم نے ثلاث کذبات والی حدیث کے ضمن میں اتنی تفصیل کر دی تاکہ اس روشنی میں فرق باطلہ اپنی جہالت پر نظرثانی کریں۔ اور سمجھ لیں کہ کذب کی کئی قسمیں ہیں حرام قطعی واجب وغیرہ اور بدترین کذب پیغمبر خدا پر جھوٹ باندھنا ہے بلکہ ایسے شخص کی تکفیر کی گئی ہے اور اس کی سب روایتیں مردود قرار دی گئی ہیں اور وہ مردود الشہادت ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ روایت حدیث میں بے انتہا احتیاط برتتے تھے اسی لئے کتب حدیث کی کسی روایت میں بھی جہاں کسی صحابی کی طرف کذب کی نسبت کی گئی ہے وہاں باتفاق شارحین حدیث نے کذب کے معنی خطا کے لئے ہیں۔ ایسا ہی حدیث ثلاث کذبات کے معنی کرنے میں سمجھنا چاہئے۔ یعنی صورتاً کذب ہے لیکن معناً اور حقیقتاً کذب نہیں ہے پھر کیا اشکال رہ جاتا ہے۔

معاریض اور توریہ کی تعریف اور اس کی صحیح تحقیق

معاریض اور توریہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کا ارادہ دل میں کرنا اور اُس کے خلاف زبان سے ظاہر کرنا۔ غیر واضح کلام کرنا چھپانا وغیرہ۔ کچھ مثالیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب عالی میں دیدی ہیں جیسے ابوجہیم کے متعلق کہ یہ اپنی لٹھیا کو اپنے کندھے سے رکھتے نہیں بلکہ اُٹھائے رہتے بڑے مارتے خاں ہیں۔ یا بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی یا تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے یا میں رات اور دن تم کو یاد کیا کرتا ہوں یا تمہارے ذکر سے مجلس کبھی خالی نہیں جاتی یا اونٹ کے بچہ کے لئے لفظ ابن اور ولد کا استعمال یا حدیث ہجرت میں "ممن الرجل" کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا "من الماء" اور حضرت ابوبکر صدیق رضی نے ایک سوال کے جواب میں کہا "رجل یھدینی السبیل" وغیرہ مثالوں کے اندر توریہ اور تعریض سے کام لیا گیا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے کلام میں لفظ کذب خلاف واقع خبر دینے کے طور پر نہیں تھا جسے حقیقۃً جھوٹ کہا جائے۔ یہی نوعیت ثلاث کذبات

والی حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسی صورت کے ساتھ کلام نہیں فرمایا جو کذب کی صورت ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے صریح کذب کا ظہور نہیں ہوا ہے اور نہ انھوں نے کبھی ایسا کیا ہے تاہم اس کا ظاہر مفہوم باطن کے خلاف تھا اس لئے حضرت ابراہیمؑ کو اس کے مواخذہ کا خوف ہوا اور اس پر لفظ ذنب کا اطلاق حدیث شفاعت میں کیا گیا۔ حدیث شفاعت میں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنے معمولی زلات کا احساس شفاعت کے لئے مانع ہوا نہ کہ صریح گناہ (معاذ اللہ) انبیاء کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس کو بڑے سے بڑے فلاسفہ اور حکماء بھی نہیں جان سکے ہیں چہ جائیکہ ما وشما۔ سچ فرمایا حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے :- ؎

فلسفی کو منکر حنانہ است واز حواس انبیاء بیگانہ است

اہل علم واقف ہیں کہ علماء حجاز لفظ کذب اکثر اخطاء کے معنی میں بولا کرتے ہیں۔ ان کے اس خیال کی تائید حضرت عبادہ بن الصامت کے قول کذب ابو محمد سے ہوتی ہے جبکہ ان کو خبر دی گئی کہ وہ فرماتے ہیں "الوتر واجب" اس کے نظائر حدیث کے اندر بہت موجود ہیں اور یہ ان لوگوں کے استعمالات ہیں جو اہل زبان ہیں۔ پس حدیث شیخین "ثلاث کذبات" کو مفصل بخاری ومسلم نے اور مجمل ابوداؤد، ترمذی، ابن المنذر، ابوحاتم اور ابویعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے، جس کے راوی حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری وغیرہ صحابہ ہیں۔ یہ روایت نہ صرف مفید علم الیقینی بلکہ مفید علم نظری ہے (ملاحظہ ہو دلائل السنن والآثار جلد اول بحث خبر احاد) رہ گیا یہ کہ واقعہ سارہ علیہا السلام کو بائبل نے اور رنگ آمیزی کے ساتھ مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اُس کے ہم ذمہ دار نہیں اور نہ موجودہ بائبل عہد قدیم وجدید، توریت وانجیل وغیرہ کتب وصحف تحریف سے محفوظ ہیں اور نہ وہ روایات کے رد و قبول یعنی محدثین کرام کے فن روایت ودرایت کے معیار ومحک پر بھی صحیح اُترتی ہیں اس لئے اُن کا درجہ محض تاریخ اور افسانہ سے زیادہ نہیں رہ جاتا ہے اسی بناء پر کتب سماویہ پر اجمالی ایمان تو ہم کو رکھنا ضروری ہے نہ کہ موجودہ بائبل کی ہر خرافات اور کمی بیشی پر۔ بخاری میں واقعہ سارہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

پر پڑی لے دے ہے اس کے بانی مبانی امام رازیؒ وغیرہ ہیں۔ مگر جب قرآن حکیم کی بیسیوں آیات میں اسی طرح کی باتیں حضرات انبیاء علیہم السّلام پر آگئیں تو یہی حضرات ان تمام تاویلات سے کام لے کر جو ایسے مواقع پر ضروری ہیں ان آیات میں بھی وہی کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "بحج القرآن" امام ابوالفضل مختار رازیؒ۔ حضرت قاسم العلومؒ کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ علماء دیوبند انبیاء علیہم السّلام کے لئے جھوٹ بولنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ مستحسن معترضین کی بلادت ذہن اور قساوت قلب کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ ہماری اس تحریر سے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سامی سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم جھوٹ بولنے کا دروازہ کھول رہے ہیں بلکہ ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ بعض ناگزیر حالات اور مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام فقہاء امصار نے اس نازک مسئلہ کی حل کی طرف بھی اپنی توجہ فرمائی اور صاف لکھدیا کہ صریح جھوٹ حرام ہے۔ "عین الکذب حرام" اور یہ حقیقت ہے کہ سمجھدار کو کبھی جھوٹ بولنے کی ضرورت ہوتی ہی نہیں۔ البتہ ذو معنی الفاظ کو کام میں لانا یہ قطعاً جھوٹ نہیں ہے اور نہ کسی نبی اور رسول سے صریح جھوٹ کا ثبوت موجود ہے جہاں کہیں ایسا ہوا ہے وہ توریہ اور تعریض میں شمار کیا گیا ہے۔ ائمہ اربعہ اعیانؒ کے تلامذہ سے بڑھ کر کس نے قرآن اور حدیث کی خدمت کی ہے ہم کو پیغمبر اسلام نے حکم دیا ہے "احترسوا من الناس بسوء الظن" کیونکہ صاحب شریعت نے اس کی وجہ ظاہر فرمادی ہو۔ "اذا ظننتم فلا تحققوا" خلف نے سلف کی تحقیق سے فائدہ اٹھا کر ہمارے لئے کوئی راہ قیامت تک کے لئے بند نہیں کی ہے۔ یہ قرآن وحدیث کی تہ تک پہونچکر اس کا عطر کھینچ لیا ہے اُن کی تصریحات وتحقیقات اصولی دربارہ حلت وحرمت، جھوٹ اور سچ وغیرہ رہتی دنیا تک کے لئے اصول اور دستور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فتدبر

مکتوب ۹۴

خاکسار مرتب کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ کے حکم کے موافق دعا کرتا ہوں وفقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ ۔ خدا پر بھروسہ اور اعتماد کیجئے اور استخارہ کے بعد حجرہ میں بیٹھ جائیے مشاغل کی کثرت، جسمانی ضعف ونقاہت امتثال حکم کی درباره تراجم ابواب بخاری جرأت نہیں دیتی ۔ والسلام ۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۔ ۱۷ر شوال ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۹۵

میرے نزدیک جب کہ آپ کے سمدھی صاحب محمود پوری اس قدر ایثار فرما رہے ہیں تو اتنا استغنا فرمانا غیر مناسب ہے میں انشاء اللہ ابتدا جمادی الاولی میں جبکہ تعطیل امتحان ششماہی ہوگی ٹانڈہ آؤنگا وہاں پر ایک یا دو شب رہ کر آپکے یہاں محمود پور کی حاضری کے قصد سے حاضر ہونگا وقت حاضری سے بذریعہ تار ٹانڈہ سے مطلع کروں گا ۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ کریم کارساز اس عقد کو مبارک فرمائے آمین ۔ اگرچہ ضعف اور گھٹنے کی تکلیف چل رہی ہے مگر اس عقد کی شرکت انشاء اللہ بہرحال مناسب جانتا ہوں ۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۲ء بروز یکشنبہ

حاشیہ مکتوب ۹۴ ۔ خاکسار پہلے بابو سراج الحق صاحب کے دولت کدہ پر مقیم تھا بعد کو جب مسجد کے متصل حجرہ اپنی خواہش پر خدا نے تیار کرا دیا تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی اور حجرہ میں بیٹھ جانے کی اجازت چاہی ۔ اس والا نامہ میں اسی جانب اشارہ ہے ۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے ۔ بقول سعدی ؒ ۔ ؎

نہ باشتر بہ سوارم نہ چو اشتر زیر بارم
نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

زندگی کے دن خدا کے فضل وکرم سے اچھے بسر ہو رہے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی کوئی مایوسی نہیں ہے یہ سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی بدولت ہے ۔ ورنہ بقول شاعر ۔ ع

اک فاسق وفاجر پر اور اتنی عنایتیں ۔

مکتوب ۹۶

میں انشاء اللہ ۷ر جنوری ۱۹۵۳ء بروز جمعرات بوقت شام یہاں سے روانہ ہوکر ۸ر جنوری بروز جمعہ ڈیرہ ایکسپریس سے ٹانڈہ پہونچوں گا اور یکشنبہ کی صبح کو آپکی خدمت میں حاضر ہو سکوں گا۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی روز محمود پور پہونچ جائیں اور عقد مبارک سے شب دوشنبہ کو فراغت ہو جائے محمود پور اور سکرور کا ایسا پروگرام بنائیے کہ وقت کم خرچ ہو تاکہ میں دوسرے امور ضروریہ کو بھی انجام دے سکوں۔ اگر اس پروگرام میں کوئی رکاوٹ ہو تو ٹانڈہ میں اطلاع دیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دیوبند

مکتوب ۹۷

محترم المقام زید مجدکم۔ حسب ارشاد مولانا سعید احمد صاحب کا جواب بعینہٖ ارسال خدمت ہے۔ دریابادی صاحب سے اُن کے آخری جواب کے بعد پھر مراسلت کا سلسلہ بند ہوگیا کیونکہ آخری جواب

حاشیہ مکتوب ۹۵ و ۹۶ ہر دو والا ناموں کا مضمون صاف ہے البتہ اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ شاید ہی کسی خوش قسمت کو یہ شرف حاصل ہوا ہو کہ موسم کی غیر معمولی خرابی' برف و بارش کی کثرت کے باوجود ٹھیک وقت پر حضرتؒ محمود پور تشریف لائے اطراف سے پروانہ وار معتقدین بھی اس جنگل کے اندر منگل منانے پہونچ گئے۔ بعد مغرب عقد نہایت سادگی کے ساتھ مہر فاطمی پر ہوگیا۔ راقم الحروف اور دوسرے حضرات نے حضرت قدس سرہٗ کو اس قدر خوش اور باغ و بہار کبھی بھی نہیں دیکھا۔ اگر ہزاروں اور لاکھوں روپیہ صرف کرکے جشن شادی رچایا جاتا تو بھی اس عقد نکاح میں جو خیر و برکت حضرتؒ کے قدوم میمنت لزوم سے محسوس و مشاہد ہوئی وہ کہاں سے لائی جاسکتی ہے۔ ناچیز کے دونوں بچوں کے نام محمد اسعد اور محمد ارشد ہیں نکاح کے وقت اس نام پر حضرت مسکرا دیئے اور حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد اسعد صاحب زاد شرفہٗ بھی ہنس پڑے۔ عجیب دلکش سماں تھا اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ وہ اس تقریب کو مبارک اور سعید بنائے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

حاشیہ مکتوب ۹۷۔ مخدوم دریابادی صاحب پر مفصل اسی جلد میں لکھا جاچکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ مکتوبات جلد دوم کی کتابت اور سب سے زیادہ ترمیم میں مودودی کاتب نے اپنے خبث کو اور جماعتی تعصب اور اندرونی نفرت کو غیر معمولی بددیانتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے اللہ تعالیٰ انصاف فرمائے اور اس گندہ کو ہدایت بخشے

یہ تھا کہ دعا کریں کہ مجھ کو شرح صدر ہو جائے۔ دیگر امور کا کوئی جواب ہی نہ تھا البتہ ایک تنقید تھی کہ کاغذ پر انگریزی عبارت ہے (جے ہند) ہم نے اس کاغذ پر عبارت خط نقل کر دی تھی اور انگریزی عبارت کاٹی نہ تھی۔ پیڈ پر یہ عبارت چھپی ہوئی تھی اس پر خفا ہو گئے۔

میں گذشتہ ہفتہ دہلی گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ کاپیوں کی کتابت میں کاتب نے نہایت بے ایمانی کی ہے جس کی وجہ سے کاپیاں پتھر پر نہیں چڑھی ہیں بہت مشقت پیش آرہی ہے۔ مشہور مقالہ ہے لکل شئ آفۃ وللعلم آفات۔ آپ کے صاحبزادہ کہاں ہیں اور کیا پڑھتے ہیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، محرم ۱۳۷۴ھ

مکتوب ۹۸

محترم المقام زید مجدکم۔ مزاروں پر حاضری کے وقت مندرجہ ذیل عمل کرتا ہوں

السلام علیکم یا دار قوم مومنین انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا انشاء اللہ بکم للاحقون یغفر اللہ لنا ولکم اجمعین وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

پھر درود شریف ۳ بار سورۂ فاتحہ ۳ بار سورہ اخلاص ۱۲ بار درود شریف ۳ بار پڑھکر صاحب مزار کو بخشکر اس کے اور تمام گرد و پیش کے مدفونین کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہوں

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۵ جنوری ۱۹۵۵ء از نوساری ضلع سورت

مکتوب ۹۹

محترم المقام زید مجدکم۔ میں نے ڈائری میں بیت العلوم سرائمیر کی حاضری کے لئے ۱۰، ۱۱ مارچ ۵۵ء درج کر لیا ہے میں انشاء اللہ پوری کوشش کروں گا کہ ان تاریخوں میں حاضر

حاشیہ مکتوب ۹۸۔ راقم الحروف نے دربارۂ زیارت قبر اولیاء اللہ اور قبرستان میں حاضری پر حضرت کا مسلک اور طریقہ معلوم کرنے کے لئے عریضہ لکھا تھا جس پر حضرت اقدس کا یہ مکرمت نامہ شرف صدور ہوا اب اپنا عمل یہی ہے کفی بذلک لی قدوۃ۔

ہو جاؤں۔ اگر ممکن ہوا تو ایک روز پہلے سکرور پہونچوں گا ورنہ معذوری ہے مکتوبات جلد ثانی کے واقعات سے افسوس ہوا۔ دعا کرتا ہوں۔ والسّلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۳۱ جنوری ۱۹۵۵ء ۶ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ

مکتوب ۱۰۰

محترم المقام زید مجدکم۔ گنگوہ شریف میں ۵۔۶ نومبر ۱۹۵۵ء کو اجتماع ہوا تھا۔ وہاں مودودیوں نے شور مچا رکھا تھا مولانا ابوالوفا صاحب و مولانا قاسم صاحب، مفتی محمود صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ اشرفیہ کانپور مولوی عزیز صاحب منیجر اشاعات دارالعلوم بھی تشریف لائے تھے بحمد اللہ عمدہ کامیابی ہوئی۔ تفہیمات جلد دوم ص۴۳ کی عبارت دربارۂ عصمۃ انبیاء علیہم السّلام نہایت تعجب خیز ہے اللہ تعالےٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ والسّلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب ۱۰۱

محترم المقام زید مجدکم۔ عصمت انبیاء کے متعلق جو کچھ جلد دوم میں ہرزہ سرائی کی گئی ہے جلد اول میں بالکل اس کی نقیض گفتگو ہے۔ آیت سورۂ جن الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلك من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا الآیہ کی آیت سورہ طور واصبر لحکم ربك فانك باعیننا الخ اور سورۂ یوسف کی آیت کذلك لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین وغیرہ کافی ہیں۔ تبرکات مدینہ منورہ کا آپ نے بوقت حاضری مطالبہ نہیں فرمایا۔ انشاء اللہ بوقت مناسب پیش ہونگے۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۲۹ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۱۰۲

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کتاب "الرد الوافر" پہونچی اس سے پہلے اس کتاب کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ میں نے اس سے پہلے علامہ ابن تیمیہؒ کی کچھ تصانیف مدینہ منورہ زید شرفا میں دیکھی تھیں اُن کے تفردات سے دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ نیز اُن کی زبان امام اشعری اور شیخ اکبر رحمہما اللہ تعالیٰ اور دیگر اسلاف کرام کے متعلق نہایت تیز ہے جن کی مدح

اور سنا بہت زیادہ ہم اپنے اسلاف کرام سے ہمیشہ سنتے آئے ہیں۔

رسالہ قبلہ نما میں حقیقت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کے لئے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط تقریر کی ہے ملاحظہ فرمائیں

امام مہدی کے متعلق امداد المشتاق صـ۱۴۳ میں کچھ تحریر فرمایا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں

کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں کئی ہزار کتابیں عمدہ تھیں اُن کو دیکھ لینا ممکن نہ تھا اور نہ اب یاد ہے۔ تاہم بہت کچھ نوادر پر نظر ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۱۳۷۵ھ۔

حاشیہ مکتوب ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲

گنگوہ میں ۵ ر نومبر ۱۹۵۵ء کو جو رد و قدح مودودی گروہ پر ہوئی تھی اور عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں حضرت اقدسؒ کا حد درجہ تعجب فرمانا معلوم کر کے عریضہ لکھا کہ سید ابو الاعلیٰ صاحب کا تو وہی عقیدہ ہے جو عین اہل سنت کا مسلک ہے اس پر حضرت نے یہ مختصر مگر کافی سے زیادہ مدلل اشارہ فرمایا ہے جس کی شرح یہ ہے

(۱) عصمت کی تعریف اور اس کا مفہوم کیا ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ عصمت کے معنیٰ ہیں گناہ سے اپنے کو روک رکھنا اور مفہوم یہ ہے کہ معصوم وہ ہے کہ باوجود استعداد گناہ کے اور قدرت رکھنے کے اس سے گناہ نہ ہو نا صرف یہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتِ اقدس کے ساتھ مختص ہے دوسرے کسی اُمتی کو یہ مقام شرف و مجد خدا نے نہیں بخشا ہے اور نہ اس کی حیثیت اُمت کے عام اور عادل افراد کے برابر ہو سکتی ہے اور نہ اُن کے مقتدا ہونے میں من کل الوجوہ کوئی ہمسری کر سکتا ہے اور نہ معصوم حضرات اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو توڑتے آئے ہیں بلکہ جوڑنا اُن کا اولین فریضہ ہے اور نیت معصیت کا فقدان انھیں حضرات کا طغرائے امتیاز ہے۔ اسی بنا پر امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں امام ابو اسحٰق اسفرائنی و ابن فورکؒ و ابن برہان، امام نووی، قاضی حسین وغیرہم تمام اہل سنت والجماعت کا مسلک بتلاتے ہوئے رقم طراز ہیں" انھم معصومون عن الصغائر والکبائر جمیعًا و

وقال انه الذی ندین به وھو الصحیح الخ مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے معصوم ہیں اور یہی اعتقاد حق اور صحیح ہے

(۲) انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق نہ کرنے اور صحیح مقام اور موقف نہ سمجھنے کی بنا پر سید ابوالاعلی صاحب جیسے پڑھے لکھے شخص کو اس بات کے لکھنے میں ذرہ برابر جھجک نہ ہوئی کہ "عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے"۔ تفہیمات جلد دوم ص ۴۳۔

ہم اس موقعہ پر کتب عقائد اور کلام کے مباحث اور دلائل سے قطع نظر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کی فطرت کے کچھ سوالات ہیں جن کو نہ حیلہ و بہانہ سے ٹالا جا سکتا ہے اور نہ اس سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے مثلاً اس زندگی کا انجام اور اس عالم کا منتہا کیا ہے اس زندگی کے بعد کیا ہوگا وغیرہ انسان اس کو جاننا چاہتا ہے کیونکہ صحیح جواب اب تک نہ حکماء نے دیا ہے اور نہ فلاسفہ نے اس گتھی کو سلجھایا ہے۔ لامحالہ ہم کو ان باتوں کے صحیح حل پر اعتماد ایسے لوگوں پر کرنا ہوگا جن کا علم اس بارہ میں قیاسی نہ ہو بلکہ یقینی ہو جن کو انسانی حواس کے علاوہ حاسۂ غیبی بھی ملا ہو اور جنھوں نے اپنے مشاہدہ سے ان علوم و حقائق کو اس طرح حاصل کیا ہو جس طرح ہم کو اس عالم کی بہت سی باتوں کے سننے اور دیکھنے کا علم ہوتا ہے یہ صرف پیغمبروں کی جماعت ہی اور یہ لوگ ایک الگ نوع کے لوگ ہیں جو خدا کی باتیں سنتے اور ہمکلام ہوتے ہیں وہ عالم غیب کو بھی اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح دنیا کو اور یہ تمام ادیان و ملل حکماء و فلاسفہ وغیرہم کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ کوئی نوع دوسری نوع کے سرحد میں قدم نہیں رکھ سکتی ہے اس لئے نبی اور رسول عام انسانوں سے الگ ایک ایسی نوع ہیں جس میں کوئی اور ان کا شریک و سہیم نہیں اس بناء پر رسول خدا کے پیغام میں نہ تو کمی بیشی کر سکتا ہے اور نہ قدرت کی نگرانی اس سے کسی لمحہ اٹھ جاتی ہے اور نہ تربیت خداوندی اس سے منفک ہوتی ہے بلکہ خود صفت عصمت سے واثق ہے پیغمبروں کا انتخاب براہ راست قدرت ہی کرتی ہے نہ کوئی اور رسول اور نبی اس سے بالکل بے خبر ہوتا ہے کہ اس کو کل کیا کرنا ہے مگر جوں ہی منصب رسالت پر فائز ہوتا ہے موت کی سرحد سے پار تک دیکھتا اور آخرت کے منازل ایک ایک کر کے سامنے آ جاتے ہیں۔ اس کا ہر حکم واجب الاطاعت

ہو جاتا ہے کسی کو چون وچرا کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ رسول کو انسان کے مبدا ومعاد سے علاقہ ہوتا ہے اس کا ہر حکم مذہب وشریعت کی بنیاد بنتا ہے اس کا علم یقینی اور قطعی ہوتا ہے اس لئے وہ فلاح اور نجات کا ضامن ہوتا ہے۔ رسول کی ذات سے وابستگی کے بعد ہزاروں اختلافات وحدت اور اخوت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ نبی اور رسول کوئی اکتسابی شرف مجد نہیں ہے بلکہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" کی سب سے وزنی شہادت، اعلیٰ صداقت، پاکیزہ سیرت، خداداد بصیرت اور مشاہدہ غیبی اس کی نمایاں خصوصیتیں ہیں لہذا منصب پیغامبری پر ہر کس وناکس کو نہ تو سرفراز کیا جاسکتا ہے اور نہ ایسی جلیل القدر ونازک ذمہ داری کا تحمل دوسرے انسانوں کے بس کی بات ہے۔ اس عظیم الشان امانت الہیہ کا حامل صرف پیغمبروں کی ذات ہوتی ہے۔ آیت سورۂ انعام نے تو صاف صاف اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اور اس موقع سے باخبر ہیں کہ منصب رسالت اور پیغام نبوت جہاں چاہے بھیجے اور جہاں چاہے نہ بھیجے یعنی نبی اور رسول جس کو چاہے بنائے اور جس کو چاہے نہ بنائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاء اور رسول خدا کی سب سے برگزیدہ اور واجب الاطاعت جماعت ہے اور پہلے سے منتخب شدہ اللہ کے بندے اور رسول ہوتے ہیں پس اگر صفت عصمت کو اُن کی ذات سے علیحدہ کر لیا جاتا ہے تو یہ قرآن حکیم کے صریح خلاف ہوگا عقلی اشارات تو کئے گئے، نقلی تصریحات سے پورا قرآن بھرا ہوا ہے اور انبیاء کے نوعی خصوصیات اور صفات پر کافی سے زیادہ آیات موجود ہیں ہم اس جگہ صفت عصمت پر چند آیات کا ترجمہ اور مفہوم واضح کرنا چاہتے ہیں جس کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والا نامہ میں سرسری طور پر ذکر فرمایا ہے حسن اتفاق کہ انہیں آیات سے اُستاذ امام مولانا حمید الدین فراہی" تفسیر سورہ عبس" عربی میں عصمت نبوی صلعم پر اپنے مخصوص فکر سے بڑا ہی گرانقدر استنباط اور ایمان پرور تحقیق دنیا کے سامنے پیش فرمائی ہے جو اپنی جگہ انبیاء علیہم السلام پر بحث وکلام کرنے والوں کے لئے قرآنی حجت ہے اصل عبارت مع ترجمہ درج کی جاتی ہے

(۲) فی عظیم خلق الانبیاء وعصمتھم وموقع العتاب بھم

انبیا کا خلق عظیم ان کی عصمت اور اُن کے مواقع عتاب۔

قد علمنا بصریح العقل والنقل ان الله یصطفی للرسالة اکرم الناس و اتقاهم کما قال تعالیٰ ۔ والله اعلم حیث یجعل رسالتهٗ وقال فی نبینا وانك لعلی خلق عظیم۔ اذکر الخبر الذی جاء فی الصحیحین عن وزن النبی بکفة وجمیع الناس بکفة حتیٰ اذا رجحهم اعلی الرسالة ثمّ بعد اصطفائهم یصرفهم الله کیف یشاء فیامرهم وینهاهم ویعلمهم مالم یعلموا فکانهم بین اصبعیه ویمشون بین یدیه کما قال تعالیٰ فانك باعیننا ۔ وقال تعالیٰ فانه یسلك من بین یدیه ومن خلفه رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربهم واحاط بمالدیهم واحصی کل شی عددًا

فهذا بیان لنظرۃ الخاص الیٰ رسله وانه تعالیٰ یعصم رسوله عن کل زیغ ویتدارکه قبل ان یقع فیه فاذا جری فی سمت

باعتبار عقل ونقل یہ بات طے ہوچکی ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ نے رسالت کے فرائض کی ذمہ داری کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب فرمایا ہے جو اس کی تمام مخلوقات میں اخلاق اور تقوی کے لحاظ سے بلند مرتبہ رکھتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے الله اعلم حیث یجعل رسالته اور ہمارے نبی کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے "وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" جس کی وضاحت حدیث صحیحین سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلعم کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور بقیہ کو دوسرے پلڑے میں رکھا تو آپ تمام مخلوقات پر بھاری رہے تب جا کر آپ کا انتخاب رسالت کے لئے عمل میں آیا اس چناؤ کے بعد اللہ تعالےٰ جس طرح چاہتا ہے اپنے اوامر ونواہی کی تعلیم دیتا اور جن سے وہ واقف نہیں ہوتے انہیں سکھاتا اور تربیت کرتا ہے گویا وہ ہر آن اللہ کے ہاتھوں میں ہوتے اور اُس کی نگاہوں میں رہتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے "فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا" دوسری جگہ ہے فانه یسلك من بین یدیه ومن خلفه رصدًا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات رَبِّهِمْ واحاط بمالدیهم واحصیٰ کل شی عددًا پس یہ مخصوص نظر خداوندی انبیاء پر ہوتی ہے جو اُن کو ہر طرح کی لغزشوں سے بچاتی رہتی ہے اور قبل اس کے کہ اُن کا قدم غلط اُٹھے اللہ تعالیٰ

خطولا یمهله الا ریثما یتم فرض
نبوته ویفرغ مجمل قوته
حسب سُنّة الله وحکمته فی
خلقه فانه یبتلی عباده و
یخرج ما فی سرهم. وعلی
هذا فاذا رأی بین یدی رسوله
معثرة نبهه وربما نهاه
بجهیر الصوت واسلوب العتاب
اذا وجده یذهب غارزا
راسه لکی ینتبه ولکی یعلم
فظاعة المنهی عنه ولکی یتذکر
ان لولا الله لعثر فیشکر ربه و
یتذلل امامه ویزداد
قربا منه والتصاقا به کرضیع
تخوفه امه فیلتصق بلبانها
فتبین بما ذکرنا ان الانبیاء
متقلبون بین حسنتین فان
الله تعالیٰ نقاهم عن اوضار
الهوی فلا یعمدون الا
الی مرضاة الله الا انهم ربما
یفرطون فی جانب فیردهم

اس کو روک دیتا ہے اور جب کبھی وہ دشوار گذار راہ کی
جانب بڑھ جاتے ہیں تو سنت اللہ یہ ہے کہ جب تک وہ
اپنا فرض پورا نہ کرلیں ان کو چھٹی نہیں دی جاتی۔
کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے اور جو کچھ ان
کے اندر پوشیدہ ہے باہر لاتا ہے اسی اصول کے تحت
اللہ کو جب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رسول کو لغزش کا
سامنا ہے تو فوراً آگاہ کردیتا ہے اور بسا اوقات باندازِ
عتاب بلند آواز سے روکا جاتا ہے خصوصاً جبکہ وہ آگے
بڑھتا جاتا ہے تاکہ وہ متنبہ ہوجائے اور منہی عنہ کو سمجھ لے
پیغمبر چونکہ اٹھتا اور محسوس کرتا ہے کہ اگر اس وقت اللہ نے مدد
فرمائی ہوتی تو خطرہ سامنے تھا وہ شکر اور تذلل کے
ساتھ جھک پڑتا ہے اور اللہ سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے
جیسے بچہ۔ ماں اس کو ڈراتی دھمکاتی ہے تو وہ اسی کی
چھاتی سے چمٹ جاتا ہے۔

الحاصل ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے یہ بات
واضح ہوجاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا جھکاؤ نیکی ہی
کی طرف رہتا ہے۔ اللہ نے ان کے قلوب کو تمام
برائیوں سے پاک کردیا ہے ان کا قدم بالقصد مرضیاتِ
الٰہی کا پابند ہے۔ اگر کبھی افراط کی طرف ان کا قدم
بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو حق اور اعتدال کی
طرف موڑ دیتا ہے یہ اس لئے کہ پیغمبر ہی اپنی

ردهم الى حاق الجادة وذلك
لان النبي كالاصل للامة
كانهم شقوا من نبعه وجبلوا
على طبعه وهم مامورون
باقتضاء آثاره واقتباس انواره
فادنى افراطه ازاغة
لجميع الامة - واما سبب افراطهم
فلا يخفى انهم لا يعلمون من
سرائر الناس نهاية غورها
فلا يقطعون الرجاء من اصلاحهم
فيجاهدون بهم كطبيب آس
وحميم مواس حتى يتبين لهم
انهم اعداء الله فحينئذ يتبرؤن
منهم كما اخبر الله عن ابراهيم
(فلما تبين له انه عدو لله تبرأ
منه ان ابراهيم لحليم اواه منيب)
وكذلك ربما يقع ان النبي قد
قطع الرجاء لما ظهر عليه من
تمردهم ومع ذلك فيهم مطمع
كما وقع ليونسؑ وذلك بان الله
تعالى وحده عليم بما تكن الصدور

اُمت کے لئے اصل اور بنیاد ہے گویا اُمت اسی کے چشمہ فیض اور اسی کی طبیعت کے نمونہ پر ڈھلتی ہے اسی لئے تمام اُمت اس کی ہر چھوٹی بڑی بات کے اقتدار اور پیروی پر مامور کی گئی ہے اب اگر پیغمبر کے کسی فعل میں ذرا بھی افراط کا شائبہ ہوگا تو اس سے تمام اُمت پر بے راہ روی کا اثر پڑ جائے گا - اور اُن کے افراط کا یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے باطن کا علم نہیں رکھتا جیسا کہ چاہیئے - تاہم پیغمبر لوگوں کی اصلاح سے ناامید نہیں ہوتا بلکہ وہ اُن کے پیچھے ایک جاں نثار دوست اور شفیق طبیب کی طرح لگا رہتا ہے - ہاں جب خدا کی طرف سے ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے - حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اللہ نے خبر دی ہے فلما تبين له انه عدو لله تبرأ منه ان ابراهيم لحليم اواه منيب - اور اسی طرح کچھ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبی اُن کی سرکشی سے مایوس تو ہوتا ہے مگر باوجود اس کے اس کو سدھرنے کی خواہش ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یونسؑ کے قصہ میں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا دلوں کے بھید سے واقف ہے - اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نبی کو کسی جماعت سے اعراض کا اور کسی مخصوص جماعت پر برابر دعوت و تبلیغ کو جاری رکھنے کا حکم دیدیا کرتا ہے۔

فربما یامرهم بالاعراض والاستغناء وربما یثبتهم علی المجاهدة بهم و جملة الکلام ان الله تعالی یصرف نبیه کیف یشاء فتارة یمنعه عن رحمته وضعها غیر موضعها واخری یثبته علی الصبر واحتمال الاذی والعتاب علی الاول دلیل علی کمال رحمته وعلی الثانی دلیل علی کمال غیرته فی جنب الله وهو فی کلتا حالتین بری عن هوی النفس و الزیغ الباطل

ماحصل سب کا یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ نبی کو اپنی رحمت کے غیر جگہ کرنے سے روک لیتا ہے اور کبھی اس کو صبر اور شدائد کے برداشت کا خوگر کردیتا ہے - پہلی صورت پر عتاب اس کے کمال رحمت کی دلیل ہے اور دوسری حالت کا عتاب اللہ تعالیٰ کے کمال غیرت پر مبنی ہوتا ہے اور یہ دونوں حالتیں ہوائے نفس وغیرہ سے پاک ہیں۔

(۱) آیت سورۂ یوسف میں نہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ فرمایا گیا ہے اس طرح ہم نے اس سے برائی اور بے حیائی کی باتیں دور رکھیں بلاشبہ وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو برگزیدگی کے لئے چن لئے گئے (سورۂ یوسف) بلکہ یہ تمام حضرات انبیاء کرام کے مخصوص اور ذاتی کمالات کا بنیادی مسئلہ ہے چنانچہ قرآن عزیز کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ مُخلَص یہ صرف انھیں حضرات کے لئے قرآنی اصطلاح میں آیا ہے جس کا ذکر آیت مذکور میں ہے یعنی حضرات انبیاء کرام اللہ کے مخلص بندے ہیں جو تمام برائیوں اور فواحش سے پاک اور صاف رکھے جاتے ہیں اور معصوم ہوتے ہیں نیز النبی اولی بالمومنین من انفسہم۔ یعنی نبی زیادہ حق رکھتا ہے مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے۔ صاف واضح ہوتا ہے کہ اگر نبی اپنی امت کو آگ میں کودنے کا حکم دیدے تو امت پر فرض ہو جاتا ہے اور یہ اسی ذات کا خاصہ ہو سکتا ہے جو معصوم ہو اور جس کے فیصلہ کی پھر اپیل نہ ہو سکے - بہر کیف مودودی صاحب کی یہ آخری تحریر کہ عصمت انبیاء کے لوازم ذاتیہ سے نہیں ہے نہایت ہی گمراہ کن اور قصر نبوت کی ایک ایک اینٹ کو پراگندہ کرنے والی اور برباد کرنے والی ہے خدا کا شکر ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرقہ کے خلاف جس طرح زبان اور قلم کو حرکت دیکر سواد امت کو بروقت متنبہ فرمایا

اور مودودی جماعت کی تلبیسات کی نشاندہی کر کے اصولی گرفت فرمائی اس کی بھی وہی نوعیت ہے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور میں فتنۂ دین الٰہی کی تھی اور مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سرکوبی فرمائی ۔ مودودی دستور اور عقائد پر حضرتؒ کا رسالہ شائع ہے ملاحظہ فرمایا جائے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے اسلاف اور اساتذہ کی تحقیقات کا ایسا غلبہ ہے اور ساتھ ہی تمام اسلاف کرام کا احترام ہے کہ دوسرے علماء کے تفردات سے وہ دلچسپی نہیں ہے جو تجدد پسند اور ہندی علماء حق کی علمی گہرائیوں سے ناواقف حضرات کا شیوہ ہے ۔ مثال کے طور پر حکیم الامت شاہ ولی اللہ، حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ اور استاد امام مولانا فراہیؒ وغیرہم کو ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلہ میں تمام علماء کو تو انشاء اللہ ہندی علماء کا پلہ وزنی ثابت ہوگا ۔ کتاب "الرد الوافر" کے متعلق معلوم تھا کہ حضرت اقدس کی نظر سے شاید گذری نہیں ہے راقم الحروف نے پیش کرادی اس پر یہ والا نامہ شرف صدور ہوا اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ امام ابن حزمؒ امام جوزیؒ، امام ابن تیمیہؒ وغیرہم اکابر کا انداز تحریر بہت ہی تلخ ہے اور یہ محدثین کا عام وظیفہ رہ چکا ہے جس کی تیزی کو یہ کہکر ہمیشہ کم کیا گیا کہ دین اور شریعت کی حمایت اور صیانت کے لئے ایسا کرنا چنداں عیب نہیں ۔ اشاعرہ اور صوفیاء پر علامہ ابن تیمیہؒ کی تنقید اور سخت تنقید کے قائلین میں اُن کے شاگرد ذہبیؒ کا نام خاص وزن رکھتا ہے ۔ بہرکیف یہ بڑوں کی باتیں ہیں بڑے ہی جانیں البتہ ہمارے حضرت کا علم بہت گہرا اور تحقیقی ہے اور مطالعہ بہت وسیع ہے یہ اور بات ہے کہ اظہار مقصود نہیں ورنہ مدینہ منورہ کی علمی زندگی، ممالک عربیہ اسلامیہ کے مختلف الخیال علماء کی مجلسیں، ٹونک جھونک جدید و قدیم عربیت پر عبور اور دنیاوی علوم و فنون پر واقفیت جس سے علماء کی اکثریت بے خبر ہے اس کا کہنا ہی کیا ہے ۔ کیا عربی تصنیفات کے لئے کوئی زحمت ہو سکتی تھی ؟ تصنیف اور تالیف جو موجودہ دنیا کا سب سے اہم کارنامہ سمجھا جا رہا ہے میرے نزدیک اس کی نہ کوئی وقعت ہے اور نہ یہ معیار علم و تحقیق ہے ۔ ان تصنیفات کے کرنے والوں کی اکثریت، اسلاف کی خدمات سے نہ تو خبر رکھتی ہے اور نہ اُن کی کتابوں کے سمجھنے کی قطعاً صلاحیت ہے کہ کیسے انمول جواہرات علمی دفاتر اور اسفار میں

بکھرے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کی تفاسیر اور احادیث کی شرحیں متاخرین نے بھی کی ہیں لیکن جب اُن سے پہلوں کی خدمات اور تحقیقات کو بنظر انصاف سے دیکھا جاتا ہے تو متاخرین کی ساری کوشش کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بس ایک جماعتی نمائندگی ہے نہ کہ قرآن اور حدیث کی واقعی تفسیر اور توجیہہ۔ حضرت کا یہ تحریر فرمانا کہ "کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں کئی ہزار کتابیں عمدہ تھیں اُن کو دیکھ لینا ممکن نہ تھا اور نہ اب یاد ہے الخ کوئی معمولی بات ہے؟ ہاں جو چیز قابل فخر ہو سکتی ہے اور جس کو علم سینہ یا علم حاضر اور رسوخ فی العلم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے وہ ہمارے حضرتؒ کا طغرائے امتیاز ہے وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ حضرت امام مہدی علیہ السّلام پر اسی جلد کے اندر مولانا سید حامد میاں صاحب کے خط کے تحت کچھ مزید اشارات موجود ہیں تفصیل کے لئے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدثؒ دہلوی کا رسالہ علامات قیامت ملاحظہ فرمانا چاہیئے۔ قرب قیامت میں امام مہدیؑ کا ظہور۔ دابۃ الارض کا خروج اور دجال کا نکلنا ساتھ ہی حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا نزول وغیرہ صحاح کی روایات میں مصرح اور مفصل ذکر آ گیا ہے۔ حقیقت محمدیہ پر انشاء اللہ جلد چہارم میں کلام ہوگا۔

مکتوب ۱۰۳

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل   کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ ۱۵ رمضان باعث سرفرازی ہوا۔ یاد فرمانے کا شکر گذار ہوں۔ اطرار مادح سے اجتناب ضروری ہے۔ ے

حاشیہ مکتوب ۱۰۳ حدیث میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر ماہ سے زیادہ فیاض ہو جاتے اور جود وسخا بڑھ جاتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اتباع سنّت نبوی صلعم کا ایسا غلبہ تھا کہ کوئی قدم سنّت کے خلاف ساری زندگی آپ کا نہیں اُٹھا دنیا والے تو یہ کہکر کہ آپ حنفی تھے اس لئے حنفیہ کے کتنے مسائل احادیث کے خلاف محض قیاس پر مبنی ہیں دل ٹھنڈا کر لیں گے لیکن انھیں قطعاً علم نہیں کہ ہمارے حضرتؒ پر عمل بالحدیث کا اثر جو کچھ تھا وہ اپنے بھرپور علم کی بنا پر تھا اور کوئی مسئلہ سنن وآثار صحابہ سے باہر نہ تھا۔ علم کی بے پناہ وسعت کا اندازہ مدینہ منورہ کے مالکی عالم سے پوچھو جنھوں نے مالکیہ کے کسی مذہب کو حنفیہ سے راجح سمجھ کر اظہار خیال (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

یظن الناس بی خیراوانی لشر الناس ان لم یعف عنی

اگر ستاریت خداوندی کا ظہور نہ ہوتا تو ہم سیاہ رُوں کا کیا حال ہوتا۔ فلله الحمد والمنته اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم کو دنیا و آخرت میں مبذول فرماتا رہے آمین۔ شاید آپ جیسے عنایت فرماؤں کا حسن ظن باعثِ نجات ہو جائے۔ ماہ رمضان المبارک میں مصارف زیادہ ہو جاتے ہیں بنا بریں یہ معمولی مقدار پیش خدمت ہے قبول فرما کر دعوات صالحہ سے امداد فرمایئے متعلقین اور صاحبزادوں اور پُرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ ارادہ ہے کہ اگر موانع نہ پیش آئے تو ۱۳ ر شوال تک ٹانڈہ پہونچ جاؤں۔ ۱۷ ر شوال کو عزیزم رشید احمد سلمہ ابن مرحوم وحید احمد کا عقد ہے۔ اسعد ارشد وغیرہ سلام مسنون کہتے ہیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ بانس کنڈی ضلع کچھار آسام مدرسہ عربیہ ۲۴ ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۷ھ

مکتوب ۱۰۴

اب بحمداللہ ضعف ونقاہت میں بہت کمی ہے اگرچہ سابقہ حالت ابھی تک نہیں لوٹی چہ جائیکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کیا اور حضرت کے دلائل سُن کر اپنے خیال سے رجوع فرمایا۔ نیز اثنا ردرس حدیث میں کسی طالب العلم کا یہ کہنا کہ پھر امام شافعیؒ کی دلیل تو نہایت پوچ ہے گویا کچھ ہے ہی نہیں اس کے جواب میں امام شافعیؒ کے دلائل ذکر اس کو حق فرمانا اور طالبعلم کا متحیر ہو جانا یہ معمولی سی بات تھی ورنہ ...... غرض حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سنن عادیہ و اتفاقیہ تک پر عمل تھا آپکے اپنے بچوں کی سالانہ عیدی کے سلسلہ میں اس ناچیز کو بھی برابر نوازا ہے۔ آہ یہ شفقت اور یہ نظر اب کہاں سے لائیں؟

حاشیہ مکتوب ۱۰۴ مالیگاؤں ضلع ناسک کے مولانا عبدالحمید صاحب نعمانی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تار اور خط کے ذریعہ اپنے مدرسہ میں درس حدیث کے لئے میری خدمات چاہی تھیں اور حضرتؒ کے پاس لکھنے کا مقصد بھی غالباً یہ تھا کہ اگر حضرتؒ نے بھی اشارہ فرمایا تو کام بآسانی ہو جائے گا مگر حضرتؒ نے اس تار اور خط کو میرے پاس بھیجدیا کہ جو مناسب سمجھو کرو چونکہ اس سے پہلے دارالعلوم دیوبند سے حضرت مہتمم صاحب کا والا نامہ آیا تھا کہ دیوبند ادارہ نشر واشاعت جو تصنیف وتالیف کے لئے قائم ہے بہتر ہوگا کہ اپنے آپ کی شرائط وغیرہ سے تو مطلع کر دیں۔ میرے خانگی حالات ایسے نہ تھے کہ اتنے دور دراز سفر کو برداشت کرتا معقول عذر کر چکا تھا بنا بریں بوجہ نعمانی صاحب کو بھی لکھ ہی دینا پڑا کہ حاضری بوجوہ قاصر ہوں اگرچہ حدیث سے دلچسپی مجھ کو پوری زندگی رہی ہے اور ہے۔ جس مسودہ کا اس والا نامہ میں ذکر ہے اس کا تذکرہ آگے رہا ہے۔

شباب کی ہوا آتی۔

بڑے صاحبزادہ کی ناسازیٔ طبیعت سے صدمہ ہوا اللہ تعالےٰ صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ نے مسودہ ملاحظہ فرمانے کے بعد بھیجدیا ہے باوجود موانع وقلت فراغ، میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس کے مطالعہ سے استفادہ حاصل کروں اگر ہوسکا فبہا ورنہ جلد خدمت میں ارسال کردوں گا۔ مولوی عبدالحمید صاحب نعمانی آف مالیگاؤں کی استدعا پر کیا رائے قائم فرمائی۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ

مکتوب ۱۰۵

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے "دلائل السنن والآثار" کو مطالعہ کے لئے ماہ رجب میں ارسال فرمایا تھا مگر میری ناکارگی اور نالائقی سے آپ ناواقف ہیں، وہ زمانہ اخیر سال اور انتہائی مصروفیت کا تھا جس میں انتہائی عدیم الفرصتی ہوتی ہے چنانچہ میں بالکل امتثال حکم نہ کرسکا اور چونکہ مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور علم حدیث سے بہت زیادہ واقف اور اس کے ماہرین اعلیٰ میں سے ہیں، ان کی اجل تصنیفات اس فن میں شائع ہوچکی ہیں اوجز المسالک شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کئی جلدوں میں چھپ کر شائع

حاشیہ مکتوب ۱۰۵۔ ناظرین کے افادہ کے لئے ہر دو بزرگوں کی گراں قدر رائے کا یہاں پر درج کردینا ضروری معلوم ہوا تاکہ ان ائمۂ وقت کی بے نفسی اور ان کی بلندی کا کچھ اندازہ ہوسکے۔ کتاب مذکور کو دیکھنے کے بعد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور نے جو رقعہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر کتاب کو بھیجا ہے وہ یہ ہے

بحضرت اقدس سیدی سندی حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم ادام اللہ ظلال برکاتہ بعد سلام مسنون واستدعاء دعاء تعمیل ارشاد میں کتاب دلائل السنن والآثار مولفہ مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی بالاستیعاب دیکھ لیا اور اپنے ناقص خیال میں جہاں کوئی اجمال یا اشکال تھا حاشیہ پر پنسل سے لکھدیا اور کہیں کہیں تائیدی مضمون کی طرف اشارہ کردیا لیکن کتاب میں جو مفصل خط مولانا موصوف کا حضرت اقدس کے نام ہے اس میں کسی نظر ثانی کی درخواست نہیں کی گئی بلکہ صرف برکت کے واسطے حضرت اقدس کی نظر اس پر چاہیئے، سرسری اور کہیں کہیں ہو (باقی برصفحہ آئندہ)

ہو چکی ہے۔ شرح شمائل ترمذی، الکوکب الدری مجموعہ تقاریر الترمذی لحضرۃ الگنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحشیہ اور اس سے پہلے بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد میں پوری امداد تحریری و تخریجی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم کو دیگر کتاب مذکور کی تکمیل کر چکے ہیں اس لئے جس قدر اس فن سے اُن کو واقفیت اور اس میں مہارت ہے میں تو اُس کا عشر عشیر بھی نہیں رکھتا اس لئے میں نے اُن کی خدمت میں بھیجدینا ضروری اور انفع سمجھا چنانچہ موصوف نے اس کتاب کو بالاستیعاب دیکھا اور جگہ جگہ اس پر یادداشتیں لکھیں۔ اور ماہ شوال کے اخیر میں میرے پاس مع منسلکہ نوٹ اور مقدمہ اوجسز بھیجدیا۔ میں اس وقت اس فکر میں تھا کہ اس کو مطالعہ کروں مگر اسفار کی طوالی اور ہجوم اضیاف اور مشاغل دار العلوم نے فرصت نہ دی۔ بالآخر جبکہ ماہ محرم الحرام کی بیماری میں ڈاکٹروں نے مشاغل تدریسیہ اور نقل و حرکت، آمد و رفت سے بالکل منع کر دیا اور مکمل راحت کی تاکید کر دی تو موقع مل گیا کہ کتاب مذکور کو بالاستیعاب دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے امتثال حکم کیا اور حسب الحکم اپنی ناقص رائے بھی لکھدی جو کہ منسلک ہے۔ البتہ میرے خیال میں چند امور قابل غور ہیں۔

(الف) آپ مخالفوں پر رد کرنے میں نہایت نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں میرے خیال میں یہ نہ ہونا چاہیئے۔ سب و شتم سے تو بچنا ضروری سمجھتا ہوں لیکن رد کرنے میں الفاظ سخت اور زوردار ہونے چاہئیں۔

(ب) آپ بسا اوقات مسئلہ میں متعدد اقوال مثل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ذکر فرما دیتے ہیں جس سے مخالفت کو شہ ملتی ہے۔ میرے خیال میں فقط قول راجح ذکر کرنا چاہیئے جو کہ آپ کا مختار ہو باقی کو یا تو ذکر ہی نہ کیا جائے یا اگر ذکر کیا جائے تو نہایت تضعیف کے ساتھ۔

حاشیہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ۔ کی درخواست کی گئی۔ یہ درخواست تو اس ناکارہ کے دیکھنے سے پوری نہ ہو سکی تاہم اس ناکارہ نے تعمیل ارشاد والا کر دی۔ اگر فرصت ہو تو حضرت اقدس حاشیہ کے ان نشانات کو ملاحظہ فرمالیں جو صحیح ہو اُس پر صاد بنادیں جو غلط ہو اس کو قلمزد فرمادیں پھر یہ نشانات حضرت والا کے نشانات بن جائیں گے اتنی بھی فرصت نہ ہو تو پھر مولانا اصلاحی مدفیوضہم خود ان کو ملاحظہ فرمالیں کوئی بات قابل قبول ہو تو قبول فرمالیں ورنہ قابل رد ہونے کے لئے اُن کا ایک نااہل کی طرف انتساب ہی کافی ہے۔ اس ناکارہ نے حاشیہ میں ایک جگہ مقدمہ اوجز کا ایک حوالہ ملاحظہ کرنے کی مولانا اصلاحی سے درخواست کی ہے جو قراۃ علی الشیخ کے متعلق ہے اس لئے مقدمہ اوجز بھی ہمراہ ارسال ہے موصوف کی خدمت میں بھیجدیا جائے۔ فقط والسلام۔ زکریا۔ مظاہر العلوم ۱۰ شوال ۱۳۷۶ھ

(ج) کتابت حدیث کے متعلق مولانا منت اللہ صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر صوبہ بہار نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا مسودہ مجھ کو دکھلایا تھا (اب مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ چھپ گیا یا نہیں) اگر ہو سکے تو اس کو بھی دیکھ لیں اور اگر کچھ مفید باتیں معلوم ہوں تو اس میں زیادہ کردیں۔ اُمیدوار ہوں کہ تاخیر امتثال کو بنظر عفو دیکھ کر اس ناکارہ و نالائق سے درگذر فرمائیں گے۔ والسّلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۲۷ صفر ۱۳۷۷ھ

مکتوب ۱۰۶

آپکا کوئی والانامہ یہاں سفر کے بعد باعث سرفرازی نہیں ہوا۔ خیریت معلوم نہ ہونے سے فکر ہے غالباً جناب کو پارسل رجسٹرڈ کتاب کا مل گیا ہوگا۔ اس پر جو کچھ میرا یا شیخ الحدیث صاحب کا جگہ جگہ پر نوٹ ہے اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ تدریجاً صحت حاصل کر رہا ہوں۔ علاج یونانی دو ہفتہ سے ہو رہا ہے جس سے فائدہ ظاہر ہو رہا ہے تکالیف میں بڑے درجہ تک کمی ہوگئی ہے۔ کل ۲۰ ربیع الاول سے میں نے باہر آمد و رفت شروع کردی علاج اور پرہیز برابر جاری ہے آپ بزرگوں کی دعاؤں اور اللہ تعالےٰ کے فضل

حاشیہ مکتوب ۱۰۶۔ ستمبر ۱۹۵۷ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کو سنکر ۲۲ ستمبر کو بغرض عیادت دیوبند پہونچا اور پھر ۳۰ ستمبر کو واپس ہوا۔ کیا معلوم تھا کہ یہ علالت ہمیشہ کے لئے جدائی کا پیغام اور اس کی علامت ہے ذرا بھی وہم و گمان نہیں ہو رہا تھا کہ حضرتؒ اس بیماری سے جانبر نہ ہونگے تاہم ناچیز دیوبند میں یہ انتظام کر آیا تھا کہ ہفتہ میں دو بار خیر ملتی رہے البتہ حضرتؒ کے نام کوئی عریضہ اس لئے نہیں لکھا تھا کہ پڑھنے اور جواب دینے میں زحمت نہ ہو مکمل آرام رہے مگر اس نظر کرم کو دیکھئے کہ خود خط تحریر فرما کر میری خیریت نہ ملنے کی فکر لگی ہوئی ہے۔ بھلا اس ذرہ نوازی کی بھی کوئی حد ہے؟ میں تو حضرت کے اس تحریر فرمانے سے کہ "جلد میں اس قابل ہو سکوں گا کہ تعلیمی مشاغل جاری کر دوں" باغ باغ ہو کر کلی مطمئن ہوگیا تھا۔ کیا معلوم تھا کہ ستمبر کی زیارت ہی آخری زیارت ہے اور یہ ذات گرامی ہم سبھوں سے پردہ کرنے والی ہے اللھم اجرنی فی مصیبتی والحقنی بالصالحین۔ اس ناچیز پر جو خاص توجہ تھی افسوس کہ اپنی ناکارگی سیہ کاری اور تردامنی کے ساتھ استعداد کی کمی نے بہت سے زیادہ محروم رکھا پھر بھی خدا کا یہ بڑا احسان ہے کہ اُس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارے اندر کافی مُدّت تک رکھ کر اپنے گذشتہ مقبول بندوں جن کے انوار و برکات سے دنیا اب تک منور ہے اور رہے گی ان سب کو دیکھ لینے کا موقع نصیب فرمایا جس کو آفتاب و ماہتاب کی ہزاروں گردشوں کے بعد بھی بمشکل کسی کو دیکھنا میسر آئے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میری کتاب دلائل السنن والآثار پر جو تقریظ ثبت فرمائی ہے وہ ناظرین کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے یہ صرف میری اعد (باقی بر صفحہ آئندہ)

وکرم سے قوی امید ہے کہ جلد میں اس قابل ہو سکوں گا کہ تعلیمی مشاغل جاری کردوں بابو سراج الحق صاحب اور اُن کے متعلقین اور دوسرے واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کردیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ دیوبند

مکتوب ۱۰۷

والانامہ مورخہ ۲۶؍ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ باعث سرفرازی ہوا احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ واقعہ یہی ہے کہ والانامجات کی اطلاع مجھ کو نہیں ہوئی تھی بہرحال یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ اذکار اور

حاشیہ مکتوب ۱۰۷ - ۱؍ ربیع الاوّل ۱۳۷۳ھ کے والانامہ کے جواب میں ناچیز نے لکھا کہ برابر عریضہ سے خیریت دریافت کرتا رہا وغیرہ۔ ایک مفصل بارہ صفحے کا والانامہ ۵؍ نومبر کو شرف صدور ہوا اور بھی اطمینان ہوگیا کچھ حصہ یہاں درج کردیا ہے باقی مفصل خط اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ آخری ناتمام مکتوب جس کے بعد کوئی خط کسی کو نہیں لکھا سوائے اس گستاخ اور بارگاہ حسینی کے سب سے ادنیٰ خادم اور آستانۂ مدنی کے سگ حق شناس نجم الدین اصلاحی کے جس کو جلد چہارم مکتوبات میں تبرکاً درج کرکے اسی پر ختم کیا جائے گا۔ میرے جس لڑکے کی شادی کا ذکر اور حضرت اقدسؒ کی شرکت کا تذکرہ اس جلد میں گذر چکا ہے اُس کے جب لڑکا پیدا ہوا تو نام کے لئے حضرت سے درخواست کی آپ نے چند نام تحریر فرمائے جس میں سے محمد ازہد مجھکو پسند آگیا اور نام رکھ دیا گیا۔ ارشد و اسجد حضرت کے صاحبزادوں کے نام تھے اس لئے اس سے ادباً احتراز کرنا پڑا ان والاناموں سے اور دوسرے والاناموں سے ناظرین کو خود اندازہ ہوگا کہ یہ ناچیز حضرت ہی کا تھا اسی کا (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - کتاب کی خوش قسمتی ہے کہ جس کو حضرت نے اپنے آخری لمحات زندگی میں حرفاً حرفاً ملاحظہ فرماکر ایسی تحریری سند عطا فرمائی ہے کہ جس کی دوسری نظیر نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد - میں نے مولانا نجم الدین اصلاحی زید مجدہم کی مبارک تصنیف دلائل السنن والآثار حصہ اوّل کو ابتداء سے آخر تک حرفاً حرفاً پڑھا اور اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور نے بھی بالاستیعاب اس کتاب کو دیکھا تھا اور کہیں کہیں اصلاح و ترمیم بھی فرمائی تھی ماشاء اللہ کتاب مذکور اپنے مقصد میں نہایت کامل اور مفید ہے جہاں تک مجھکو معلوم ہے اُردو زبان میں اس مقصد کے لئے کوئی ایسا مجموعہ موجود نہیں ہے بلکہ عربی اور فارسی میں بھی کوئی ایسا مجموعہ جس میں اہل زیغ و عناد اور ملاحدہ کے شبہات اور اعتراضات متعلقہ علم حدیث و سنن کو اس طرح واضح طور پر دفع کیا گیا ہو اور سب ایسی ابحاث کو ایک جگہ جمع کرکے پوری روشنی ڈالی گئی ہو آج تک تصنیف نہیں کیا گیا۔ مصنف مدظلہٗ العالی نے حسب ضرورت زمانہ نہایت عرق ریزی اور محنت سے امور متعلقہ ضروریہ کو حسب طریقہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت جمع اور مرتب فرمایا ہے اور اہل زیغ و عناد کے نزغات و وساوس کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی پوری کوشش کی ہے جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔ آمین ثم آمین۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ کریم کارساز مصنف کی کوششوں کو اپنی قبولیت کاملہ سے نوازے اور مسلمانوں کو اس کتاب سے نفع عظیم عطا فرمائے۔ یہ کتاب مقبول عام ہو۔ واللہ ولی التوفیق والسداد وبیدہ القبول فی المبداء والمعاد۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مراقبہ پر پابندی کی اطلاع سے بہت خوشی ہوئی اللّٰھم زد فزد اس بارہ میں جس قدر بھی انہماک اور زیادتی ہو غنیمت کبریٰ ہے ذکر روحی مسمی کی طرف انہماک اور توجہ کو کہتے ہیں ذکر لسانی، پاس انفاس، ذکر قلبی وغیرہ میں توجہ الی الاسم ہوتی ہے ایا ماتدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ اور ذکر روحی میں توجہ الی المسمیٰ والذات ہوتی ہے وہ الفاظ سے بالاتر ہے کیف اور کم، اتصال اور انفعال، لون اور رنگ و روپ سے اونچا مقام ہے ؎

ہست رب الناس را با جان ناس اتصالے بے تکیف بے قیاس

اسی دھیان کا نام مراقبہ ہے وفی انفسھم حتی تبین لھم انہ الحق الآیۃ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید الآیۃ وغیرہ آیات اس کا حکم فرماتی ہیں اس بیچون و بیچگون لیس کمثلہ شی کا استحضار اور اس کی طرف توجہ زیادہ سے زیادہ عمل میں لانا اور دوام یادداشت پیدا کرنا ضروری اور لازم ہے وھم علیٰ صلاتھم دائمون کا سماں پیدا کرنا چاہیئے روح اگرچہ عقدۂ لاینحل ہے مگر اجلی البدیہات میں سے ہے ہر ایک کو مثل نور اور سرور اس کا علم ہے اس دوام حضور کے حصول کی کوشش بلیغ کیجئے۔ من دق الباب فتح لہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ان اللّٰہ لمع المحسنین

صاحبزادہ سلمہٗ کے یہاں صاحبزادہ پیدا ہونا بہت ہی خوشگوار مژدہ ہے اللہ تعالےٰ بلند اقبال، طویل العمر، مرضی السیرہ ومحبوب السریرہ ذی علم و عمل بنائے آمین۔ نام کے متعلق اسعد نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا میں نے یہ چند نام بتلا دیئے تھے اخلد، ازہد، ارشد، اسجد، ان میں سے جو پسند ہوں وہ اختیار فرمالیں۔

دلائل السنن والآثار پر جو کچھ نوٹ مولانا زکریا صاحب نے کئے ہیں یا میں نے کچھ کئے ان کے مفید سمجھنے کا شکریہ ادا کرتا ہوں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنی قبولیت سے نوازے۔ آمین۔ سفر کے متعلق جو کچھ ہدایات ہیں قابل شکریہ ہیں۔ کاش اس پر عمل ممکن ہو۔ محبین اور مخلصین کے اصرار کو رد کرنا بہت مشکل امر ہے تاہم معذوری سب کچھ کرا لیتی ہے اب تقریباً تین ماہ سے سفر یک قلم بند ہے خلق اللہ کی اصلاح و ہدایت اور ان کی دلجوئی اور اپنی کم مائگی اور عاجزی کا لحاظ ضروری ہے۔ واللہ یوفقنا وایاکم لما یحبہ ویرضاہ

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ ۔ ۵ نومبر ۱۹۵۷ء

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - یہ اثر ہے اور خدا علیم ہے کہ دل کی دنیا سونی ہوگئی، زندگی کا مزہ جاتا رہا حیات دوبھر ہوگئی اب سوائے بہشت کے بہشتی صحبت ملنے والی نہیں اب تو اسی پر زندگی کے ایام بسر ہو رہے ہیں اور برابر یہ صدا قائم ہے، کاش سن لی جاتی ؎ یہی کہہ کہہ کے اک بیمار غم روتا ہے راتوں کو :: کہ جب سے تم گئے ہو دل کی ویرانی نہیں جاتی اور ہر صبح و شام اپنا یہ وظیفہ ہے ؎

اتنا پیغام درد کا کہنا جب صبا کوئے یار سے گذرے
کونسی رات آپ آئیں گے دن بہت انتظار میں گذرے

حزین و غمگین نجم الدین اصلاحی کان اللہ لہٗ رجب ۱۳۷۷ھ

5/50

علماء ہند کا شاندار ماضی

جلد دوم

ہندوستانی مسلمان اور تحریکِ آزادی

از مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

- جحۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے انقلاب انگیز سیاسی اور اقتصادی نظریات
- اُستاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور آپ کا سیاسی فیصلہ
- حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہا اللہ اور آپ کے رفقاء کا مجاہدانہ اقدام
- اٹھارھویں صدی عیسوی کا سیاسی ماحول، متحارب طاقتیں، لفظِ وہابی کی ایجاد، اور اُس کے اثرات۔

سکھوں کی حکومت کا عروج وزوال —— قیمت تین روپے پچاس نئے پیسے 3/50

علماء ہند کا شاندار ماضی

جلد سوم

- علماء صادقپور اور اُن کے پُراسرار مجاہدانہ کارنامے، ایک حیرت انگیز تحریک جس کے ختم کرنے کے لئے انگریزی فوجوں کو بار بار خون کی ہولی کھیلنی پڑی جو ۱۸۵۷ء کے خونی ہنگامے کے بعد بھی سالہا سال تک زندہ رہی۔ رہنماؤں کے حالات، اخلاق و کردار اور بے نظیر قربانیاں۔ قیمت 2//
- حضرت مجدد الف ثانیؒ اُن کے معاصر علماء مشائخ اور سلاطینِ مغلیہ کے حالات، سیاسی ماحول اور خدمات وغیرہ

شان دار ماضی جلد اوّل میں ملاحظہ فرمائیں —— قیمت چھ روپے پچاس نئے پیسے 6/50